مصنف : نان کنگ پو
مترجم : عطش مرزا

ریپلیکا پرنٹنگ پروسس
صدر کراچی

ڈوبتے ساحل

وخیر جلیس فی الزمان کتاب
مکتبہ شعور
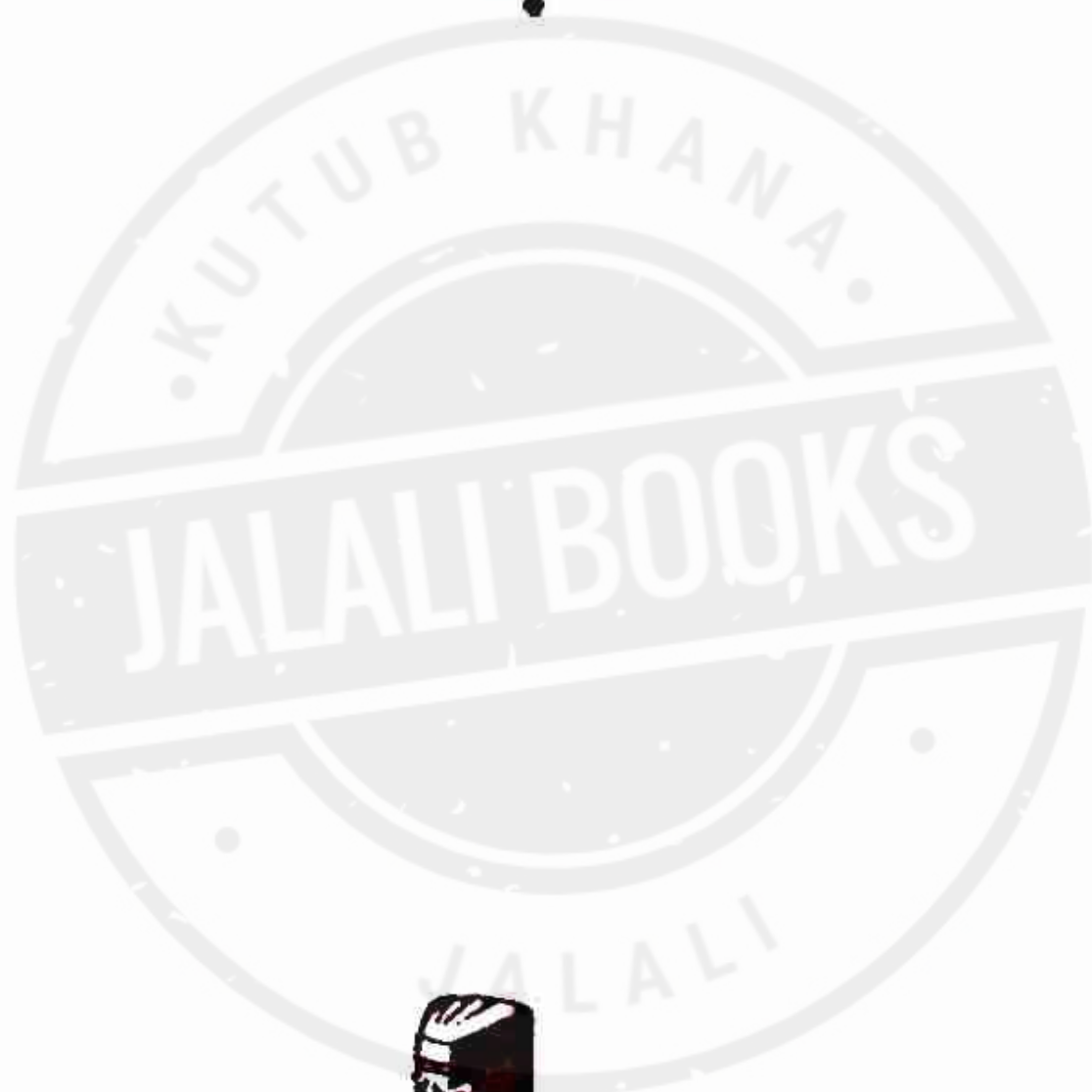
مکتبہ شعور

نے دنیائے ادب

میں مختلف زبانوں

کے اچھے ناولوں

کے اچھے ترجمے

شائع کرنے کا

سلسلہ شروع کیا ہے

ڈوبتے ساحل

اسی سلسلے کی

دوسری کڑی ہے

ڈوبتے ساحل
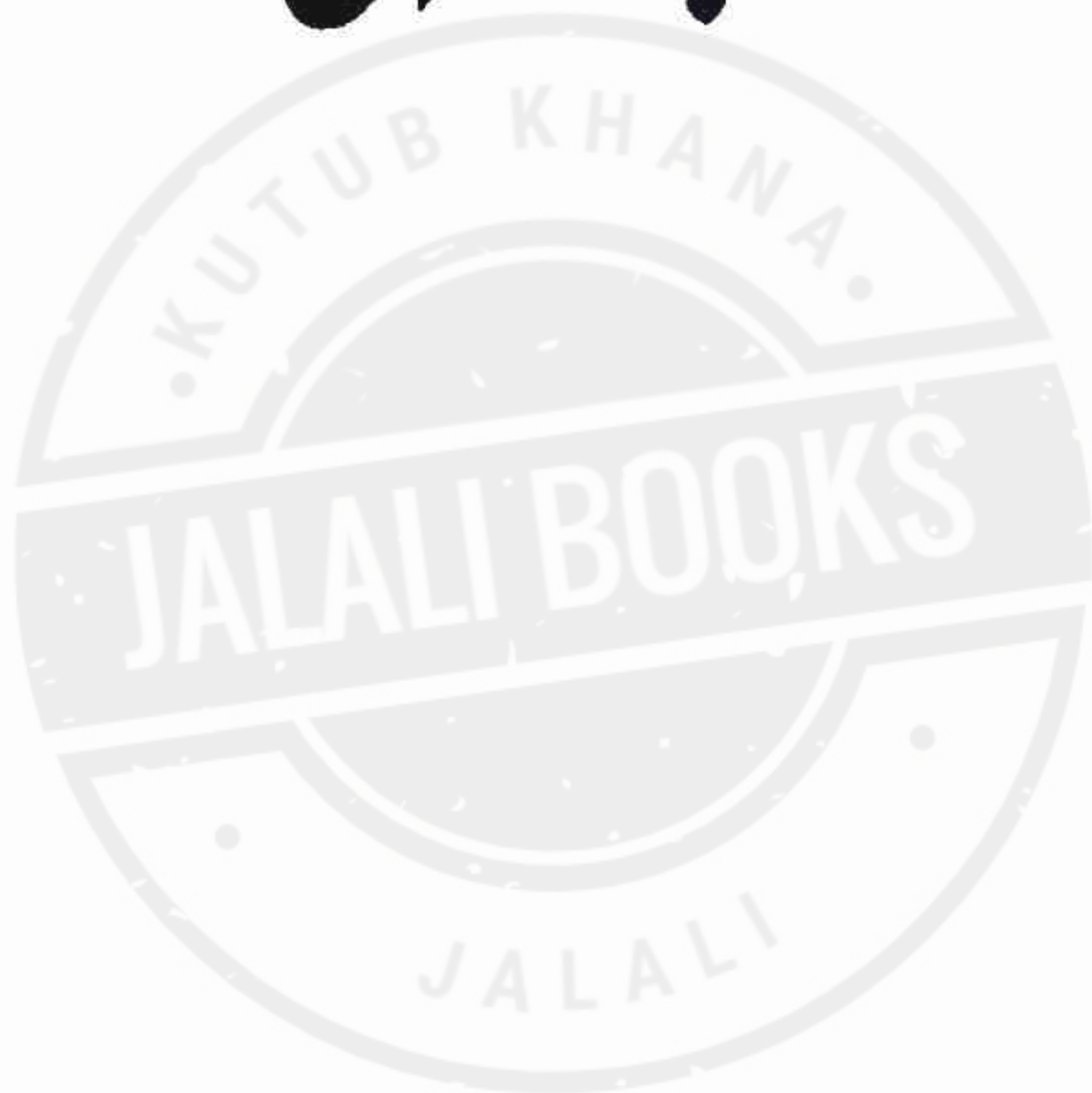
ناشر — عنایت اللہ

مطبوعہ — ریپلیکا پرنٹنگ پروسیس صدر کراچی

قیمت — تین روپے صرف

سن انیس سو اٹھاون عیسوی
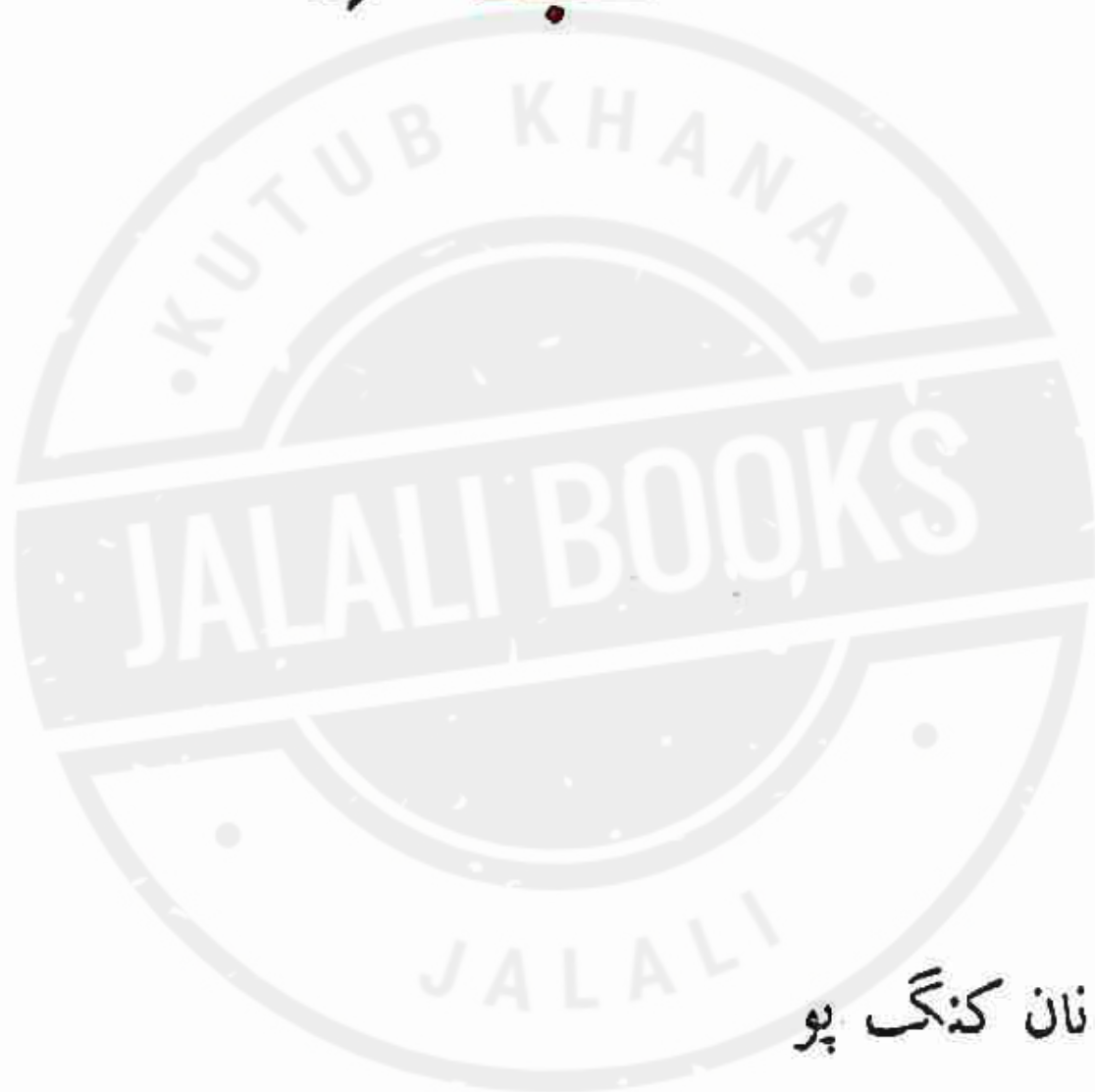
نان کنگ پو

عطش مرزا

پہلا باب — صفحہ نو
دوسرا باب — صفحہ اکیس
تیسرا باب — صفحہ چھیالیس
چوتھا باب — صفحہ ساٹھ
پانچواں باب — صفحہ چہتر
چھٹا باب — صفحہ ایک سو تین
ساتواں باب — صفحہ ایک سو بائیس
آٹھواں باب — صفحہ ایک سو آنتالیس
نواں باب — صفحہ ایک سو سڑسٹھ
دسواں باب — صفحہ ایک سو ستر
گیارواں باب — صفحہ ایک سو چورانوے
بارواں باب — صفحہ دو سو چودہ
تیرواں باب — صفحہ دو سو ستائیس
چودھواں باب — صفحہ دو سو سینتالیس
پندرواں باب — صفحہ دو سو ستر

تصاویر

صفحہ چوبیس – منصوبہ

صفحہ چالیس – راز

صفحہ بہتر – سر راہے

صفحہ اٹھاسی – خطرناک مہم

صفحہ ایک سو چار – ایثار

صفحہ ایک سو چھتیس – مامتا

صفحہ ایک سو چھپن – بلائے ناگہانی

صفحہ ایک سو چھہتر – پر ہیبت سفر

۱

رات اکتا دینے کی حد تک طویل تھی!

دریا مشرق کی طرف بڑے زور شور سے بہہ رہا تھا۔ اس کی بپھری ہوئی موجیں بند کی دیواروں سے سر ٹکرا رہی تھیں۔

رات گرم تھی لیکن دریا سے آنے والے ہوا کے نرم جھونکے خنکی کا احساس دلا رہے تھے۔

پشتے کے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر طوفانی لالٹینیں نصب تھیں جن کی مدھم پیلی روشنی دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان لالٹینوں کا سنہری عکس بہتے ہوئے پانی میں جگمگا رہا تھا۔ رات گہری سیاہ تھی اور اس اندھیرے میں یہ لالٹینیں دھیمے دھیمے ٹمٹما رہی تھیں۔ پشتہ پر ہزاروں قسم کے جاندار بسے ہوئے تھے لیکن اس وقت

ڈوبتے ساحل

ہر طرف خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ دریا کے ہیبتناک شور کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ دریا بہت تیزی سے سمندر کی طرف بہہ رہا تھا۔ دریا میں تیرتے ہوئے شہتیر، درخت اور مختلف اشیا راس کی خوفناک قوت کی گواہی دے رہے تھے۔

سناٹے میں یکایک بندوق کی آواز گونج اٹھی!

تین چار چوکیدار گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور اس آواز کی کھوج میں بند کی طرف چل دیئے۔ سناٹا پھر چھا گیا۔ ہر طرف خاموشی پھیل گئی اور دو چار آدمی جو اس آواز سے اٹھ بیٹھے تھے پھر سونے کے لئے لیٹ گئے۔

لیکن وانگ چینگ چی جاگ رہا تھا۔ وہ کان لگائے دریا کے شور کو سنتا رہا۔ اس نے سر اٹھا کر "سرخ شیڈ" کے باسیوں پر ایک نظر ڈالی۔ سب اس کی طرح کے مزدور تھے جو اس وقت گہری نیند میں غرق تھے۔ بندوق کی آواز نے چینگ چی کو کچھ بے چین سا کر دیا تھا۔ وہ شیڈ سے رینگتا ہوا باہر نکل آیا اور دیوار پر سے جھانک کر دریا کو دیکھنے لگا۔ رات بظاہر بڑی پُرسکون تھی۔ اسے یاد آیا کہ اس سے قبل بھی ہانکاؤ میں تباہ کن سیلاب آچکے ہیں ۱۹۳۱ء میں تو یہ شہر بالکل ہی تباہ ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ یہ سال بھی اتنا ہی برا! بلکہ شاید اس سے بھی برا گزرے گا

"چینگ چی!" ایک اور شخص رینگتا ہوا شیڈ سے باہر نکل آیا۔ "یہاں باہر کیا کر رہے ہو۔ یہ سونے کا وقت ہے اور تم جاگ رہے ہو میاں میرے بند کے مزدوروں کو اگر سونے کے لئے کوئی موقع ہاتھ لگ جائے تو اللہ کا شکر کرنا چاہیئے۔ سمجھے"

طوفانی لالٹین کی مدھم نیلی روشنی میں چینگ چی نے آنے والے کو پہچان لیا۔ یہ

سُوکینگ سینگ تھا۔ وہ اس سے پہلے سانگ کا حاکمِ ضلع تھا اور چنگ چی کے خاندان کے ساتھ ہی سلنگ سے بھاگ کر ہانگکا ڈ آیا تھا۔

"ہونہہ! نیند نہیں آرہی ہے چچا" چنگ چی نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "چچا یہ جگہ بڑی عجیب دغریب ہے۔ یوں دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ یہ اس قدر خطرناک بھی ہو سکتی ہے۔"

"تمھاری پہلی رات ہے صاحبزادے" سوکینگ سینگ نے جواب دیا۔ "دن میں تو حالت اور بھی خراب ہو جاتی ہے اور سنا ہے کہ کل دریا کا پانی اور چڑھ جائے گا۔"

"کیا دن میں اس کو دیکھتے ہوئے ڈر لگتا ہے چچا سو؟" چنگ چی نے اشتیاق سے پوچھا بوڑھے سو نے اثبات میں گردن ہلا دی اور اپنی قمیص کو ہوا میں لہرانے لگا۔

"آج کچھ سردی ہے چچا" دانگ نے کہا۔

"ہونہہ۔ تم مجھ جیسے تندرست بھی نہیں ہو۔" سوکینگ سینگ نے جواب دیا۔

سوکینگ سینگ کی عمر پچاس سال سے زائد تھی۔ لیکن محنت مشقت کی زندگی بسر کرنے کے سبب اس کا جسم بڑا مضبوط اور گٹھیلا ہو گیا تھا اور دینگ پر اس ایک مہینے کی محنت مشقت نے اس کے اعضا پر بہت کم اثر کیا تھا۔

دینگ نے اپنے کمزور جسم پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈالی۔

"تمھارا میرا کیا مقابلہ" سوکینگ نے اس کی نگاہیں پہچان لی تھیں۔ لیکن اس خیال سے کہ کہیں اس نوجوان کے احساسات اور جذبات کو ٹھیس نہ لگے۔ سو نے چنگ چی کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا اور بولا۔

"تمھارا باپ خدا اسے جنت نصیب کرے میری طرح تھا لڑکپن سے ہی ہیں اور تمھارا باپ بہت گھومے پھرے ہیں اور انہی سیر سپاٹوں نے ہم کو سخت کر دیا تھا۔ لیکن تم تو بچپن سے ہی مدرسہ بھیج دیئے گئے تھے ...... تمھارے ایسے نوجوانوں کو تو یہاں کام کے لئے آنا ہی نہیں چاہیئے۔"

بچپن کے حوالے نے چنگ چی کو پریشان کر دیا۔ اس نے سر جھٹکا اور پشتہ کی دیوار پر سے بپھرتے ہوئے دریا کو گھورنے لگا۔ لیکن ان گنت الجھی ہوئی یادیں اس کے دماغ میں کلبلانے لگیں۔

"آؤ چلو" شوٗ نے بڑے دوستانہ انداز میں اسکے شانے کو تھپتھپایا" اپنی قوت بچا کر رکھو کیا پتہ کل رات سونے کو موقع ملے نہ ملے" اور وینگ اس کے پیچھے شیڈ میں چلا گیا۔

شیڈ کے اندر سڑاند پھیلی ہوئی تھی۔ گیلی زمین۔ کوڑا کرکٹ۔ گندگی۔ پسینہ کی بدبو اور نہ معلوم کن کن چیزوں کا ملا جلا تعفن شیڈ میں بسا ہوا تھا۔ دریا کی صاف ٹھنڈی ہوا کے مقابلے میں یہ بدبو اور گھٹن بہت ناگوار لگ رہی تھی۔ وانگ اپنی چٹائی پر لیٹ گیا۔ لیکن نیند اس سے کوسوں دور تھی۔

چچا شوٗ کی گفتگو نے اس کے دماغ میں بچپن کی یادیں جگا دی تھیں۔ وہ گفتگو اس کے دماغ میں گرہ لگی تھی اور اس شیڈ کی تاریکی میں لیٹے ہوئے اس کا دماغ گزرے ہوئے مناظر کو دیکھ رہا تھا۔ وہی منظر۔ وہی دن۔ وہی باتیں۔ ہر بات۔ ہر تصویر اس کے ذہن کے پردوں پر ناچتی اور اوجھل ہو جاتی۔

"چنگ چی۔ بیٹے زندگی کی ناکامیوں اور مصیبتوں کا جم کر مقابلہ کرو۔ حوصلہ رکھو، ہمت نہ ہارو، اپنے ہونٹ سی لو مصیبت کے دن ہنستے ہوئے برداشت کرو۔ کچھ ہو کیسی

ہی تکلیف ہو اپنے اوپر سے اعتماد نہ ہٹے، اپنے اوپر سے قابو نہ جانے پائے، یاد رکھو جو شخص تکلیف برداشت کرے گا، وہی زندہ رہ جائے گا۔ اگر تم نے اپنا اعتماد اور حوصلہ کھو دیا تو ہر چیز کھو دو گے۔ چنگ چی اب حالات مختلف ہیں، بہت مختلف۔"

یہ اس کا باپ تھا اور یہ اس کے باپ کے آخری جملے تھے اور اس ہجرت کے دوران میں اس نے کئی باران الفاظ سے ڈھارس حاصل کی تھی۔ وہ اپنے باپ کی بہت عزت کرتا تھا۔ بہت زیادہ جس طرح کوئی اپنے پسندیدہ ہیرو کو پوجتا ہے۔

اس کا باپ ایک پڑھے لکھے خاندان کا فرد تھا۔ لیکن اس نے تعلیم کے بدلے عملی اقدامات کرنے سیکھے تھے۔ وہ بڑا عملی آدمی تھا۔ جوانی میں وہ بڑے دھڑلے کا آوارہ گرد رہا تھا۔ وہ ہر فن مولا تھا۔ بعد میں وہ سلنگ جارج آکرس گیا۔ یہاں وہ مزدوروں کے ایک گروپ کا انچارج ہو گیا۔ مزدور اس کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اور اس سے بہت ڈرتے تھے۔

اس نے وانگ چنگ چی کو شروع سے مدرسہ بھیجا تھا۔ چین، جاپان کی لڑائیاں چھڑ گئیں۔ پورے ملک میں ہڑبونگ مچ گئی۔ لیکن ونگ کا باپ اسے تعلیم دلاتا رہا اسکول سے وہ یونیورسٹی پہنچ گیا۔ اس کا باپ اسے اعلیٰ التعلیم دلوانا چاہتا تھا۔ وہ تمام تعلیم جو وہ حاصل نہ کر سکا تھا، لیکن اس زمانے میں امن اور چین نصیب نہیں ہو رہا تھا۔ پورا ملک خانہ جنگی کی لپیٹ میں تھا۔ تمام ملک میں بحران، افراتفری، بے چینی اور سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی، تجارت ختم ہو گئی تھی، کارخانے بند ہو چکے تھے، خاندان الٹ پلٹ ہو گئے تھے۔ لیکن اس کی تعلیم جاری رہی۔ اور ایک دن اس کا باپ مر گیا۔

ڈوبتے سائل

اسے خوب یاد تھا اس دن سلنگ جارج پر کمیونسٹوں کا جھنڈا لہرایا تھا۔ اسدن سلنگ جارج پر اشتراکی چین کا قبضہ ہوگیا تھا۔ اسی دن اس کا باپ ان کو چھوڑ گیا..... اور اس کے بعد..... اس کے بعد اس کے حالات نہ سدھر سکے۔ اس نے تعلیم کو خیرباد کہا اور نوکری کرلی۔ اپنی چھوٹی سی تنخواہ میں، وہ جو کچھ کرسکتا وہ کرتا۔ اور اس کا خاندان جوں توں اپنی زندگی کے دن کاٹنے لگا۔ لیکن پھر یہ سیلاب آگیا۔ اس کا تمام مکان بہہ گیا۔ ہر چیز تباہ ہوگئی وہ ہزاروں سیلاب زدہ مہاجرین کے ساتھ ہنکاؤ بھاگ آیا۔

وانگ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اپنے باپ کی طرح صحتمند ہے نہ عملی انسان — اس کے باوجود اپنے خاندان کی دیکھ بھال کے سلسلہ میں وہ جو کچھ کرسکتا تھا کر رہا تھا۔ اپنے خاندان کے سلسلہ میں۔ اپنا خاندان بوڑھی ماں چھوٹی بہن۔ اور۔ زے صیومن"

زے صیومن کے خیال نے اس کی الجھن میں اور اضافہ کردیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور صیومن کے بارے میں سوچنے لگا۔" نرم کتابی چہرہ ہلکی سی مسکراہٹ" اس کے دماغ میں تصویر ابھر آئی۔

صیومن کو چار پانچ سال سے جانتا تھا اور سلنگ جارج کے سیلاب میں وہ جب وہ یتیم ہوگئی تو اس کے خاندان کے ساتھ ہی رہنے لگی تھی۔ ہانگکانگ بھی وہ انہی کے ساتھ آئی تھی۔ اور اس سفر نے ان کو بہت قریب کردیا تھا۔ ایک دوسرے کے ساتھ رہتے بستے تعلقات بڑھنے لگے۔ رنج اور غم کے ساتھ نے ہمدردی کی بنیاد رکھی۔ دکھ درد کی ہمہ وقت شرکت نے محبت کے سوتے جگا دیئے — چینگ چی نے کئی بار اس خیال سے چھٹکارا پانا چاہا۔ لیکن آخرکار اسے تسلیم کرنا پڑا

کہ وہ ھےئیومِن سے محبت کرتا ہے۔ بڑی شدید محبت، اس کا جسم، اس کی روح اس کی ہر شے ھےئیومِن کی طلبگار ہے، اسے چاہتی ہے، اس سے محبت کرتی ہے لیکن اس سے کیا فائدہ تھا؟ مہاجر کیمپ کی اس بھیڑ بھاڑ میں وہ اپنی محبوبہ کو آرام تک پہنچانے سے قاصر تھا۔ یہ زندگی تھی۔ زندہ رہنے کے لئے ہر لمحہ جدوجہد۔ ہر لمحہ جہاد، ایسی تیز گام زندگی میں خوشی کا کیا دخل ہو سکتا ہے۔ لڑائی ریت کے تپتے ہوئے میدان میں ہو یا کسی سرسبز نخلستان میں دونوں برابر ہیں۔

"واہ۔ کیا ساتھ ہے، کیا ابتدا ہے"۔ وانگ نے سوچا۔ "نہ معلوم ھےئیومِن کیا کر رہی ہوگی۔ شاید وہ سو رہی ہو یا خود اس کی طرح اس کی یادیں کروٹیں بدل رہی ہوگی۔

صبح کا اجالا پھیلتا گیا۔ طوفانی لالٹینوں کی روشنی مدھم پڑنے لگی۔ "جلد ہی دن نکل آئے گا اور کام پر جانے کا وقت آجائے گا۔" چنگ چی نے سر اٹھا کر دریا پر نظر ڈالی۔ صبح کی مٹیالی روشنی میں دریا جھلک رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ دریا کل سے کچھ مختلف نظر آ رہا ہے۔ وہ پھر لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

سُوکینگ سِینگ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ہوا میں اپنے بازو پھیلائے اور ایک جمائی لی وہ ویسے بھی کم سوتا تھا اور یہاں تو صبح اٹھ کر بند کا معائنہ کرنا اس کے فرائض میں داخل تھا۔

وہ فورمین تھا۔ اس کے ماتحت چودہ مزدور کام کر رہے تھے۔ ان میں سے گیارہ مزدور تو اس کی طرح سلنگ حبارج سے بھاگے ہوئے مہاجر تھے۔ سُوکینگ سِینگ ہنکاؤ آنے سے قبل سلنگ ہبارج کا حاکم ضلع تھا۔ وہ کمیونسٹوں اور عوام کے سلسلہ کی درمیانی کڑی تھا۔ لیکن اس پر بھروسہ کوئی نہ کرتا۔ نہ عوام اسے پسند

کرتے تھے نہ کمیونسٹ حکمران۔ نہ اسے عوام کا اعتماد حاصل تھا نہ حکام کا۔ وہ چینگ جی کے باپ کا بہت گہرا دوست تھا۔ اور اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس نے ان کا بہت خیال رکھا تھا۔ اور سیلاب کے بھاگنے کے دوران اس نے ان کی بہت مدد کی تھی۔ چونکہ وہ سرکاری دفاتر کے اصولوں اور طریقوں سے پوری طرح واقف تھا اس لئے اس کی مدد بڑی کام آتی تھی اور اس لئے ہالکاؤ آکر جب چینگ جی کو بند کی حفاظت کے سلسلہ میں رضاکارانہ خدمات پیش کرنا پڑیں تو اس نے سُو کے ساتھ ہی رہنا پسند کیا تھا۔

سُوکینگ سینگ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور سوتے ہوئے لوگوں پر سے چلتا ہوا باہر نکل آیا۔ اور پشتہ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ لالٹینیں ابھی بجھائی نہیں گئی تھیں اور ان کے آس پاس سینکڑوں پتنگے اور کیڑے ناچ رہے تھے اور لالٹین کی گرمی سے جل جل کر نیچے گر رہے تھے۔ سُو یونہی بے خیالی سے کھڑا ہو کر ان جلتے ہوئے پتنگوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے قریب کے شیڈ سے ایک زور کا قہقہہ بلند ہوا اور ایک عورت بھاگتی ہوئی اس کی طرف آئی "چچا سو" اس نے آواز لگائی۔ سُو نے لالٹین کی دھندلی روشنی میں آنکھیں گاڑ دیں اور عورت کو پہچان کر اس نے آہستگی سے سر ہلایا اور دانگ کو جگانے چل دیا۔

"اے دانگ۔ اٹھو۔ تمھیں ڈھونڈ رہا ہے کوئی" بوڑھے سُو نے دانگ کو جھنجھوڑا۔ دانگ اٹھ بیٹھا "ھسیو مِن ؟ !" دانگ کے منہ سے نکلا۔ تم اس وقت ؟ یہاں ؟ اکیلے ؟ تمھیں معلوم ہے یہاں رات کو آنا ٹھیک نہیں ہے اور ھسیو من اپنی تھکن بھول گئی وہ آہستہ سے مسکرائی۔ میں، میں تمھیں ہر طرف

ڈھونڈتی پھری۔ تقریباً ایک گھنٹہ سے یہ تم کو تلاش کرتی پھر رہی ہوں۔"
شیڈ کے اور لوگوں کو بے آرام نہ کرنے کے خیال سے وانگ نے ھئیومن کے بازو کو تھاما اور شیڈ سے باہر نکل آیا۔

" ممّا کیسی ہے؟ کیا ہوا؟ سب خیریت ہے؟" اس نے دھیمی آواز میں سوال کیا۔ اس کے لہجہ سے اضطراب نمایاں تھا۔ " ممّا ٹھیک ہیں ھئیومن نے کہا انھیں ڈر تھا کہ کہیں تم کو سردی نہ لگے۔ اس لئے کہ آج ہوا میں خنکی زیادہ ہے۔ اور اس لئے انھوں نے مجھے یہ بنڈی دے کر بھیجا ہے۔ وہ چاہتی ہیں کہ تم گرم رہو۔"

" لیکن مجھے سردی بالکل نہیں لگ رہی تھی" اس نے احتجاج کیا اور دل ہی دل میں اس بات پر خوش ہوا کہ ھئیومن کو اس کے پاس آنے کے لئے بہانہ مل گیا۔

" رات کو کچھ ہوا تو نہیں؟" ھئیومن نے بنڈی چینگ جی کے حوالے کرتے ہوئے سوال کیا اور جھک کر دریا کو جھانکنے لگی۔ " کیمپ میں تو بہت سی افواہیں پھیلی ہوئی ہیں کسی نے کہا پانی دو فٹ اور چڑھ گیا ہے۔ ہم سب لوگ سخت پریشان تھے۔ حتیٰ کہ وہ ننھی سی بہنو آہ۔ سوین بھی پریشان ہو گئی۔"

' نہیں فی الحال تو فکر کی کوئی بات نہیں، وانگ مسکرایا۔ دریا کی ہوا کے جھونکے بہت ٹھنڈے اور تیز تھے۔ وانگ نے وہ بنڈی پہن لی۔

" چینگ جی!" ھئیومن نے آہستگی سے اس کے بازو کو چھوا اور ایک کاغذ کا چھوٹا سا پیکٹ اس کے حوالے کر دیا۔ رات کے کھانے میں سے میں نے تھوڑا کھانا بچا لیا تھا۔ یہ کھا لیجئے۔ وانگ نے کھولا چاولوں کی ایک گیند سی بنی ہوئی تھی۔

یہ چھوٹا سا واقعہ بظاہر کسی محبت یا خلوص کا غماز نہیں ہے لیکن ایسے

ماحول میں جہاں کسی شخص کو پیٹ بھر روٹی بھی میسر نہ آ رہی ہو۔ وہاں یہ جذبہ اپنے اندر بہت بڑی قربانی رکھتا ہے۔ اور اسی لیئے چاولوں کے اس گولے کو دیکھکر وانگ چینگ چی کا دل مسرت سے جھوم اٹھا۔ اس نے ایک نظر ھیئومن پر ڈالی اس کا چہرہ زرد تھا۔ اور لالٹین کی پیلی روشنی نے اس کے چہرے پر اور بھی ہلدی پوت رکھی تھی۔

ھیئومن اسے بہت اچھی لگی۔ وہ سوچنے لگا کہ وہ کتنا خوش قسمت ہے کہ اسے ایسی اچھی لڑکی سے محبت ہو گئی اور اس کا جی چاہا کہ وہ اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لے۔ اپنی باہوں میں سمیٹ لے۔ دونوں دل ایک ساتھ دھڑکیں دھڑکیں دونوں ...... لیکن اسے ڈر تھا کہ کوئی دیکھ نہ لے اور اسی لئے وہ ہچکچاتا رہا۔

ھیئومن!" اس نے ھئومن کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں نرمی سے دبایا "ھیئومن" اس نے سرگوشی کی "میں چاہتا ہوں...... میں...... مجھے جب بھی موقع ملے گا میں تم کو دیکھنے کیمپ آؤں گا" اس نے ھیئومن کے لائے ہوئے چاول کے گولے پر نظر ڈالی۔ اسے اٹھایا اور ھیئومن کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ کھاؤ۔ کھا لو۔ یہاں بند پر ہم لوگوں کو جو کھانا ملتا ہے وہ مہاجر کیمپ سے بہتر بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی۔"

وہ مسکرائی اور اپنا سر ہلاتے ہوئے بولی "اچھا ہم دونوں کھائیں گے" اور یہ کہہ کر اس نے اس گولے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور دونوں آہستہ آہستہ اپنے حصے کے چاولوں کو نگلنے لگے۔ دونوں کے حصہ میں چند نوالے آ گئے تھے۔

" دیکھو ھیئومن یہاں اکیلے مت آیا کرو۔ اور رات کو تو کبھی مت آنا...... اور

ممّا سے کہنا میں بالکل ٹھیک ہوں۔ وہ ذرا فکر نہ کریں ۔۔۔۔ اور۔۔۔ اور بس"

"اچھا" چھیومن نے اٹھنے کے انداز سے کہا۔

"اور سنو۔ تم بھی اپنا خیال رکھا کرو۔ میں نے سنا ہے کہ کیمپ میں پیچش پھیل رہی ہے"

"جی اچھا"

اب غم کی کوئی بات نہیں ہے۔ کوئی فکر مت کرو۔ یہ سیلاب ختم ہوتے ہی ہم لوگ واپس گھر چلے جائیں گے اور ہم لوگوں کی شادی ہو جائے گی۔ چنگ جی نے اعتماد سے کہا اور چھیومن کی ٹھوڑی کو ہاتھ سے پکڑ کر اوپر کو اٹھاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اسے محسوس ہوا جیسے چھیومن کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے ہیں چھیومن نے جلدی سے اقرار میں گردن ہلائی اور جانے کے لئے مڑ گئی۔

وانگ چنگ جی اس جگہ نو وارد تھا۔ وہ سیلاب کی تباہ کاریوں سے پوری طرح واقف نہ تھا۔ اور اس وقت چھیومن کے رخساروں پر بہتے ہوئے آنسو دیکھ کر وہ نہیں سمجھ سکا کہ یہ آنسو کیوں ہیں؟ ان کا کیا مقصد ہے؟ کیا سبب ہے؟ صرف ایک خیال اس کے ذہن میں گردش کرنے لگا اور وہ یہ کہ کس طرح چھیومن کو آرام پہنچائے اور اسی خیال کے تحت اس نے اسے بازوؤں میں کھینچ لیا۔ اسے اپنے سینہ سے لگا لیا اور اس کے کان میں سرگوشی کرنے لگا۔

"چھیومن۔ چھیومن" وانگ نے کہا۔ غم مت کرو۔ رنج کے دن بہت تھوڑے ہیں۔ ایسے دن ہمیشہ تو نہیں رہیں گے۔ مجھے معلوم ہے یہاں ہر چیز اجنبی ہے عجیب ہے۔ تکلیف دہ ہے۔ لیکن سیلاب کا زور بہت جلد ٹوٹ جائے گا۔۔ چھیومن اور پھر ہم گھر واپس چلے چلیں گے۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ اور پھر ہم ہمیشہ

ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھی بن جائیں گے" وانگ نے ھسیومن کی بھیگی ہوئی پلکوں کو چوما اور اسے آہستگی سے چھوڑ دیا۔

وہ مسکرائی۔

دریا کی بپھرتی ہوئی موجیں دیوار سے سر ٹکراتی رہیں۔ طوفانی لالٹینیں بجھنے لگیں۔

—— اور جب وہ دونوں رخصت ہوئے تو دونوں خاموش تھے۔ بالکل چپ چاپ۔ وہ چلی گئی۔ وانگ چنگ چی کھڑا اس کے لہراتے ہوئے پیکر کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

بگل بجنے لگا۔ دن طلوع ہو رہا تھا۔

دریائے یانگ ٹسی پتھروں کے بنی ہوئی اس رکاوٹ کو پاش پاش کرنے کے لئے بپھر رہا تھا۔ امڈ رہا تھا۔ وہ اس بندش کو دور کرنے کے لئے سر ٹیک رہا تھا۔

۲

ہنیانگ اور وُوچنگ کی طرح ہانکاؤ بھی دریائے یانگٹزی اور اس سے ملحقہ ایک اور چھوٹے دریا ھین کے درمیان واقع تھا۔ ہانکاؤ کے مشرق میں یانگٹزی بہتا تھا اور ھین اس کے جنوب سے گزرتا تھا۔ گرمی میں جب برف پگھلتی یا جب برسات میں بارش کچھ زیادہ ہو جاتی تو ان ندیوں میں طغیانی آجاتی تھی۔ گرمی میں عموماً ان ندی نالوں اور دریاؤں میں پانی بہت چڑھ جاتا تھا۔ مٹیالے، پیلے رنگ کا یہ پانی بپھرتا، سر ٹپکتا مچلتا مشرق کی طرف بہتا رہتا اور طغیانی کے زمانے میں ہانکاؤ کے علاقہ میں ہمیشہ زور دکھاتا۔ عموماً یہ پانی پچاس فٹ تک بلند ہو جاتا تھا۔ اور وہاں سے بہہ کر ہر سال نشیبی علاقوں میں بھر جاتا۔ یہ اس دریا کا معمول تھا۔ یہ انسان کا ازلی دشمن صدیوں سے یہی کرتا آرہا تھا۔ اور اس لئے انسان نے اس کے خلاف تدبیریں

سوچیں۔ اس کے سرپھرے پن کو دور کرنے کے لئے اس نے بند تعمیر کئے۔ پشتے بنائے۔ ہانکاؤ وغیرہ کو محفوظ رکھنے کے لئے بھی ایک بڑا عظیم بند تعمیر کیا گیا تھا یہ بند اور پشتے شہر کو چاروں طرف سے محفوظ رکھتے تھے۔ ہانکاؤ کے شمال مشرق میں کئی میل تک پھیلا ہوا چنگ کنگ کا بند تھا۔ شہر سے باہر ناہموار زمین پر اس کی بلندی مختلف علاقوں میں حسب ضرورت گھٹتی اور بڑھتی رہتی تھی۔ کہیں یہ پچاس فٹ اونچا تھا اور کہیں صرف بیس فٹ اونچا تھا۔ اس عظیم بند کے سینہ پر ایک بہت بڑی وسیع شاہراہ گزرتی تھی۔ یہ بہت مضبوط اور عمدہ بند تھا۔ لیکن پتھر سے بنی ہوئی یہ عظیم رکاوٹ بھی سیلاب کے زمانے میں عموماً دغا دے جاتی تھی۔ دریائے یانگٹزی کا پانی دیواروں کو توڑ کر اندر گھس آتا۔ بند میں شگاف پڑ جاتے اور ایسے موقع پر اس کی مدد کے لئے مٹی۔ لکڑی اور ریت کے بوروں سے ملا کر پانی کے اس زور کو روکنے کے لئے ایک پشتہ سا تعمیر کر دیا جاتا تھا۔ لیکن یانگٹزی کا سرپھرا دریا کبھی ان سب کی پرواہ کئے بغیر اندر گھس آتا۔ بند کے پتھر بکھر جاتے پشتہ کی ریت بہہ جاتی۔ درخت۔ شہتیر سب پانی کے ریلے کے ساتھ بہہ جاتے۔

سنہ ۱۹۵۴ء میں یہ دریا پھر امڈ آیا تھا۔ ہر طرف تباہی مچ گئی تھی اور ہزاروں سیلاب زدہ مہاجر مختلف مقامات سے بھاگ کر مہاجر کیمپ میں پناہ لینے لگے۔ ان کو مہاجر کیمپوں میں بسا دیا گیا۔ شہر کے لوگ شہر کے مختلف ناکوں پر معمور تھے۔ اور باہر سے آئے ہوئے مہاجر بند کی تعمیر کے لئے کام آ رہے تھے۔ کچھ مہاجر ٹلینگ لنگ کے بند پہ بھیج دیئے گئے تھے اور چنگ کنگ کے بند کی مرمت کے سلسلے میں ہاتھ بٹا رہے تھے۔

ڈوبتے ساحل

گزشتہ چند دنوں سے بارش بڑی سخت ہو رہی تھی ۔ اور دریا کا پانی اس بارش سے بہت چڑھ گیا تھا ۔ اس لئے ان مہاجر کیمپوں سے سینکڑوں کارکن اور مزدور حاصل کئے گئے تھے ۔

—— دریا کی لہریں سر اٹھاتی ایک دوسرے کے تعاقب میں دوڑتی بند کی دیواروں سے ٹکراتیں ۔ جھاگ اچھلنے لگتا ۔ بند کی دیوار دہل جاتی اور تمام شہر کی زندگی ایک نئے خطرے سے دوچار ہونے لگتی ۔ اس کے باوجود یہ مزدور اور کارکن بہت ہی کاہلی اور سستی سے کام کرتے نظر آتے تھے ۔ جیسے وہ بے جان ہوں ۔ جیسے یہ بے گار ہو ۔ جیسے بند کا تحفظ ان کا اپنا تحفظ نہیں ہے کسی اور کا مسئلہ ہے ۔

—— اور چینگ ہی حیران تھا ۔ وہ تقریباً چوبیس گھنٹے سے بالکل نہیں سویا تھا لیکن اس کے باوجود وہ پوری قوت اور تندہی سے کام کر رہا تھا ۔ اور اس نے کام سے ایک لمحہ کو رک کر دریا پر نظر ڈالی ۔ جھاگ اڑاتا دریا بڑے شور کے ساتھ بہہ رہا تھا ۔ اور وانگ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ " اس کڑی جدوجہد میں لوگ آخر سستی اور کاہلی کیوں برت رہے ہیں ۔ یہ موت اور حیات کا مسئلہ ہے ۔ یہ زندگی اور موت کی جنگ ہے ۔ پھر ایسے اہم مسئلہ پر یہ بے تعلق کیوں ؟ یہ لاپرواہی کیسی ؟ اس وقت ذرا سی نرم روی سستی اور لاپرواہی ہانگکاؤ کے ہزاروں انسانوں کے لئے موت کا پیغام بن سکتی ہے ۔ خود ان کی اپنی موت کا سبب بن سکتی ہے ۔ پھر ۔ پھر بھی یہ سستی ؟ " اور اس بات کی وجہ دریافت کرنے کے لئے وہ شوکینگ سینگ کو ڈھونڈنے لگا اور جب اس نے چچا شو سے یہ بات پوچھی تو وہ غصہ

ہوگیا۔

"دوسرے کیا کرتے ہیں۔ اس کی پرواہ مت کرو۔ دوسروں کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے" چچا شُو نے تیز لہجے میں جواب دیا۔ "تم اپنے کام سے کام رکھو جاؤ"

اور وانگ چنگ کو چچا کا یہ انداز بڑا بُرا لگا۔ آخر اس بات کا اس قدر کڑوا جواب کیوں دیا گیا ہے اور پھر یہ تو کوئی جواب ہی نہیں ہوا" جاؤ۔ دوسروں کی پرواہ نہ کرو۔ اپنا کام کرو۔ ہونہہ" اس نے غصہ سے سوچا اور ابھی وہ چچا شُو سے کچھ کہنا ہی چاہ رہا تھا کہ اچانک شور مچنے لگا۔

"ریت کے بورے بھیجو" کسی نے آواز لگائی

"ریت کے بورے بھیجو" کئی لوگ چلائے

"سیکشن آٹھ۔ ہوشیار۔ بند میں شگاف پڑگیا ہے" لاؤڈ اسپیکر گونجا۔

"چلو۔ جلدی کرو۔ تھیلے پہنچاؤ۔ اے جلدی کرو۔" فوجی چیخے

اور چنگ چی گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے دیکھا کہ تین چار کمیونسٹ فوجی بھاگ کر لوگوں کو کام کے لئے آواز دے رہے ہیں۔ لیکن مزدور دانستہ ان سے کنی کاٹ رہے ہیں۔ اور خود کو مصروف ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ فرانگ نے محسوس کیا کہ وہ اکیلا آدمی تھا۔ جو ان فوجیوں کی طرف متوجہ تھا۔

"جلدی آؤ" ایک فوجی نے اس سے کہا "سیکشن آٹھ کی طرف جلدی جاؤ۔ اور شگاف پلٹنے میں ان کی مدد کرو۔ جاؤ۔" وانگ چنگ چی گھبراہٹ میں کوئی بات نہ کرسکا اور ان کے احکام کی تعمیل کے لئے روانہ ہوگیا۔ ایک اور فوجی نے روک کر اسے حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی لے لے تاکہ

" اگر ہمیں صرف سو بندوقیں مل
جائیں تو ہم یہاں ہنگامہ برپا
کردیں " لو نے حقیقت پسندانہ
انداز میں کہا ۔

بوروں کی فراہمی کا کام ہو سکے۔ وانگ نے اپنے چاروں طرف دیکھا۔ اسے لی اور چانگ قریب ہی کھڑے ہوئے نظر آئے۔ اس نے ان دونوں کو بازو سے تھام لیا اور ان کو لیکر سیکشن آٹھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ ان مزدوروں میں شامل ہو گیا جو سیکشن آٹھ کو ریت کے بورے فراہم کر رہے تھے۔ چنگ چی وہاں سے آگے بڑھ کر شگاف پاٹنے کے کام میں مصروف ہو گیا۔ شگاف زیادہ بڑا نہیں تھا۔ آسانی سے بھر گیا۔ پھر بھی اس کام میں تقریباً پانچ گھنٹے صرف ہوئے تھے اور وانگ اس دوران میں مسلسل کام کرتا رہا تھا۔ اس نے ایک لمحہ کو پسینہ پوچھنے کے لئے بھی ہاتھ نہیں روکا تھا۔ پانچ گھنٹے کے بعد ان کا کام ختم ہو گیا۔ لیکن رخصت سے پہلے ایک سپروائزر نے میز پہ کھڑے ہو کر بڑی لمبی چوڑی تقریر کی۔ اس کی آواز بڑی پائدار تھی۔ اسنے اپنی تقریر میں اس شگاف کی تباہ کن اہمیت پر تبصرہ کیا۔ اور ان کی بہادرانہ کوششوں کی داد دی۔ اور چنگ چی کو محسوس ہوا جیسے یہ آدمی کچھ مبالغہ سے کام لے رہا ہے۔ اسنے خطرہ کو بھی بہت بڑھا چڑھا کر بیان نہیں کیا ہے اور ان کے کام کو بھی ضرورت سے زیادہ سراہا ہے۔ تقریر کے دوران میں اس نے سپروائزر کو غور سے دیکھا۔ اس کے سینہ پر ایک ہر اتمغہ آویزاں تھا جس پر اس کا نام چیو آئی ہنگ لکھا ہوا تھا۔ اور آخر پانچ گھنٹے کے بعد وہ اپنے سیکشن لوٹ گیا

وانگ نے سوچا تھا کہ وہ واپسی میں لی اور چانگ سے اس بند کی مرمت اور تعمیر پر گفتگو کرے گا تفصیلی گفتگو۔ لیکن اسے چانگ کہیں نظر نہیں آیا۔ لی اسے سر جھکائے جاتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے آگے بڑھ کر لی کو آواز دی۔ مگر لی نے کوئی جواب نہیں دیا صرف اس نے غرا کر دانت پیسے اور منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا۔ وانگ جب تالیس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ چانگ ایک بڑے سے پتھر پہ اکڑوں بیٹھا ہے۔

"ارے چانگ؟ تم کب واپس آئے!... اتنی جلدی کیسے لوٹ آئے" چینگ جی نے اپنے بازو ہوا میں پھیلائے "یار پانچ ساڑھے پانچ گھنٹے کی مسلسل محنت نے جسم کا پرزہ پرزہ ڈھیلا کر دیا ہے۔ بہت تھک گیا ہوں"

"تھک گئے ہو؟ کیوں؟ جانباز ہیرو۔ سیلاب کا منہ پھیر دینے والا عظیم نجات دہندہ اور تھک جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے" چانگ نے طنز کیا اور چینگ جی کی طرف سے پیٹھ پھیر لی۔

"بات کیا ہے چانگ" وانگ نے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا "میں نے تو تم سے کوئی ایسی بات نہیں کہی۔ کہی ہے میں نے؟"

"نہیں! نہیں! تم کیا کہو گے۔ تم تو بڑے معصوم ہو۔ تم کسی کو تکلیف تھوڑی ہی پہنچاتے ہو" چانگ نے منہ بناتے ہوئے مذاق اڑایا اور حقارت بھرے انداز میں زمین پر تھوک دیا اور پشتہ پر کام کرنے والے دوسرے مزدوروں پر نظر دوڑائی جیسے وہ اپنے اس انداز کی داد طلب کر رہا ہو۔ وانگ حیران تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ تھوڑی دیر اسی متذبذب حالت میں کھڑا رہا اور پھر اسی بڑے پتھر کے ایک سرے پر بیٹھ گیا۔ اور اپنے ہاتھوں پر لگی ہوئی میل، مٹی صاف کرنے لگا۔ اور بولا

"مجھے کم از کم اتنا تو بتا دو کہ آخر تم کو ہوا کیا ہے۔"

لی بھی وہیں آ گیا۔ وہ یونہی بے پرواہی سے چلتا ہوا آیا اور وانگ چینگ جی کے پنجے پر چڑھ گیا۔ لکڑی کے بھاری جوتوں تلے اس کا پنجہ کچل گیا۔ تکلیف سے چینگ جی اچھل پڑا۔ لی نے فوراً ہی معذرت پیش کی۔ اور معافی طلب کرنے لگا۔

"ہونہہ جانباز۔ دلیر اور بہادر ہیرو ذرا سے درد سے ڈر گیا۔ خوب" چانگ نے بڑبڑ

بیٹھے ہوئے پھر تیر چھوڑا اور یہ تیر نشانہ پر بیٹھ گیا۔ چنگ چی کو غصہ آگیا۔" تم سب کو آخر کیا ہو گیا ہے ؟" وہ غصہ سے چیخا "میں نے تمھارا کیا بگاڑا ہے۔ آخر تم لوگ ہاتھ جھاڑ کر میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

" پڑ گئے ہیں۔ مرضی۔ پھر" چانگ نے اپنے کندھے تولے اور اس کے برابر اکڑ کر کھڑا ہو گیا۔" تم کیا کر لوگے کسی کا"

"آخر تمھارا منشا کیا ہے" چنگ چی غصہ سے بل کھانے لگا۔ جیسے وہ ابھی مار پیٹ کر بیٹھے گا۔

" ارے تم دونوں۔ خاموش رہو۔ لڑو مت۔ بیٹھ جاؤ" لی نے بیچ بچاؤ کیا اور دونوں کو علیحدہ کرنے لگا۔ لیکن علیحدہ کرتے وقت اس نے دانستہ وانگ کو اس زور سے دھکا دیا کہ وہ لڑکھڑا گیا۔ اور گرتے گرتے بچا۔

——— لی کی اس حرکت سے وانگ سمجھ گیا کہ دونوں اس سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اور چونکہ وہ خواہ مخواہ کسی جھگڑے میں پڑنے کا خواہش مند نہیں تھا۔ اس لئے اس نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کیا اور وہاں سے ہٹ گیا۔ وہ بہت تھکا ہوا اور مضمحل تھا۔ وہ کسی خاموش اور پرسکون جگہ کی تلاش میں تھا۔ جہاں وہ تھوڑی دیر آرام کر سکے۔ لیکن ایک اور سپروائزر نے اسے دیکھ لیا۔ اور اسے بند پر مٹی اٹھانے کے لئے لگا دیا۔ اور وہ وہاں پر کام کرنے لگا۔ دن رینگتا رہا۔ اس کے اعضا شل ہو گئے۔ اس کی ہمت جواب دینے لگی۔ لیکن وہ کام کرتا رہا اور آخر شام ہو گئی۔ سانولی شام کا دھندلکا چاروں طرف پھیل گیا۔ وہ اس وقت تھکن سے چور ہو چکا تھا۔ اور اس محنت سے بے ہوش ہو کر گرنے کے قریب

تھا کہ اسے چھٹی مل گئی ۔ اور وہ اپنے شیڈ لوٹ آیا ۔
سرخ شیڈ آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا ۔ جیسے ہی وہ داخل ہوا چانگ نے جو وہیں بیٹھا ہوا تھا ایک نعرہ لگایا "جانباز ہیرو ۔ زندہ باد ۔ سیلاب سے نجات دہندہ ۔ پائندہ باد ۔ لیکن چنگ چی نے منہ پھیر لیا ۔ اور اپنی مقررہ جگہ پر لیٹ گیا ۔ آج اس نے بہت کام کیا تھا ۔ اس سے زیادہ کام اس نے آجتک نہیں کیا تھا ۔ وہ جسمانی مشقت اور محنت کا عادی نہیں تھا ۔ اور اس لئے آج کا یہ کام اسے بڑا تکلیف دہ محسوس ہوا ۔ اس کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا ۔ جسم کے روئیں روئیں سے ٹیسیں اٹھ رہی تھی ۔ جس وقت اسے چھٹی ملی تھی اس وقت وہ تھکن سے گرنے والا تھا ۔
" چنگ چی " شوکینگ سینگ نے کہا ۔ "میرا خیال ہے اب تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ کام کس قدر مشکل اور تکلیف دہ ہے ۔ کیا خیال ہے "
چنگ چی نے ایک تھکی ہوئی نظر شو پر ڈالی اور خاموش لیٹا رہا ۔
" یہ تو بہت جلد مثالی مزدور اور ہیرو بننے والا ہے " چانگ نے غراتے ہوئے کہا " کاش آپ سب اسے کام کرتے ہوئے دیکھتے ۔ اے سبحان اللہ ۔ کیا جوش تھا ۔ کیا ولولہ تھا ۔ کیا ہمت تھی ۔ کیا قربانی کا جذبہ تھا ۔ ہونہہ دوسروں کو بھی قربان کر دینے کا جذبہ ۔

اور اچانک چنگ چی کو خیال آیا کہ یہ دونوں اس سے اس لئے ناراض ہیں کہ وہ ان دونوں کو پکڑ کر اپنے ساتھ سیکشن آٹھ میں مزدوری کے لئے لے گیا تھا ۔ حالانکہ یہ لوگ اس کام سے بچنا چاہتے تھے اور ان افسروں سے کترا رہے تھے ۔

یہ سوچ کر وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔

"چانگ۔ یہ میرا خیال نہیں تھا۔ میں نے تم کو وہاں نہیں پھانسا تھا۔ مجھے تو حکم ملا تھا۔ وہی میں نے کیا" وانگ نے معذرت پیش کی۔

"بیشک۔ بیشک۔ یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ تمھارا حکم نہیں تھا۔ یہ دوسروں کا حکم تھا اور ابھی خود حکم دینے کے لئے تم کو بہت دن کام کرنا ہوگا" چانگ نے پھر ڈنگ مارا "اور اگر تم کبھی حکم دینے کے قابل ہو گئے تو مصیبت ہو جائے گی۔ آدھا ہانکاؤ تو ختم ہو جائے گا۔"

اب وانگ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ وہ غصہ سے اچھل پڑا۔ لیکن سوکینگ سینگ نے اسے پکڑ لیا۔ اور زبردستی لٹا دیا۔

"خاموش رہو۔ اور سو جاؤ۔ تم کو آدھی رات سے چوکیداری کرنا ہے" سُو نے سمجھایا۔

چینگ چی۔ ایک منٹ کے لئے ہچکچایا پھر بڑبڑا کر لیٹ گیا اور کروٹ بدل لی۔ تھوڑی دیر کے بعد سوکینگ سینگ اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

"زیادہ جوش مت دکھایا کرو صاحبزادے"۔ سُو نے آہستگی سے کہا۔ وانگ نے حیران نظروں سے سو کی طرف دیکھا۔

یہاں کی حالت پہلے سمجھ لو۔ جو بات تمھاری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہر شخص جو اس بند اور پشتہ پہ کام کر رہا ہے وہ ان فوجیوں سے نالاں ہے۔ ان سے ناراض ہے۔ اور اس لئے تم بس اپنے کام سے کام رکھو۔ بقیہ ہر چیز کو بھاڑ میں جھونکو۔ سمجھے۔ اور میرے خوردار زیادہ سوال وغیرہ مت کیا کرو۔ صبح تم

نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آخر یہ سب لوگ اس قدر سستی اور کاہلی سے کام کیوں کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ کمیونسٹوں سے نفرت کرتے ہیں۔ صبح کے وقت تم سے یہ کہنا مناسب نہیں تھا۔ اس لئے کہ آس پاس سینکڑوں لوگ موجود تھے اور نہ معلوم ان میں سے کتنے مخبر تھے۔

"کمیونسٹوں سے نفرت کرتے ہیں" چانگ چنگ نے حیرانی سے سوال کیا۔

"لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس لئے کہ اگر بند ٹوٹ گیا تو وہ اس سے ختم نہیں ہوں گے اور اگر ختم بھی ہوئے تو ہم بھی، تو ساتھ ختم ہو جائیں گے" وانگ اب تک نہیں سمجھ سکا تھا۔ کہ ان دونوں باتوں میں کیا ربط ہے۔ کمیونسٹوں سے نفرت سستی کا سبب کس طرح بن گئی ہے۔

"ہونہہ" سوکینگ سینگ نے اقرار میں سر ہلایا اور اس کے ہونٹوں پہ زہر بھری مسکراہٹ ناچنے لگی۔ "یہ بند ٹوٹے یا نہ ٹوٹے ہم تو ختم ہو ہی جائیں گے۔ صرف وقت کی بات ہے۔ آج نہیں مریں گے کل مر جائیں گے۔ جب موت آنا ہی ٹھہری تو جلدی آئے یا دیر سے کیا فرق پڑتا ہے"۔

"لیکن ہم لوگ تو بند کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں" وانگ نے ٹوکا۔

"برخوردار۔ تم تو واقعی ہیرو وغیرہ بننے کے چکر میں ہو" سُو نے قہقہہ لگایا۔

"جی نہیں" وانگ شرما گیا اور ساتھ ہی جھنجھلا سا گیا۔ "نہ تو میں ہیرو بننا چاہتا ہوں۔ نہ میں بنوں گا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جب ہم کو ایک ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ تو ہم کو اسے پوری سنجیدگی سے قبول کرنا چاہئے۔ پھر مجھے بتائیے کہ اس کاہلی سے آخر کیا فائدہ ہوگا۔

"برخوردار۔ یہ ضمیر و میر کا معاملہ نہیں ہے۔ اس بکھیڑ میں مت پڑو۔ اس سے تم کو کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ ابھی تم ان کے تمام ہتھکنڈوں سے واقف نہیں ہوئے ہو
وانگ چنگ چی خاموش رہا۔ وہ کمیونسٹوں کے خلاف پھیلی ہوئی نفرت سے بخوبی واقف تھا لیکن سیلاب کی روک تھام اور انسداد کے مسئلہ کو وہ ایک علیحدہ مسئلہ سمجھا جاتا تھا۔" وہ دوسرا معاملہ ہے"
اس نے سوچا۔" آخر اس کا گھر بھی تو اس سیلاب کی نذر ہو گیا تھا"۔
" بند کا دروازہ تڑخ گیا ہے" کسی نے آواز لگائی۔
" سیلابی دروازہ میں دراڑ پڑ گئی ہے۔ پانی رس رہا ہے" کوئی پکارا اور بند کے اوپر ہل چل مچ گئی۔
وانگ اٹھنے لگا۔ سُو نے اشارہ سے روک دیا۔
"آگے بڑی دشواریاں پیش آنے والی ہیں برخوردار۔ اپنی قوت بچا کر رکھو۔ ہر چھوٹے موٹے کام میں خواہ مخواہ دخل مت دو۔ اپنی قوت محفوظ رکھو" چچا سُو نے ہدایت کی۔ اور وہ ان کی ہدایت کے مطابق لیٹا رہا۔ اس دراڑ کی فوری مرمت کے لئے مزدور کام پر لگ گئے۔ لیکن وانگ چنگ لیٹا رہا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ یہ بات اس قدر معمولی نہیں ہے۔ سیلابی دروازہ کی دراڑ بڑھ کر شگاف میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ اس سے پانی رس رہا ہے یہ آگے بڑھ کر بند کی دیواروں کو توڑ سکتا ہے۔ لیکن اس بند پر تو تھوڑی دیر کے بعد کوئی نہ کوئی ایسی اہم مرمت نکل رہی تھی۔ لوگ مسلسل کام کر رہے تھے۔ ان کو آرام کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ وانگ نے اٹھ کر دریا پر نظر ڈالی۔ اسے محسوس ہوا جیسے دریا کا پانی

کچھ اور چڑھ گیا ہے۔ یکایک بند پہ دوسرچ لائٹوں کی روشنی پھیل گئی اور لاؤڈ سپیکر چیخنے لگا۔ حفاظتی پشتہ کی تعمیر کے لئے فوراً تیار ہو جایئے۔ پشتہ کی تعمیر ازحد ضروری ہے۔ سیکشن نو ہوشیار۔ جلدی تیار ہو جاؤ۔ فوراً تیار ہو جاؤ۔"

تمام بتیاں روشن کر دی گئیں۔ لاؤڈ سپیکر کی آواز۔ لوگوں کی چیخ و پکار مل کر دریا کے شور کے ساتھ گونجنے لگی۔ سینکڑوں مزدور ریت بھر بھر کر لانے لگے۔ شگاف پاٹا جانے لگا۔ چننگ چی اور اس کے دوسرے ساتھیوں کو بھی کام کرنے کے احکامات مل گئے وہ پھر کام پہ لگ گیا۔ لیکن اب اس میں پہلا سا جوش و خروش نہ تھا۔ بلکہ کچھ تھکن اور بد دلی شامل ہو گئی تھی۔ یہ واقعی بڑا اہم موقعہ تھا۔ اس وقت کسی قسم کی دیر بہت نقصان کا سبب بن سکتی تھی۔ وانگ جب سے اس بند پر آیا تھا۔ پہلی بار اسے محسوس ہوا تھا کہ صورت حال واقعی خطرناک ہے۔ اس کے باوجود وہ اس وقت آہستگی سے کام کر رہا تھا!

مزدوروں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ تاکہ مرمت کا کام دن رات ہر وقت جاری رہ سکے اور پشتہ پر کام کے لئے ان کو ہر لمحہ تازہ دم آدمی مل جائیں۔ ان گروپوں کو بند کے مختلف حصوں پر متعین کر دیا گیا تھا۔ سیکشن نو۔ بڑا غیر منظم اور بے ترتیب تھا۔ لوگوں کے کام کے اوقات مقرر نہ تھے۔ بعض کو مسلسل ڈیوٹی دینا پڑتی تھی۔ کام۔ پھر کام۔ لگاتار کام اور اسی وجہ سے وہ لوگ سستی برتنے لگے تھے۔ اور اس لئے ہر گروپ کے اوقات کار مقرر کر دیئے گئے تھے بند کی حفاظت پر معمور کمونسٹ فوجیوں کا خیال تھا کہ اس سے حالت بہتر ہو جائیگی اور کام میں آسانی رہیگی۔ یہ لوگ خود کوئی کام نہیں کرتے تھے وہ صرف

نگرانی کرتے رہتے اور ان مزدوروں کو ہدایتیں دیا کرتے تھے۔
سو کینگ سینگ۔ نئے گروپ میں ۱۷ کا فورمین مقرر ہوا تھا۔ اور چنگ چی نے
اس بار بھی اسی کے تحت کام کرنا پسند کیا تھا۔
کام کرتے ہوئے چنگ چی نے آس پاس دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے برابر
لوہائی پنگ کام کر رہا ہے۔
لوہائی پنگ کو وہ پہلے سے جانتا تھا۔ وہ اور ہائی پنگ دونوں سلنگ جارج سے
ساتھ ہی بھاگ کر آئے تھے۔ وہ اس دوران میں ایک دوسرے کو جاننے لگے
تھے۔ اور اس کے بعد ہانگ کانگ میں بھی دونوں ایک ہی مہاجر کیمپ میں ٹھہرے
ہوئے تھے۔ لوہائی پنگ بڑا خوش مزاج آدمی تھا۔ وہ انتہائی پھکڑ اور مسخرا شخص
تھا۔ وہ چنگ چی کے ساتھ زمین کھودتا رہا۔ یکایک وہ کھڑا ہو گیا اور بولا۔
"ایسے موقع پر ہم کو اگر صرف سو بندوقیں مل جائیں تو ہم تخت الٹ دیں
گے" اس کی آواز بہت سنجیدہ تھی۔
"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا" چنگ چی نے حیرانی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
"یا خواب دیکھ رہے ہو"
"اونہہ" لوہائی پنگ نے کہا۔ خواب کیسا بھیّا۔ یہ میں نے بہت سوچ بچار کر
کہا ہے۔ ہر پہلو پر غور کر لیا ہے میں نے۔ ہاں سو بندوقوں سے ہم اس بند کے
بہت سے سیکشنوں پر قبضہ کر لیں گے۔ وہاں سے ہم کو بارود۔ گولیاں اور مشین گنیں
مل جائیں گی۔ اپنے پاس آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔ بیس تیس ہزار آدمیوں کو
اکٹھا کرنا کونسا مشکل کام ہے۔ اور پھر اس بند پر تو یہ کام آسانی سے ہو جائے گا

بس صرف اتنی سی بات ہے کہ ہم اچانک چل پڑیں۔ ان کو خبر تک نہ ملنے پائے پھر تو سب مزدور ہمارا ساتھ دے دیں گے۔ ریلوے لائن کل تک سیلاب میں بہہ جائے گی۔ پھر کمیونسٹ اگر چاہیں تو بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

"اے ہائی پنگ۔ خاموش رہو۔ بکواس مت کرو۔" چنگ چی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بندوقیں آسمان کی طرف سے نہیں برسا کرتیں۔"

"لیکن بھیّا۔ اپنے کو یہ پتہ ہے کہ بندوق کس طرح ملتی ہے" اس نے دانت چمکائے اور ایک آنے والے کمیونسٹ فوجی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ بس اس طرّم خاں کو ہاتھ لگانے کی دیر ہے۔ پیچھے جاکر ہاتھ ڈالا بس۔"

"خدا کے لئے اپنی بکواس بند کرو۔ اور بکنا ہی ہے تو کچھ اور بکو۔" چنگ چی نے پریشانی سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔ پھر بات بدلنے کے لئے بولا۔ تم کیمپ سے آئے ہو نا ابھی!"

"تین دن سے مسلسل یہاں لگا ہوا ہوں پہلے دوسری جگہ تھا۔ اب اس گروپ میں بھیج دیا ہے" اس نے زمین پر پھاوڑا مارتے ہوئے کہا۔ "آج میں اپنی بیوی کو دیکھنے واپس جانا چاہتا ہوں" اور اچانک ہی وہ مرجھا گیا۔ اور اس کا چہرہ افسردہ ہو گیا

"ہونہہ" اس نے ایک لمبی سانس لی "نہ کھانا ہے نہ پینا۔ میرا بچہ جب پیدا ہوا تھا تو اب سے زیادہ تندرست دکھائی دیتا تھا۔ میری بیوی بھی بیمار ہے۔ اللہ جانے یہ سیلاب کب ختم ہوگا اور ہم کب لوٹیں گے۔" اور اس نے پھاوڑا چلانا شروع کر دیا۔

"میں بھی آرہا ہوں" کسی نے زور سے کہا اور ایک شخص ان کی طرف آ گیا۔

یہ دونوں اس سے واقف تھے۔

"وانگ لُوپاؤ!" لوہائی پنگ نے اس کو مخاطب کیا "عجیب اتفاق ہے کل پچھلے حصہ میں بھی ہم تم ساتھ ہی کھدائی کر رہے تھے۔ اور آج یہاں بھی اکٹھے ہو گئے۔

"ہونہہ۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہاں، نیچے کی نسبت زیادہ آسانی ہے" وانگ لُوپاؤ نے جواب دیا۔ "اے چینگ چی تمھاری ماں نے کہا تھا کہ میں تم سے کہہ دوں کہ اپنا خیال رکھیو بیٹا سردی زیادہ ہے آج کل۔ ذرا بندی اوڑھے رہیو اچھا"

"یار تیری ماں اب تک تجھے ننھا بچہ سمجھتی ہے" لوہائی پنگ نے قہقہہ لگایا۔ کسی دن چُسنی بھجوا دے گی تجھے .... " ویسے یار ماں بھی بڑی نعمت ہے اور اس کی قربت کیا کہنا؟ - خیر۔" یہ کیا ہوا وہ لُوپاؤ کی طرف مڑ گیا۔ "اے لُوپاؤ۔ میری بیوی سے ملا تھا"

"ہاں ملا تھا۔ وہ اور تمھارا بچہ دونوں ٹھیک ہیں۔ اس نے کہا ہے کہ تم بالکل فکر مت کرو۔"

اتنے میں سوکینگ سینگ آگیا "اے تینوں جلدی جلدی کام کرو۔ جلدی سے کھدائی کرو" اس نے آکر حکم دیا۔

لوہائی پنگ نے اس کو دیکھ منہ بنایا اور مذاق اڑانے کے لہجہ میں کہنے لگا۔

"مبارک ہو فورمین صاحب ..... خدا تمھیں ...."

"خاموش کام کیے جاؤ" سوکینگ سینگ نے دیکھے سے ٹوکا "یہ باتیں ختم کرو۔ اگر کسی نے سن لیا تو شامت آجائے گی"! اور یہ کہہ کر تھوڑا آگے بڑھ گیا۔

"ہونہہ - یہاں بھی دور صحنی سے باز نہیں آتا" ہائی پنگ نے غصہ سے کہا "ادھر

بھی گٹھ جوڑ اُدھر بھی جوڑ توڑ دونوں طرف چلتا ہے" اور اس نے حقارت سے زمین پر تھوک دیا۔

"کسے کہہ رہے ہو۔ کس کو کہہ رہے ہو کچھ" آنے والے نے سوال کیا۔ وہ ابھی ابھی وہاں آیا تھا۔ اور کسی نے اسے اب تک نہیں دیکھا تھا۔ وانگ نے اسے پہچان لیا یہ لی تھا۔ جو کل اس سے لڑ بیٹھا تھا۔

"تمھارا کیا خیال ہے لی" ہائی پنگ نے اس سے سوال کیا۔

"ہونہہ میں نہیں سمجھتا کہ وہ دونوں طرف جوڑ توڑ کرتا ہے۔ آج کل وہ ان لوگوں کا تو معتوب ہے۔ میں نے خود چو پائی ہنگ کو اس پر ناراض ہوتے دیکھا ہے اور برا بھلا کہتے سنا ہے" اور یہ کہہ کر وہ وانگ کی طرف مڑ گیا۔ "کہو میرے جانباز ہیرو" لی نے کہنی سے اس کو ٹھوکا دیا "اب بھی وہی تیور ہیں کیا میرے یار" اس نے ہنس کر کہا۔ وانگ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس کی طرف مڑ کر دیکھا بھی نہیں۔ لیکن لی اس سے پھر مخاطب ہو گیا وہ بہت دوستانہ لہجہ میں آہستہ آہستہ کہنے لگا۔

"تم پڑھے لکھے ہو۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن بہت سی باتیں ایسی ہیں جو تم نہیں جانتے اب یہاں کے حالات سے تم پوری طرح واقف نہیں ہو۔ تم۔ ایس۔ او۔ بی۔ ایس کے لئے جان توڑ کر محنت کر رہے ہو۔ اور اس کے جواب میں ان کی طرف سے تم کو ہمدردی بھی وصول نہ ہو گی۔ بہتر سلوک کی توقع تو فضول ہے۔ ہم اور تم ایک ہی جگہ سے یہاں آئے ہیں۔ یاد رکھو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ وہ لفظ بہ لفظ صحیح ہے"

وانگ چینگ چی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے زمین کو تکتا رہا۔ لی نے ایک قہقہہ لگایا اور ٹوپاؤ سے بولا کہ "کل تو مجھے اور چانگ کو اس پر اتنا غصہ آیا تھا کہ ہم اس پر تھوکنا چاہتے تھے۔

"خیر چھوڑو" ہائی پنگ نے مداخلت کی۔ اور چنگ چی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔" یار! تم بڑے بے وقوف آدمی ہو۔ میرے شہزادے۔ اگر بند ٹوٹنے ہی والا ہے تو تم اکیلے کیا کر لو گے۔ صرف تمھارے روکنے سے بند تو رُکے گا نہیں۔ اس لئے آرام کرو۔ اور ہر چیز کو آہستہ آہستہ اطمینان سے کرو۔ کیا سمجھے؟" اور یہ کہتے کہتے وہ پھر سنجیدہ ہو گیا۔

" کاش سو بند وقیں مل جائیں۔ پھر۔۔" وہ کہنے لگا۔

"پھر تمھارا مرض شروع ہو گیا۔ لی نے ہنستے ہوئے کہا۔" آخر یہ بات کب تک کہتے رہو گے۔ ہر جگہ کہنے سے صرف ایک نتیجہ نکلے گا۔ اور وہ یہ کہ ان کو خبر ہو جائے گی اور تم اللہ کو پیارے ہو جاؤ گے" اس نے چاروں طرف غور سے دیکھا اور بولا کہ " تم میں اور چانگ میں یہ بڑی خامی ہے۔ تم دونوں پیٹ کے اس قدر ہلکے ہو کہ جو جی میں آئی کہہ دی۔ موقع دیکھا نہ محل۔ ذرا سی بات ملی اور کہہ دی۔"

" مجھے موت سے تو ڈر لگتا نہیں" لوہائی پنگ نے اکڑتے ہوئے کہا "میں ہزاروں بار اپنی بیوی سے کہہ چکا ہوں کہ سن نیک بخت۔ پشتہ پر کام کرنے والے کی زندگی اور موت کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ اسے ہر لمحہ موت آ سکتی ہے۔ اس لئے اگر میں مر جاؤں تو رونے دھونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس سے کچھ

فرق نہیں پڑے گا۔ صرف میرے بچے کو پال کر بڑا کر دینا۔ اس میں کوتاہی نہ ہو۔ بچہ پالنا تیری ذمہ داری ہے۔ خواہ کچھ کرنا پڑے۔ چوری کرنا۔ ڈاکہ ڈالنا۔ شادی کرنا۔ چھنال بننا۔ کچھ کرنا۔ چکلے میں بیٹھ جانا۔ غرض نیک بخت جو چاہے کرنا۔ تجھے پورا اختیار ہے۔"

"تم اس قدر قنوطی کیوں ہو" چینگ چی نے اسے حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ قنوطی؟ یہ کیا ہوتا ہے۔ یار تم بوژروا لوگ پڑھ لکھ کر کچھ عجیب قسم کے ہو جاتے ہو۔ اس ماحول میں ان پرانی رسموں اور وہموں سے کب تک چمٹے رہو گے۔"

لوہائی پینگ نے قہقہہ لگایا۔ "میں تو کہتا ہوں کہ کوئی عورت۔۔۔۔"

"بس بس۔ کافی ہے" چینگ چی نے اس کی بات کاٹی۔ اور وہاں سے ہٹ کر تھوڑی دور پر جا کر کام کرنے لگا۔ جہاں اسے یہ گفتگو سنائی نہ دے۔ بوڑھے بھرتے رہے۔ وانگ اب گیلی مٹی سے پشتہ کی دیوار کو پاٹ رہا تھا۔ اور وانگ ڈو یا ڈ پشتہ کے اگلے حصہ میں شہتیر لگا رہا تھا۔

شام ہوتے سے تھوڑی دیر پہلے ان کو کھانا تقسیم ہونے لگا۔ تمام مزدور چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ کر کھانا کھانے لگے۔ ان کو یہاں دو وقت کھانا ملتا تھا۔ حالانکہ بعض اوقات وہ بیس بیس گھنٹے تک مسلسل کام کرتے رہتے تھے۔ کھانے کے دوران میں لاؤڈ سپیکر چیخنے لگا۔

"دریائے چینگ کے رخ بدلنے والے سیلابی دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ جنوب کی مرکزی تحفظِ سیلابی کمیٹی نے ریاستی کونسل سے درخواست کی تھی ریاستی کونسل نے اس تجویز کو منظور کر لیا ہے۔ سیلاب کے زور کو کم کرنے کے

لئے دروازے ۲۲ جولائی کو ڈھائی بجے کھولے گئے ہیں۔"

"۲۱ جولائی کو یعنی آج صبح" وانگ چنگ چی نے حیرانی سے کہا۔

"سننے دو" سوکینگ نے بوٹی توڑتے ہوئے کہا۔

لاؤڈ اسپیکر سے آواز آرہی تھی۔ کہ

"بند کے اس حصہ کی لمبائی ۱۰۵۴ میٹر ہے۔ بند میں ۵۴ سیلابی دروازے ہیں۔ ان سب کو کھولا گیا ہے۔۔۔"

"۔۔۔۔ پچاس ہزار چھ سو کیوبک پانی ہر سیکنڈ میں ان دروازوں سے باہر جارہا ہے۔ شاتس کے مقام پر دریا کا پانی ابھی تک چڑھا ہوا ہے۔۔۔"

دریائے چنگ کا عظیم بند کنگتان کے وسیع اور عریض میدان کے تحفظ کے لئے تعمیر ہوا ہے۔۔۔۔"

"ہونہہ وہی گھسے پٹے جملے۔ وہی سینکڑوں بار سنی ہوئی باتیں" چانگ نے ہڈی چوستے ہوئے کہا۔ "سنتے رہو ذرا۔ اگلا جملہ کیا ہوگا معلوم ہے۔ وہی عوام کی عظیم قوت نے رجعت پسند سیلاب کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔" اس پاس بیٹھے ہوئے سب لوگ ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ "بھئی خوب کہا" کوئی بولا۔

"رجعت پسند سیلاب۔ ہاہاہا" کسی نے قہقہہ لگایا۔ اور کئی قہقہے گونج اٹھے۔

"شش۔ خاموش رہو" سوکینگ نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا "بیوقوفو۔۔۔۔ اس زمانے میں اگر کسی نے سن لیا۔ تو۔۔۔۔"

دریائے چینگ کے سیلابی دروازوں کے کھل جانے کے سبب ہانکاؤ اور دوچینگ کا کام آسان ہوگیا تھا۔ دریا کا پانی بہت کم ہوگیا تھا۔ اور سیلاب کی روک تھام کرنے والے چوتھے دستے کے اکثر کارکن رات کو اپنے گھروں پر چلے گئے تھے۔ صرف فوجی سپاہی اور مسلح رضا کار اس لمبے چوڑے بند کی پہرے داری میں مصروف تھے۔ رات کا پہرہ بھی نرم پڑ گیا تھا۔ اور مزدوروں کو چھٹی مل گئی تھی۔

وانگ چینگ چی اور لوہائی ینگ بھی اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو چکے تھے۔ انھوں نے سوکینگ سینگ سے اجازت لی اور صبح تک کے لئے اپنے کیمپ کی طرف چل دیئے۔

سیلاب زدہ مہاجرین کا یہ کیمپ ایک مندر سے ملحقہ عمارت میں قائم تھا۔ لمبا چوڑا پرانا سا مکان جو زمانے کے گرم سرد دیکھے کر اب ویرانہ سا ہوگیا تھا۔ برآمدہ اور دیواروں کا پلستر اکھڑ چکا تھا۔ لال لال اینٹیں نیچے سے اپنے دانت چمکا رہی تھیں۔ جگہ جگہ سے اکھڑے ہوئے سیمنٹ کے فرش میں دھول اور چیونٹیاں بھری ہوئی تھیں۔ چھتوں پر مکڑی کے جالے تھے۔ اور چھپکلیاں بھاگتی پھرتی تھیں۔ دیواروں پر مذہبی کتابوں کے تراشے پرانی تصویریں اور نہ معلوم کیا الم غلم چیزیں چپکی ہوئی تھیں۔ کہیں روپہلے، سنہرے ٹیکے لگے ہوئے تھے۔ جیسے عبادت گاہ ہو۔ محراب جو شاید پہلے کبھی منتبرک رہی ہوگی اور جہاں کبھی عود۔ عنبر اور لوبان سلگتے ہوں گے۔ اب ان مہاجرین کے پسینہ کی سڑاند گردش کرتی رہتی تھی۔ کمرہ اور صحنوں کو لکڑی کے ٹکڑوں، چٹائیوں،

ہیئومن نے کہنا شروع کیا
''فنگ سین کی باتوں کا جواز تھا''
لیکن وہ رک گئی کیونکہ وہ
فنگ سین کا منصوبہ ظاہر نہیں
کرنا چاہتی تھی —

اور بوریوں سے علیحدہ علیحدہ حصوں میں جدا کر دیا گیا تھا تاکہ کچھ گھر کا سا احساس ہو اور ذرا تنہائی سی مل سکے اور اس طرح اس لمبی چوڑی عمارت میں تقریباً ایک ہزار مرد عورتیں اور بچے جمع کر دیئے گئے تھے۔

ہوا نا پید تھی۔ گندگی کے ڈھیر ہر طرف لگے تھے۔ حفظان صحت کے اصولوں کا تو کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ صرف موسم سے نجات کے لئے ایک سر چھپانے کا آسرا تھا اور بس

یہ سب لوگ اس امید میں دن کاٹ رہے تھے کہ اب عنقریب سیلاب رک جائے گا اور وہ لوگ واپس اپنے مکانوں اور زمینوں میں بس جائیں گے

وانگ چنگ چی اور ہائی ہنگ جیسے ہی عمارت میں داخل ہوئے ہزاروں انسانوں کے سانسوں اور پسینہ کی بدبو اور گھٹن کا ایک بھبکا ان کو محسوس ہوا

"اُف کیا تعفن اور بدبو ہے" ہائی ہنگ نے کہا "اس گھٹن میں تو یہ لوگ مر جائیں گے۔ ہم کو اگر مینہ سے موت آئی تو کم از کم یہ دھواں۔ گھٹن اور تعفن تو نہ ہو گا۔

چنگ چی نے اس بات پر توجہ نہ دی وہ جلد از جلد اپنے خاندان کے پاس جانا چاہتا تھا۔

اسے آتے ہوئے سب سے پہلے آہ شو ین نے دیکھا۔ آہ شو ین اس کی چھوٹی بہن تھی۔ وہ ماں کو اطلاع دینے اندر بھاگ گئی۔ جونہی وہ چٹائی ہٹا کر اندر داخل ہوا ہسیو من اٹھ بیٹھی۔

"چنگ جی" اس نے نیند بھری آنکھوں کو ہتھیلی سے ملتے ہوئے کہا

"واپسی کے وقت میں تم کو آواز دے لوں گا۔ اچھا ساتھ چلیں گے اور دیکھو سونے کی کوشش کرنا" ہائی پنگ نے باہر سے کہا۔ چینگ جی نے اپنی بہن کو پکڑ لیا۔ دوسرے ہاتھ سے اس نے ھسیومن کو تھام لیا۔ اتنے میں اس کی ماں آگئی بیٹے کو دیکھ کر وہ ایک لمحہ کے لئے فکر مند سی ہوئی۔

"کام ختم ہوگیا۔ یا تم کو واپس جانا ہوگا۔ ماں نے پوچھا۔

"مجھے چند گھنٹوں کی چھٹی ملی ہے ماں" چینگ جی نے جواب دیا۔ صبح ہونے سے پہلے مجھے واپس پہنچنا ہوگا۔

"ہوںہہ" اس کی ماں نے افسردگی سے لمبی اور گہری سانس لی۔ پھر اسے خیال آیا کہ اسکا بچہ بالکل ٹھیک ہے۔ بالکل محفوظ اور اطمینان کی ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر تیرنے لگی۔

"بند پر حالات کیسے ہیں۔ چینگ جی" ھسیومن نے سوال کیا۔

آج سے تین دن پہلے جب میں گیا تھا۔ تب تو حالات بہت خراب تھے۔ لیکن آج صورت حال بہتر ہے۔ دریائے جینگ کے سیلابی دروازہ کو کھولنے سے یہاں بھی پانی کا زور گھٹ گیا ہے۔" چینگ جی نے جواب دیا۔ وہ بند کے بارے میں زیادہ حالات نہ جانتا تھا۔ لیکن وہ تمام سنی سنائی باتیں دہرا رہا تھا۔ اور ان کو بڑے فخریہ انداز میں بیان کر رہا تھا۔

اللہ کا شکر ہے پانی کم ہوا۔ میرا خیال ہے کہ اب ہم جلدی گھر واپس چلے جائیں گے۔" وانگ کی ماں نے اطمینان سے ایک گہری سانس بھری۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"یہاں نئے سرے سے جینا بڑا مشکل ہے۔ اپنا پرانا شہر۔ دیکھیے سجائے حالات

وہاں انسان آسانی سے گزر بسر کر سکتا ہے یادریاں۔ یہاں کے لوگ تو انسان ہی نظر نہیں آتے..... اب رات کا واقعہ ہے کہ کھانا بٹ رہا تھا۔ تو وہ جو ہے نا۔ وہ ھسیاؤ کی بیوی.. بیگم ھسیاؤ۔ اس نیک بخت نے کہیں چاول تھوڑے سے زیادہ مانگ لئے۔ اس پر اس فوجی نے اس زور سے تھپڑ مارا کہ اس کا منہ پھر گیا، وہ بیچاری حیرانی سے افسر کو تکنے لگی۔

وانگ کی ماں یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ بیگم ھسیاؤ کا قصور کیا تھا۔ کیا چاول مانگنا گناہ ہے۔ جرم ہے۔ قصور ہے۔ کیا اس کی سزا میں عورتوں کو... بوڑھی عورتوں کو تھپڑ مارنا چاہیئے۔ آخر تھپڑ کی سزاوار بیگم ھسیاؤ کیسے ہو گئی۔ یہ بات وانگ کی بڑھیا ماں نہیں سمجھی اور اسی لئے وہ کہہ رہی تھی کہ "یہ سب لوگ ہماری طرح کے انسان نہیں ہیں۔ یہ سب، یہ حکومت، یہ سرکار" اور اتنا کہہ کر بڑھیا کا جی چاہا کہ وہ اپنے بیٹے کو وہ تمام بے ہودگیاں اور بدتمیزیاں بتا دے جو اس نے یہاں دیکھی ہیں اور آخر اس کا پیمانہ چھلک اٹھا۔ اس نے اپنا دل چیر کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

—— وانگ چینگ سنتا رہا۔ وہ کچھ نہیں بولا۔ اسے بند کے حالات یاد آ رہے تھے۔ وہ مزدوروں کی بے چینی اور بے اطمینانی کی بابت سوچ رہا تھا۔

"لیکن یہ باتیں ہمیشہ نہیں رہیں گی" اس کی ماں بولی "پھر ہم گھر چلے جائیں گے اور تم دونوں کی شادی ہو جائے گی" بڑھیا کے چہرے پر اطمینان کی

مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسے یقین تھا کہ وہ پرسکون زندگی پھر لوٹ آئے گی۔

"ہم ہمیشہ ان کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ ان ظالم وحشیوں کے ساتھ، بڑھیا کو ایک بار پھر جوش آیا۔

"شش! ممّا" ھیلومن نے خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "ایسی باتیں مت کرو ممّا"۔

اور آہ شوش اپنا گھٹنا کھجا رہی تھی۔

"کیا کیا بینڈ کے علاقے میں مچھر اور کھٹمل بہت ہیں" اس نے معصومیت سے سوال کیا۔ یہاں تو ہر روز مچھروں اور کھٹملوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے

"ہاں تھوڑے بہت تو وہاں بھی ہیں۔ لیکن اتنی خراب حالت نہیں ہے"۔

وانگ چنگ چی نے اپنی بہن کے رخسار پر ہولے سے چپت مارتے ہوئے کہا۔

"چنگ چی۔ اب تم سو جاؤ" اس کی ماں نے بستر بچھا دیا۔ اور وہ لیٹ گیا ھیلومن، ماں اور آہ شومن کے سامنے چنگ چی کے بستر پر لیٹنے سے ہچکچا رہی تھی۔ وہ خاموش کنارہ پر کھڑی رہی۔ چنگ چی نے لیٹے ہی لیٹے پاؤں بڑھا یا اور ھیلومن کے پاؤں کو چھوا۔ ھیلومن کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور اسے خیال آیا کہ جب وہ واپس گھر چلے جائیں گے۔ تو دونوں کی شادی ہو جائے گی اور پھر..... پھر دونوں..... وہ۔ دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک، دوسرے کے ہو جائیں گے۔

——— ان سے کوئی دس بارہ فٹ کے فاصلے پر ایک چٹائی کے پیچھے ہائی ینگ اپنے سوئے ہوئے بچہ کو دیکھ رہا تھا۔

"تم آخر مجھے کیوں نہیں دیکھتے کبھی"۔ اس کی بیوی نے چھیڑا۔

"تم کو تو برسوں سے دیکھ رہا ہوں"۔ ہائی نیگ نے قہقہہ لگایا۔ "ارے اسے دیکھو۔ ابھی ماشا۔ اللہ دو مہینہ کا بھی نہیں ہوا ہے۔ لیکن مجھ سے کتنا ملتا ہے"۔ لو ہائی پینگ نے بچہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "صرف اس کے ہونٹ اور تھوڑی تم سے ملتی ہے

اس نے جھک کے اپنی بیوی کو اپنی بازوؤں میں جکڑ لیا۔

"ہائے اللہ۔ ارے نہیں۔ کوئی دیکھ لے گا ہٹو نا۔ مجھے شرم آتی ہے" اس کی بیوی نے آہستگی سے احتجاج کیا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم میاں بیوی ہیں آخر۔ نہیں ہیں کیا؟" اس نے قہقہہ لگایا۔

اس کی بیوی ایک منٹ تک اسے دیکھتی رہی اور پھر یکایک اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

"تم کو واپس جانا ہے۔ اب تم آرام کرو" اس نے ہائی نیگ کو پلنگ پہ دھکیل دیا۔

"ساری عورتیں ایک ہی سی ہوتی ہیں" لو ہائی پینگ نے قہقہہ لگایا۔ اور اپنی بیوی کو گھسیٹ کر چوم لیا۔

دونوں سونے کے لئے لیٹ گئے۔

چٹائی کے دوسری طرف چینگ اپنی ماں کے ساتھ خراٹے بھر رہا تھا۔

دریائے جھنگ کا رخ بدلنے والے سیلابی دروازوں کو کھولنے سے پانی کا زور گھٹ گیا۔ لیکن یہ سہولت صرف تین دن ہی حاصل رہی۔ اس لئے کہ سیلاب کا پانی تین دن تک تو مسلسل گھٹتا رہا لیکن چوتھے روز پانی کی سطح بڑھ سی گئی اور اس میں بہت کم فرق پڑا۔ اور اسی رات کو سیلاب کے پانی نے پھر یلغار کر دی۔ سیلاب کا نیا ریلا آجانے سے دریا کی سطح پھر بلند ہونے لگی اور جھنگ کنگ بند کے سینہ پر وہی ہل چل مچنا شروع ہو گئی۔ پشتہ از سر نو تعمیر ہونے لگا۔ لکڑی شہتیر اور ریت کے بورے پھر فراہم ہونے لگے۔ موئے پر سو درّے شامتِ اعمال دیکھیے کہ کسی زمانہ میں آندھی اور طوفان نمودار ہو گیا۔ ہوا، پانی اور ریت کے جھکڑ۔ اور ادھر نیم شکستہ بند تینوں اطراف کے مسلسل حملوں

سے بند لرزنے لگا۔ پورا بانکا دھڑ اگیا اور اس بند پہ وہ بھاگ دوڑ مچنے لگی کہ الامان والحفیظ۔

دریا کی سطح پہ سرچ لائیٹیں ہر وقت روشنی برسانے لگیں۔ سیلاب کی روک تھام میں مصروف انجینئر اور دیگر اور مشین میں دن رات کام میں مصروف رہنے لگے۔ بند کے ہر حصے کا معائنہ ہوتا ہے کمزور حصوں کی مرمت کی جاتی۔ اور ایسی حالت میں اگر کوئی حصہ ٹوٹ پھوٹ جاتا تو فوراً ہی ہنگامی حالات کا اعلان ہو جاتا بس لوگ اس شگاف کو پاٹنے میں مصروف ہو جاتے اور وہ حصہ دوبارہ تعمیر ہونے لگتا۔

انجینئر بند کو مضبوط کرنے کی طرف اس قدر توجہ نہیں دے رہے تھے وہ بند کے حفاظتی پشتہ کو مضبوط بنانے پر زیادہ توجہ دے رہے تھے پشتے پہ مزدوروں کے بہت سے گروپ مامور تھے۔ دن رات کیمونسٹ فوجی مزدوروں کی نگرانی کرتے رہتے۔ ہر لمحہ سپروائزر ان کے سر پہ سوار رہتے ان کو گالیاں دیتے، برا بھلا کہتے اور تیز کام کرنے کے لئے اکسایا کرتے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مزدور اسی طرح سستی اور کاہلی سے کام کرتے رہتے۔

ایک سپروائزر چو چائی ہنگ تھا۔ اس کو عام طور سے لوگ شیر کہا کرتے تھے۔ وہ ان لوگوں میں سب سے زیادہ سخت تھا۔ ہر وقت ادھر سے ادھر بھاگتا پھرتا۔ دیوانے کتے کی طرح ہر ایک کو کاٹنے کے لئے دوڑتا۔ حرام خور لعنت ہو تم پر وہ مزدوروں پہ چیختا، کاہلو۔ آگے بڑھو۔ کام کرو۔ جلدی کرو۔ اور لوگ ہنس کر منہ چڑا دیتے اور اس کے ہٹتے ہی مزدوروں میں چہ میگوئیاں

شروع ہو جاتیں۔ تمام مزدور اس کے خلاف باتیں کرنے لگتے۔

"ہونہہ" کوئی جھنجھلاتا۔ "اسے تو کھانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی ہوگی۔"

"تبھی اس طرح ہم لوگوں کو نصف پیٹ کھانا دے کر اس قدر کھینچتا ہے۔"

"خود اس کو دو مٹھی چاول پر گزر کرنا پڑے تو پتہ چلے بچو کو۔ آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے" دوسرا بولا۔

"یہاں وہ تو دریا کا پانی پیتا ہے اور ہوا کھاتا ہے" تیسرے نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"ہونہہ" "نہ پانی نہ ہوا۔ اس کو تو کچا لونڈیا چاہیئے لونڈیا۔ سالے . . کو چار روز لونڈیا نہ ملے تو جیسے پیٹ ہو جائیں بیچارے کے۔ میں کہتا ہوں دیوانے کتے کی طرح بھونکنے لگے۔ لیکن یار اگر لونڈیا نہ ملی تو وہ غصہ بھی ہم پر ہی اترے گا" دوسرے نے کہا۔

"کاش میرے پاس صرف سو بندوقیں ہوتیں" لوہائی ہنگ نے اپنا قصہ چھیڑ دیا۔ "بند کے تمام مزدور بغاوت کر بیٹھتے اور پھر میں اس سور کے بچے کو پکڑ کر اس سے کام کرواتا۔ تب اسے پتہ چلتا کہ یہ کام کتنے جان جوکھم کا ہے"

"یار و! میں نے سنا ہے کہ وان آہ ژے کی بہن اور اس نیر و میں کچھ معاملہ چل رہا ہے۔ اور دونوں کے ناجائز تعلقات بھی ہیں" وانگ لڈیاؤ نے دخل دیا۔

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟ کس نے کہا تم سے؟" ہیانگ نے پوچھا۔

"میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پہلے تو میں نے سنا ہی تھا صرف . . .

لیکن جب خود دیکھ لیا کہ وہ جو آہ زے کی بہن ہے. کیا نام ہے اس کا... ارے وہ آہ فنگ حسین وہ اپنے بھائی کے لئے کچھ لے کر آئی تھی۔ جب وہ واپس جانے لگی تو میں نے دیکھا کہ یہ بیٹا تنبیرو بھی اس کے ساتھ چل دیا اور آگے جا کر دونوں میں باتیں ہونے لگیں۔ دونوں اس طرح گھل مل کر باتیں کر رہے تھے کہ اب کیا کہوں۔ اسی طرح سر جوڑے باتیں کرتے وہ دونوں چل دیئے اور اس دن تنبیرو آدھے دن غائب رہا۔"

"لعنت بھیجو حرامزادی پر۔ چھنال ہے سالی کہیں کی" جانگ نے غصہ سے کہا

"تم کیوں دبلے ہوتے ہو۔ میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی" کسی نے جانگ کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ جانگ کا چہرہ غصہ سے سرخ تھا۔ اسکی آنکھیں میں خون اتر آیا تھا۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ اور منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا

"ان آہ زے کی بہن خاصی خوبصورت ہے۔ پھر بھی انس سالے کے پیچھے ...."

"اچھا جی۔ تو جلے آ رہا ہے آپ کو" اسی آدمی نے قہقہہ لگایا آس پاس کے تمام لوگ ہنس پڑے ابھی قہقہے ہوا میں بکھر رہے ہوئے تھے کہ اچانک ہنگامی حالات کا بگل بجنے لگا۔ لوہائی ینگ نے انگڑائی لی اور کھڑا ہو گیا۔ "کہاں نازل ہو گئی آفت" اور ابھی وہ یہ کہہ بھی نہ پایا تھا کہ اس نے دیکھا کہ موکینگ ننگ اور چار پانچ مزدور بھاگے چلے آ رہے ہیں۔

"کیا بات ہے؟" لوہائی ینگ نے سوال کیا۔ ٹو نے اسے آگے کی طرف دھکیلنا چاہا۔

لیکن ایک فوجی کی نظر اس پر پڑ گئی۔

"آؤ۔ آؤ۔ ٹھیک ہے" اس نے لوہائی ٹینگ کا بازو پکڑ لیا اور اپنے ساتھ کھینچنے لگا۔

"آخر بات کیا ہے؟ کیا معاملہ ہے؟" لوہائی ٹینگ بوکھلا گیا۔

بند کے نچلے حصے میں شگاف پڑ گیا ہے۔ غوطہ خوری کا سامان اس قدر جلد انہیں مل سکتا اور فوری مرمت بے حد ضروری ہے۔ اس لئے ایسے مزدور چاہئیں جو پانی کے اندر جا کر اس شگاف کو ریت سے پاٹ سکیں۔ چلو" اس فوجی نے وضاحت کی۔۔۔۔

"بند کے نچلے حصے میں ایک شگاف پیدا ہو گیا ہے" لاؤڈ اسپیکر چیخا "سیکشن نمبر نو (۹) میں ایک شگاف پڑ گیا ہے۔ گروپ نمبر سترہ (۱۷) اور انیس (۱۹) تیار ہو جائیں"!

سیکشن نو (۹) میں بھگدڑ مچ گئی۔ چانگ اس اندھیرے اور بھاگ دوڑ سے فائدہ اٹھا کر ان مزدوروں میں جا ملا جو ریت پر مٹی تھوپ رہے تھے۔

"یہ معاملہ کیا ہے لی؟" وانگ نے سوال کیا۔

"یہاں زندہ رہنا چاہتے ہو کہ نہیں چاہتے؟" لی نے کہا "بورے لادلاد کر وہ مزدوروں کو پانی میں دھکیل رہے ہیں تاکہ پانی کے اندر کا شگاف پاٹا جا سکے۔ اور جو ایک بار پانی میں چلا گیا بس پھر وہ مر کر ہی لوٹتا ہے بیچارہ ہائی ٹینگ۔ برا ہوا اس کے ساتھ۔ وہ میرا یار بھی خوب تھا۔ ہر معاملہ میں ٹانگ اڑاتا تھا۔ خیر اب۔ بھاگ چلو اس لئے کہ اگر یہاں سے بھاگے نہیں تو

جان بچنی مشکل ہے۔ ہماری باری بھی آجائے گی" ٹی نے کہا۔
"بھاگیں؟ کہاں بھاگیں؟ اور اگر ہم پکڑے گئے" واگمِ چنگ نے سوال کیا "تو کیا ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ پٹ جاؤ گے۔ اس سے آدمی مر تھوڑی جاتا ہے" ٹی نے غصہ سے جواب دیا اور بولا "یار چنگ۔ جی تم خواہ مخواہ کی بکواس کیا کرتے ہو، جب دیکھو سوال۔ آخر کم کیوں نہیں بولتے تم"
ٹی اسے نہ معلوم کہاں کہاں سے گزار کر پشتہ کے ایک دور دراز کے حصہ پر لے آیا۔ یہ دونوں مزدوروں کے ایک گروپ میں شامل ہو گئے یہ گروپ لالٹین کی مدھم روشنی میں زمین کھود رہا تھا۔ اور مٹی کو بوروں میں بھر رہا تھا۔
"ٹی!" واگم چی نے آواز دی "آخر ہوائی بینک کا کیا بنے گا۔ کیا واقعی اس کو بہت مشکل درپیش ہے"
"یہاں ہر شخص اپنا ذمہ دار ہے۔ یہ تو نفسا نفسی کا عالم ہے" ٹی نے افسردگی سے جواب دیا۔ اور یہ کہہ کر وہ کدال سے زمین کھودنے لگا۔ واگم ایک منٹ تک چپ کھڑا رہا اور آخر وہ بھی کام میں مصروف ہو گیا۔

پشتہ پر عجیب افراتفری کا عالم تھا۔ شور وغل۔ چیخ و پکار۔ گالیاں بپھرتے دریا کی فلک شگاف آوازیں۔ اس وقت یہاں عجب قیامت بپا تھی۔
سرچ لائٹ کی تیز روشنی میں لوگ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ بند میں شگاف پڑ گیا تھا۔ یہ شگاف بند کے اس حصہ میں نمودار ہوا تھا جو پانی کے اندر تھا۔

اس کی مرمت بے حد ضروری بھی کیوں کہ اس طغیانی میں پانی کے اندر کیسے پہنچا جائے آخر اس طوفان اور سیلاب میں یہ ہمت کون کرے۔ باقاعدہ سامان سے لیس غوطہ خور موجود نہیں تھے نہ ان کا انتظار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس لئے کہ اندرونی شگاف مسلسل بڑھتا جا رہا تھا، اور رہ رہ کر آنے والے پانی کا ریلا اس خطرے میں کچھ اضافہ کر دیتا۔ ایسے موقعوں پر مزدوروں کو زبردستی پکڑ کر رسی کے ذریعہ ان کو پانی میں اُتار دیا جاتا۔ ریت کے بورے ان کی پیٹھ پر لدے ہوتے۔ پانی کے اندر جا کر وہ ان بوروں سے شگاف کو بھر دیتے۔ یہ بڑا خطرناک کام تھا۔ اس میں جان کا خطرہ زیادہ تھا۔ اور سیلاب کا بپھرتا ہوا پانی ایسے موقعوں پر دو چار جانوں کی بھینٹ یقیناً لے لیا کرتا تھا۔

۔ اگلے زمانے میں شگاف کی مرمت اسی طرح ہوا کرتی تھی" کسی نے پانی میں کودنے والوں کی ہمت بندھانے کے لئے کہا۔

وہ تمام لوگ جو زبردستی پانی میں اُتارے جانے والے تھے بند کے اوپر لائن لگائے کھڑے تھے۔ ان کی کمر سے رسہ بندھا ہوا تھا۔ اور وہ کودنے کے حکم کے منتظر تھے۔

"وہ تیار ہیں۔ ارے وہ دیکھو وہ چلے" کچھ لوگوں نے کہا۔ دریا کے شور میں "شپ" کی آواز اُبھری۔ چند لوگوں نے رک کر سر اُٹھایا اور پھر کام میں مصروف ہو گئے۔ وہ اس منظر سے واقف تھے...... موت کی آماجگاہ کو، موت کے اس بھیانک رقص کو وہ خوب جانتے تھے۔ یہ اب ان کے لئے معمول بن گیا تھا۔ وہ اس سلسلہ میں کچھ نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ اس کے متعلق کچھ بھی نہیں ہو سکتا

تھا۔ کچھ بھی نہیں۔

لی اور جنگ جی دانستہ اس منظر سے دور دور رہتے انھیں امید تھی۔ کہ اس ہنگامی حالت میں کوئی ان کی غیر موجودگی کو بھانپ نہ سکے گا۔ وہ گروپ نمبر سترہ (۱۷) میں تھے۔ جو اس تنگاق کیلئے باقاعدہ ذمہ دار قرار دیا گیا تھا۔ چانگ بھی اس گروپ سے بچکر بھاگ نکلا تھا۔ اور انکے قریب ہی مٹی کھودنے میں مصروف تھا۔ جنگ جی کا دل چاہا کہ وہ اوپر جاکر معلوم کرے۔ کہ آخر ان لوگوں کا کیا ہوا؟ جو دریا میں اتارے گئے تھے۔ پانی سے واپس آکر وہ کیسے ہیں؟ آج تمام لوگ ان دلیروں کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ کیا بانی ننگ کی وہ "خیالی بغاوت" آج بھی مذاق ہی ثابت ہوگی۔ کیا اسکا "توپ بندوقوں والا خبط" آج بھی طنز کا شکار ہوگا اور یہ سوچتے سوچتے اس کے دماغ میں ایک اور خیال ابھر آیا۔ وہ۔ وہ خود۔ کیا خود اسے بھی پانی میں اترنا ہوگا۔ کیا اسکو بھی اسیطرح زبردستی پانی میں دھکیل دیا جائے گا؟!! چانگ کسی اور سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"اب ہم واپس جا سکتے ہیں میرا خیال ہے۔" اس نے چند خالی بورے اٹھاتے ہوئے کہا۔" ان بوروں کو ہم مٹی سے بھر لیتے ہیں۔ اور انکو لاد کر ہم اوپر چلے چلیں گے۔ وہاں جاکر یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کیا بنا۔ آخر وہ تمام لوگ جو پانی میں اتارے گئے تھے وہ کیا ہوئے۔ ان میں سے کتنے زندہ ہیں۔ کتنے آنجہانی ہو گئے۔"

جیسے ہی وہ اپنے سیکشن پہنچے۔ ان کو سوکینگ سینگ نظر آ گیا۔ وہ بہت تھکا ہوا مضمحل اور پریشان سا بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے سے افسردگی اور بے دلی کے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ اپنے سیکشن کے بغیر لوگوں کو اکٹھا کرنے میں مصروف تھا۔۔۔

چنگ چی لپک کر آگے بڑھا "کیا ہوا۔ چچا شو؟"

سوکینگ سینگ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اس کو پکڑ کر آہستگی سے پشتہ کے ایک طرف گھسیٹ کر لے گیا۔ وہاں دو لاشیں پڑی تھیں۔ وانگ چنگ چی جلدی ان لاشوں کے پاس پہنچا اور جھک کر انھیں دیکھنے لگا۔ ان میں سے ایک کو وہ پہچانتا تھا۔ یہ وان آہ ژے تھا۔ دوسرے آدمی سے وہ ناواقف تھا۔ اس لئے وہ مڑ گیا اور بولا "ہائی ینگ کا کیا ہوا؟ وہ تو ٹھیک ہے؟"

"ہائی ینگ؟ ہونہہ۔ ہائی ینگ!!! بوڑھے نے افسردہ لہجے میں کہا وہ خاموشی سے خلا کو گھور رہا تھا۔" اس کی لاش مل نہیں سکی۔ وہ پانی میں بہہ گیا۔" یہ کہہ کر وہ چپ ہو گیا۔

"ہائی ینگ مر گیا؟" چنگ چی نے بوکھلا کر سوال کیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سو کو گھور رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا "یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ لو ہائی ینگ۔ وہ کتنا تندرست تھا۔ ہنس مکھ۔ زندہ دل۔ وہ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے اس کے ساتھ گیت ہانک رہا تھا۔۔۔ وہ۔ وہ ہائی ینگ مر گیا۔ وہ اب مر چکا ہے۔ وہ اب زندہ نہیں ہو سکے گا۔"

"تو کیا ہوا آخر؟" شو نے جھنجھلا کر کہا "جو مر گیا سو مر گیا۔ شکر کرو کہ تم زندہ ہو۔

تم نہیں مرے" اور یکایک سوکینگ سینگ جھلا کر چیخنے لگا - "جاؤ - چلے جاؤ"
یہ کہہ کر اس نے اپنا منہ چھپا لیا - وہ اپنے جذبات ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا - آخر
اس نے سر اٹھایا اور بولا "تم کیمپ جاؤ تو اس کی بیوی کو اطلاع دیدینا - اچھا"
اور یہ کہکر سوکینگ سینگ آگے بڑھ گیا -

دو پیشہ ور غوطہ خور پانی سے نکل آئے وہ پشتہ پر بیٹھنے لگے - سوآ ہستگی
سے ان کی طرف بڑھا اور ان کو دیکھنے لگا - ان غوطہ خوروں نے اپنا توبڑا
(ماسک) اتارا اور چوپائی ہنگ کو رپورٹ دینے لگے - چوپائی ہنگ کمونسٹ
سپروائزر تھا - اپنے زمانے میں اس نے خاصی مصیبتیں جھیلی تھیں - لیکن ان تمام
نقصانات کی تلافی اب وہ خوراک سے کر لیتا تھا - وہ اس وقت ان دونوں
غوطہ خوروں کی رپورٹ سن رہا تھا - یہ غوطہ خور تمام حفاظتی سامان سے لیس
تھے - وہ کسی قسم کا خطرہ مول نہیں لیتے تھے - لیکن مہاجر مزدوروں کی حالت
اس سے مختلف تھی - جب ان کو پانی کے اندر دھکیلا جاتا تھا - تو وہ اس قدر
محفوظ نہیں ہوتے تھے - اسلئے کہ نہ انکو غوطہ خوری کا تجربہ تھا نہ انکو تربیت حاصل تھی
انکے پاس کوئی سامان بھی نہیں تھا - اور ان میں سے بیشتر نو عمر لڑکے تھے ایسے موقعوں
پر زبردستی ان کو پانی میں دھکیلنا اور انکی جانوں کو اس طرح خطرہ میں ڈالنا بڑا
غیر انسانی فعل تھا - دنیا کے کسی اصول کے مطابق بھی اس فعل کو انسانی فعل نہیں
کہا جا سکتا تھا - اور اسی لئے مزدوروں کے گروہ ادھر ادھر بکھرے ہوئے اس
حادثہ پر غم و غصہ کا اظہار کر رہے تھے -

"چند اور بھٹکتی ہوئی روحوں کا انتقام ہماری گردنوں پر لد گیا ہے" چانگ غصہ

سے چیخا۔

سب لوگ سرگوشیاں کرنے لگے۔ ہر شخص محسوس کر رہا تھا کہ چانگ ٹھیک کہہ رہا ہے۔

اتنے میں شاسی کا ایک مزدور آگے بڑھ آیا۔ اس کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔ زندگی کے تلخ حالات نے اس کا چہرہ جھلسا دیا تھا۔ اس کے چہرے پر لکیریں اور خطوط بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر دریا کو غور سے دیکھا اور بولا۔

"مجھے ۱۹۳۱ء کا سیلاب خوب یاد ہے۔ یہ سیلاب اتنا خطرناک نہیں ہے پہلے والا سیلاب زیادہ خطرناک تھا۔ اور اس لئے میرا خیال ہے کہ اگر اس سیلاب کے سلسلے میں ذرا پہلے سے کام ہوتا تو شاید اس قدر دقتیں پیش نہ آتیں۔"

"ہونہہ! پہلے سے کام ہوتا۔" چانگ نے اس کی نقل کی۔ اس کو بوڑھے کے یہ الفاظ سن کر بڑا غصہ آ گیا تھا۔ "اگر ہر شخص ہاتھ بٹائے اور کام کرے تو اب بھی حالت ٹھیک ہو سکتی ہے۔ اب بھی معاملات سدھر سکتے ہیں۔ لیکن۔ لیکن ان کے ساتھ تعاون کون کرے گا۔ ان کے ساتھ کام کون کرے گا۔ بھیڑیئے کے ساتھ تعاون کون کرے گا۔ کیا جو کچھ انہوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ ہم اسے بھول سکتے ہیں؟ تم ہی بتاؤ۔ بڑے میاں۔ کیا تمہاری زمین نہیں چھنی؟ کیا تمہارے دوستوں کے سینہ کو گولیوں سے چھلنی نہیں کیا گیا؟ کیا۔۔۔" وہ غصہ سے چیخ رہا تھا۔ اس کا منہ جوش سے سرخ تھا۔ اس کا ہاتھ اوپر اٹھا ہوا تھا۔ جیسے وہ تقریر کر رہا ہو۔ للکار رہا ہو۔

"..انہوں نے کبھی ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ کبھی بھی اچھا سلوک نہیں کیا۔ کیا ہم جانور ہیں؟ حیوان ہیں؟ ڈھور ڈنگر ہیں؟ کہ تم جب چاہو ایک لمحہ ہچکچائے بغیر ہم کو ذبح کر دو!" اور یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ اس نے اپنے غصہ بھری نظر آس پاس دوڑائی اور یکایک اس کی نظر چنگ چی پر پڑ گئی۔ "اے وانگ چنگ چی" وہ چیخا "آج تم ہیرو کیوں نہیں بنے آج اگر ہیرو بنتے تو کچھ معلوم ہوتا۔ ہا ہا ہا ہا"

چنگ چی نے آہستگی سے گردن ہلائی۔ اب اس بند کے حالات کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آتے جا رہے تھے۔ لوہائی ٹیگ کی اچانک موت نے اس کے دماغ پر بڑا اثر کیا تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنی پچھلی باتوں کو اس قدر جلدی فراموش کرنا نہیں چاہتا تھا۔

اگر ہم سب محنت کریں۔ مل جل کر کام کریں۔ تو۔ تو کیا ہم لوہائی ٹیگ اور اور اس جیسے سینکڑوں دوسرے مرنے والوں کو موت سے نہیں بچا سکتے! ایسی حالت میں اگر ہم اس بند کو بچانے کے لئے کام کریں تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا، چنگ چی نے کہا۔

"وہ جا بے۔ تو محنت کر" چانگ غصہ سے پلٹ پڑا۔ "بے وقوف کہیں کا" اور اچانک وہ رک گیا۔ اس نے چنگ چی کو دیکھا اور بولا "مجھے بھی لوہائی ٹیگ کی موت کا غم ہے۔ لیکن کیا ہو سکتا ہے۔ دونوں حالتوں میں اس کو موت ہی ملتی اس سے تو بہتر تھا کہ وہ اپنے سوہنا ذقوں والے منصوبے پر عمل کر کے چھوڑ تا" چانگ نے بلند آواز سے کہا۔ آس پاس کے لوگ گھبرا گئے تھے۔ وہ چونکنے ہو کر ادھر ادھر

دیکھنے لگے۔ وہ چانگ کی اس بے باک گفتگو سے خوفزدہ ہو گئے تھے اور اس لئے وہاں سے کھسکنا شروع ہو گئے۔

"ھینگ پوچی" وانگ ٹو یاؤ نے سرگوشی کی "بزہ جو ہے نا آہ زے کی بہن۔ اسے اطلاع مل گئی ہے۔ وہ یہاں آ رہی ہے۔ افسوس اس وقت چریائی ہنگ موجود نہیں ہے۔ یہ برا ہوا۔ اس لئے کہ اب وہ تفصیل اسے نہیں مل سکتی وہ اگر ہوتا تو تمام حال سناتا کہ کس طرح اس نے اس کے بھائی کو موت کے منہ میں دھکیل دیا"

ایک عورت خاموشی سے چلتی ہوئی آئی اور ایک لاش کے پاس آکر بیٹھ گئی وہ چپ چاپ بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ اس کی آنکھیں خشک تھیں۔

"حرامزادی" چانگ نے دانت کٹکٹائے "بھائی کی موت پر چھینال کی آنکھ سے آنسو نہیں نکل رہا ہے"

فینگ ھسین نے آگے بڑھ کر اپنے بھائی کی لاش کو چھوا۔ اس کا جسم ہلکے سے تھرتھرایا۔ اس نے لاش کا ہاتھ اٹھایا۔ اور اپنی سفید انگلیوں میں تھام لیا... سو کینگ سینگ اس کے برابر آکر کھڑا ہو گیا۔ اس نے فینگ ھسین کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ لیکن فینگ ھسین نے پلٹ کر نہیں دیکھا اور اچانک وہ کھڑی ہو گئی۔ اس کا چہرہ دستا ہوا تھا۔ اور اس سے کسی قسم کے جذبہ کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ صرف اس کی آنکھیں نفرت سے چمک رہی تھیں۔

"فینگ ھسین!" سو کینگ سینگ نے کہا "وان آہ زے.... میرا مطلب ہے اس نے تھوک نگلا "اسے دفن کرنا ہوگا"

فینگ ھسین ایک منٹ تک خاموش کھڑی رہی جیسے وہ ہچکچا رہی ہے۔ اور آخر

وہ بول پڑی - اس کی آواز صاف تھی -

" اسے دریا میں پھینک دو - اور سب لوگوں کو بتا دو کہ وہ کس طرح دریا میں مر گیا ۔ وہ مسکرانے لگی - اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ ناچ رہی تھی - زہر میں بجھی ہوئی مسکراہٹ - اس کو مسکراتے دیکھ سو گھبرا گیا - اسے محسوس ہوا جیسے کسی بچھو نے اسکے ڈنک مار دیا ہو - جیسے کسی ناگن نے اسے ڈس لیا ہے - ایک تیز لہر اسکے جسم میں دوڑ گئی - فینگ ھین آہستگی سے اتر کر لیشتہ کی طرف چل دی - کچھ لوگوں نے اسے پلٹ کر دیکھا اور پھر کام میں مصروف ہو گئے - کسی اور نے اس پر نظر ڈالی اور منہ ہی منہ میں " چہ چہ " کر کے رہ گیا - جیسے ہمدردی کر رہا ہو - لیکن اس نے کسی چیز پر توجہ نہ دی وہ چلتی رہی - اس کا دماغ کہیں دور تھا - وہ اپنے خیالات میں غرق تھی اپنے خیالوں میں ڈوبی ہوئی تھی - !

نفرت اور انتقام یہ دو لفظ اس کے دماغ میں خنجر چلا رہے تھے -

۴

اس دن تمام بند پر خاموشی پھیلی رہی۔ اس ناگہانی حادثہ نے تمام مہاجر کمپ پر سناٹا سا طاری کر دیا تھا۔ سب لوگ خاموش تھے۔ وہ چہل پہل، گپ شپ ناپید ہو گئی تھی۔ ہنسی ٹھٹھے بند ہو گئے تھے۔ صرف بعض عورتوں کے بین سنائی دے رہے تھے۔ یہ وہ عورتیں تھیں جن کے باپ بھائی یا بیٹے اس حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ رونے کی آواز تمام کمپ میں گونج رہی تھی۔ کمپ کے بقیہ لوگ افسردہ بیٹھے تھے۔

"کیا ہوگا؟" ہر شخص خوفزدہ تھا۔ ان کا مقابلہ دریائے بانگڑی سے تھا۔ اور اس دریا کے سامنے کسی کی جان کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ بچے سہمے ہوئے کونوں میں دبکے بیٹھے تھے۔ وہ بوڑھوں کی طرح سنجیدگی سے اُدھر دیکھ رہے تھے۔ اور

بوڑھے بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔!

لوہائی ہنگ کی بیوی چی چو صبح سے مسلسل رو رہی تھی۔ روتے روتے اس کے آنسو خشک ہو چکے تھے۔ اس کی آنکھوں کے سوتے خشک ہو گئے تھے۔ لیکن اس کے دل کی طغیانی اور بڑھ گئی تھی۔ اسکا ننھا بچہ اس کی گود میں پڑا ہلتا تھا۔ وہ مہاجر کیمپ کے باہر ڈیوڑھی میں پاؤں پسارے بیٹھی تھی۔ وہ کبھی اپنے شوہر کو پکارتی اور کبھی خاموش گلی میں گھورنے لگتی۔ چاروں طرف کیا ہو رہا تھا۔؟ لوگ اس سے ہمدردی کر رہے تھے۔؟ اس کی ڈھارس بندھا رہے تھے؟ اسے کچھ ہوش نہ تھا۔ وہ ان سب چیزوں سے غافل تھی۔ اسے صبح ہی اطلاع مل چکی تھی

چنگ چی جب اپنے کمپ لوٹا تو اسے۔ دروازے کے پاس چی چو بیٹھی نظر آئی وہ آگے بڑھا وہ چاہتا تھا کہ اس کی ڈھارس بندھائے۔ اس سے اظہار ہمدردی کرے۔ لیکن چی چو نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا وہ اسی طرح پڑی سے بیٹھی رہی۔

"بہن!" اس نے پکارا

لیکن لوائی ہنگ کی بیوہ بیٹھی رہی۔ چنگ چی اس کے سامنے جاکر کھڑا ہو گیا وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اس سے ہمدردی کرے۔

"بہن۔ اے بہن" اس نے ڈرتے ڈرتے چی چو کا شانہ چھوا۔

قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اور ایک عورت کمپ سے باہر نکل آئی چنگ چی اسے جانتا تھا وہ آہ چین تھی۔ آہ چین کا شوہر بھی انہی سیلابوں میں آ گیا تھا اسکا شوہر اور اسکا بیٹا دونوں اس سیلاب کی نظر ہو چکے تھے اور جب سے آہ چین

ہر ایک کا دکھ درد جان گئی تھی۔ وہ ہر ایک کے غم میں شریک ہوتی ہر ایک کے دکھ میں حصہ بٹاتی تھی۔

جنگ جی اس کی طرف مڑا "آہ جین" اس نے آنے والی عورت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اس کی حالت تو بری ہے۔ آخر اتنا غم کس طرح اٹھائیگی یہ ہر طرح اس کی ڈھارس بندھا کر دیکھ لیا۔ مگر وہ کسی کی سنتی ہی نہیں۔ دن بھر یونہی گزر گیا ہے نہ کھایا نہ پیا نہ کسی سے بات کی ہے۔ میں نے زبردستی شام کو تھوڑی سی تیہیچ پلانا چاہی مگر اس نے نہیں پی۔ بچہ کو دودھ بھی نہیں پلایا ہے"

آہ جین نے کہا۔

سنئے۔ بہن جی۔ آپ کچھ کھا لیجئے۔ کم از کم بچہ کے خیال سے ہی کچھ کھا لیجئے آپ کو یاد ہوگا۔ لوہائی ہنگ نے کیا کہا تھا اس ننھے بچے کے پالنے کے سلسلے میں کچھ کہا تھا۔ یاد ہے آپ کو" جنگ جی نے آہستہ سے کہا۔

چی چو نے جھٹکے سے اپنا سر اوپر اٹھایا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اس کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں۔ اس کے چہرے سوج گئے تھے لٹکے گالوں پر آنسوؤں کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے جنگ جی کو لال لال آنکھوں سے گھورا۔ ان نگاہوں میں نفرت۔ حقارت اور غصہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جنگ جی گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ آہ جین نے جنگ جی کے شانے پر ہاتھ رکھا اور بولی "جاؤ۔ تم جاؤ۔ تم اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ اس سے ملو۔ تم کچھ نہیں کر سکتے"

اور جنگ جی اس حصہ کیطرف چلدیا۔ جہاں اسکا خاندان لبا ہوا تھا۔ بلبے

سے ہال میں چٹائیوں سے بٹے ہوئے ایک حصہ میں وہ اور اس کا خاندان ٹھہرا ہوا تھا جیسے ہی وہ چٹائی ہٹا کر اندر داخل ہوا، اس کی ماں خوشی سے اچھل پڑی اس نے لپک کر چنگ کو سینے سے لگا لیا۔

"شکر ہے تیرا پروردگار، تم اچھے ہو میرے بچے۔ میرے بچے" اور وانگ کی ماں اسے دیوانہ وار چومنے لگی، اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے "بیچاری چی چیہ" آخر اس کی ماں نے ٹھنڈی سانس بھری "وہ تو صدمے سے پاگل ہو جائے گی"

"دن بھر وہ روتی رہی ہے" ہیلو من نے دخل دیا "مجھے تو اس پر اتنا ترس آ رہا ہے۔ ۔ ۔ ۔ کہ۔ ۔ ۔ ۔ اس سے بہتر تھا کہ وہ مر جاتی"

"ایسی باتیں مت کہو" چنگ چی نے ٹوکا "لوگوں کو زندہ رہنا چاہیئے خواہ وہ کسی طرح بھی ہو چی چیہ کا ایک بچہ بھی ہے۔ لوبائی ینگ کی یادگار، اس کا خون اگرچہ چی چیہ خدانخواستہ مر گئی تو اس کا بچہ کا کیا ہو گا، ابھی وہ بچہ ہے۔ مانا لیکن بڑا ہو کر وہ نوکری کرے گا۔ تو اس کا خاندان ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ پہلے ہی یہاں بہت سی اموات ہو چکی ہیں۔

ھلیو من نے کچھ نہ کہا وہ اس ڈانٹ سے خاموش سی ہو گئی تھی۔

"ہونہہ" چنگ چی کی ماں نے کہا "وانگ خاندان کی بڑھیا یہاں بیمار پڑی ہے اور لی کی ماں بھی بہت بیمار ہے۔ کیسی کیسی مصیبتیں ہیں" وہ رک گئی اور مڑ کر اشارہ کرتے ہوئے بولی "صرف وہ خانگی فینگ ہی ہے جو بڑی سخت دل اور ظالم عورت ہے۔ جوان بھائی کی لاش پر اس نے ایک آنسو نہیں بہایا۔ وہ اور بائی ینگ دونوں ساتھ مرے تھے لیکن۔ ۔ ۔ ۔"

"فینگ حسین کے نہ رونے کا ایک اور سبب ہے ۔۔۔۔" حسیومن نے احتجاج کیا۔ لیکن وہ فوراً ہی خاموش ہوگئی جیسے وہ کچھ چھپانا چاہتی ہو۔ جیسے وہ فینگ حسین کی بات کسی سے کہنا نہیں چاہتی۔

"چینگ چی تم لیٹ جاؤ تھوڑی دیر" اس کی ماں نے کہا۔ "میں اتنے میں جا کر ذرا چی چو کو دیکھ آؤں۔" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔

چینگ چی نے حسیومن کا ہاتھ پکڑ لیا "ہائی ینگ سا کڑیل جوان۔۔۔ ہونہہ۔ پھر تو کوئی بھی مر سکتا ہے۔" وہ آہستہ سے بولا "ممکن ہے میری باری بھی آجائے کل یا کسی اور دن" وہ چپ ہوگیا۔

"حسیومن!" اس نے پھر بولنا شروع کر دیا۔ "اگر میں مر جاؤں تو تم ماتم مت کرنا۔ ماتم واتم کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ موت سے کسی کو مفر نہیں اور آجکل تو مستقبل بہت تاریک ہوگیا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کیا ہوگا۔۔؟"

"ایسی باتیں مت کرو چینگ چی" حسیومن سسکیاں بھرنے لگی "انھیں اتنا موقع مت دو کہ وہ تم کو بھی مار ڈالیں۔"

"رو مت حسیومن" وانگ نے اس کے آنسو پونچھے "ہم کچھ نہیں کر سکتے" اور اسے لو ہائی ینگ یاد آگیا۔ پھر خیالات کی رو وہاں سے بھٹک کر اس کی ماں کی طرف چلی گئی۔ اسے اپنا گھر یاد آگیا۔ اس کا گھر۔ اس کی ماں اس کی بہن اور۔۔۔ اور حسیومن اور وہ خود۔ ہر ایک کی زندگی ایک دوسرے سے وابستہ تھی۔ وہ ان تینوں عورتوں کی امیدوں اور تمناؤں کا مرکز تھا۔ مگر وہ بھی شاید ہائی ینگ کی طرح مر جائے" اس نے اپنی آنکھیں

کرلیں۔ وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی چھوٹی بہن نے اس کے خیالات کے تار و پود بکھیر دیئے۔

"بھیا! تم آرام کرو۔ اب یہ باتیں چھوڑ دو" وہ بولی۔ چنگ جی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور سائنسردگی کو دور کرنے کے لئے سر کو جھٹکا دیا۔

"لیلے! شوئن۔ تم دونوں خوب سوئی تھیں" اس نے آہ شوئن کے گھنیرے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

آہ شوئن کی عمر تیرہ یا چودہ سال تھی۔ وہ عمر جب زندگی کے رموز کھلنے لگتے ہیں جب جوانی دروازہ پر دستک دینے لگتی ہے۔ جب جسم کی ہر پور انگڑائی لینے لگتی ہے۔

جب ان کا باپ زندہ تھا۔ اور وہ سنگ جارج میں رہتے تھے....

یہ کمیونسٹ نہیں آئے تھے اس وقت وہ بہت شوخ چنچل اور شریر تھی لیکن اب اس کی شوخیاں ختم ہو چکی تھیں۔ وہ شرارتیں بھول گئی تھی۔ اور سیلاب سے بھاگنے کے بعد اس مہاجر کیمپ نے تو اس کو اور بھی سنجیدہ کر دیا تھا۔ چنگ جی نے ھیومن کو دیکھا اور پریشان ہو گیا۔ اس نے آہ شوئن کو ایک ہاتھ سے لپٹا لیا اور ھیومن کی طرف بڑھا۔ ھیومن کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا چنگ جی کا دل چاہا کہ وہ ھیومن سے دل کی بات کہہ دے۔ لیکن وہ ہچکچا رہا ھیومن کا دل اندر سے دھڑکنے لگا۔ وہ چاہتی تھی۔ کہ چنگ جی اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں جکڑ لے تاکہ وہ اس بھٹی میں پگھل جائے۔ لیکن شرم نے اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ اس کے ہونٹ سی دیئے۔ کیمپ کا ماحول

سینکڑوں لوگوں کی موجودگی۔ وہ شرما گئی۔!

چٹائی کے باہر سے آوازیں ابھریں۔ جنگ چی کی ماں اور آہ چین، چی چو کو پکڑے اندر آ گئے۔ انھوں نے چی چو کو اس کے بستر پر لٹا دیا۔ وہ خاموش لیٹ گئی۔ اب اس کی حالت پہلے سے بہتر تھی۔ اسے کچھ ہوش آ گیا تھا۔ وہ خاموش اپنے بستر پر گر پڑی اور جنگ چی کی ماں نے اطمینان کا سانس لیا۔

سہ پہر ہو چکی تھی جنگ چی اور اٹھ بیٹھا۔ اسے واپس جانا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ اپنے خاندان سے جدا ہو جائے گا۔ یہ جدائی عارضی ہو گی یا مستقل؟ کیا وہ لوگ پھر دوبارہ ملیں گے۔ ھیئو من اس کے ساتھ کیمپ کے باہر آ گئی باہر نکل کر وہ دونوں رک گئے۔ دونوں خاموش تھے۔ یکایک انھیں قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ان کے پیچھے فینگ ھیئن کھڑی تھی۔ وہ کیمپ سے باہر نکل رہی تھی۔ اس نے بہت عمدہ قسم کا لباس پہن رکھا تھا۔ اس کا منہ خوب دھلا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر پوڈر اور سرخی لگی تھی۔ ھیئو من اس کو دیکھ کر چونکا۔ اس نے جنگ چی کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

"کیا بات ہے ھیئو من" جنگ چی نے آہستہ سے پوچھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی۔ فینگ ھیئن ان کی طرف بڑھ آئی۔

"خدا حافظ۔ ھیئو من۔ الوداع،، وہ بولی۔

"فینگ ھیئن ....." ھیئو من نے بولنے کی کوشش کی۔ لیکن فینگ ھیئن نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ سر ہلا دیا اور اپنے راستہ پر روانہ ہو گئی

"یہ تو بہت خوش نظر آ رہی ہے کیا بات ہے؟ جیسے وہ اس کیمپ سے جا رہی

ہے۔ آخر وہ کہاں جارہی ہے" چنگ چی نے کہا۔ ھیتو مین نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وانگ نے اور کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ آہستہ آہستہ لڑکھڑاتا بند کی طرف روانہ ہوگیا۔ معاملہ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اس کی اپنی مصیبتیں ہی کیا کم تھیں جو وہ دوسروں کے پھٹے میں ٹانگ اڑاتے۔

شام ہوچکی تھی۔ سائے لمبے ہونے لگے تھے۔ دھندلکا ہر طرف پھیل گیا۔ فینگ ھین چلی جارہی تھی۔ کیچڑ سے بھری ہوئی سڑکوں کو پار کرتی، پگڈنڈیوں کو عبور کرتی، وہ چلتی رہی۔ اسے کچھ احساس نہیں تھا۔ وہ شور و غل سے بے نیاز تھی۔ راہ گیر اسے دیکھ کر ٹھٹھک جاتے۔ لیکن وہ مسکراتی ہوئی اس طرح آگے بڑھتی رہی۔ وہ اپنے لائحہ عمل کو دل ہی دل میں دہرا رہی تھی۔ اس کا منصوبہ کس قدر آسان اور سادہ تھا۔ اس کے قدم تیز تیز اٹھ رہے تھے اور جوں جوں اس کی منزل قریب آتی جارہی تھی۔ اس کے قدموں کی رفتار تیز ہونے لگی جس وقت وہ شہر سے باہر پہنچی تو اندھیرا پھیل چکا تھا۔ رات کی سیاہی نے اسے چاروں طرف سے ڈھانپ لیا۔ آس پاس پھیلے ہوئے ویران کھنڈروں کے درمیان سے تیز ہوا سیٹیاں بجاتی ہوئی بھاگ رہی تھی۔ جگہ جگہ گڑھوں اور نالوں میں سیلاب کا پانی بھرا ہوا تھا۔ اندھیرے اور تاریک شیڈ میں مزدور گھسے ہوئے تھے۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ کہیں کہیں بادلوں کی اوٹ میں ستارے آنکھ جھپک رہے تھے۔ دریا کا شور صاف سنائی

دے رہا تھا۔ آسمان، ستارے اور بادل یہ تمام چیزیں ایک لمحہ کو دریا میں جھلکیں اور اوجھل ہو گئیں۔ فنیگ حسن کا نپ اٹھی اس نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا، اگر کوئی دیکھ لے" اسے اندیشہ ہوا "ہونہہ کیا فرق پڑتا ہے۔ کم از کم آج کیا فرق پڑے گا۔ آج اگر اسے کوئی دیکھ لے تو کوئی فرق نہ ہوگا،" اس نے سوچا۔ وہ چند منٹ ساکت کھڑی رہی۔ اس کی آنکھیں آسمان کو تک رہی تھیں۔ جیسے وہ دعا مانگ رہی ہو۔ آخر وہ بڑھی اور ایک پرانی عمارت کے سامنے آکر رک گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور دروازہ کھٹکھٹانے لگی۔

اوپر کی منزل سے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ جیسے کچھ لوگ بحث کر رہے ہوں۔ پھر اسے ایک کرسی کے کھسکنے کی آواز آئی۔ گفتگو ذرا آہستہ آہستہ ہونے لگی۔ پھر اچانک ایک قہقہہ گونجا۔ کوئی دروازہ کھلا۔ زینے میں قدموں کی چاپ گونجنے لگی۔ چونکہ زینہ لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اس لیے وہ کھٹ کھٹ بڑے زور سے سنائی دے رہی تھی۔

فنیگ حسن دیوار سے الگ ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی پیشانی سے ٹھنڈا پسینہ پھوٹ نکلا۔ اس کے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ اس کا جی چاہا کہ وہ بھاگ جائے۔ لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ وقت گزر چکا تھا۔ دروازہ کھل گیا اور چو چاؤ ہنگ نے تاریکی میں جھانکا۔ اسے کوئی نظر نہ آیا اور اچانک اس کی نظر دیوار پر پڑ گئی۔

"تو آ گئیں تم۔ بہت دیر سے آئیں۔ میں بڑی دیر سے تمہارا انتظار کر رہا تھا" وہ بولا۔

تم نے ہی تو کہا تھا کہ دیر سے آنا۔ اندھیرا ہونے کے بعد۔" فینگ ھیئن نے آہستہ سے جواب دیا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ چلو خیر۔ بلکہ اندھیرے میں بہتر ہے۔" چوپائی ہنگ نے کہا اور فینگ ھیئن کے جسم پر حریصانہ نگاہیں ڈالیں۔ فینگ ھیئن دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ گول گول سفید، بھری بھری چھاتیاں۔ اس کے باریک کپڑوں میں سے جھانک رہی تھیں۔ چوپائی ہنگ نے اس کی طرف ایک قدم بڑھایا اور اپنا ہاتھ اس کے گریبان میں ٹھونس دیا۔ اس نے فینگ ھیئن کی ران کو اپنی دونوں رانوں میں کس کر دبا لیا۔ اور اس کی چھاتیوں کی گولائی کو ہاتھوں سے مساس کرنے لگا۔ وہ آگے جھکا اور بڑے وحشیانہ انداز سے اس کو چومنا شروع کر دیا۔

فینگ ھیئن نے خاموشی سے خود کو اس کے حوالے کر دیا۔ اچانک چوپائی ہنگ نے اسے چھوڑ دیا۔ اور بولا

"یہاں باہر کھڑے ہو کر وقت کیوں گنوائیں۔ اندر چلو۔ آؤ۔ آؤ۔ کوئی حرج نہیں ہے۔ ان سب کو معلوم ہے کہ آج میرے پاس ایک عورت آنے والی ہے۔"

فینگ ھیئن اس کے ساتھ اندر چلی گئی۔ تنگ سے زینے کو عبور کر کے وہ اوپر پہونچ گئے۔ یہ کمرہ کمیونسٹ افسران کے پاس تھا۔ چوپائی ہنگ نے ایک کمرہ کھولا اور فینگ ھیئن کو اندر کھینچ لیا۔ اندر آ کر اس نے دروازہ پھر بند کیا۔ اور اسے تالا لگا دیا۔

فنیگ ھیئن نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ وہ اس کمرہ سے واقف تھی وہ ایک بار پہلے بھی یہاں آچکی تھی۔ لیکن اب وہ منظر بھول جانا چاہتی تھی۔ اس لئے کہ ایک بار پہلے وہ بھائی کی سفارش کے لئے یہاں آئی تھی۔ اپنے بھائی کے لئے سفارش کرنے تاکہ کوئی تکلیف نہ ہو۔ اس کو آرام میسر آنے لگے۔ اپنے بھائی کے آرام کے لئے۔ اس نے کتنی قیمت ادا کی تھی۔ لیکن وہ قیمت بیکار ہوگئی۔ وہ ادائیگی یونہی ضائع چلی گئی۔ وہ۔ وہ۔ مرگیا" اس نے سوچا۔

"اسے ٹھیک سے بیٹھو" چویائی ہنگ نے کندھے اچکائے "آخر اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہی ہو۔ جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو۔"

وہ چونک پڑی اور اس نے اپنے ہونٹوں پر زبردستی مسکراہٹ طاری کرلی "ہائے اللہ میں تو تھک کر چور ہو گئی ہوں۔ اتنے زور کی بھوک لگ رہی ہے مجھے۔ آخر کیمپ سے یہاں تک پیدل چل کر آئی ہوں۔ یہ اتنا آسان کام تھوڑا ہی ہے" اس نے نخرے کرتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ اچھا۔ بے فکر رہو۔ ہم اپنی ننھی منی کامریڈ دوست کو بھوکا اور تھکا ہوا نہیں دیکھ سکتے" چویائی ہنگ اس وقت بڑے زوروں پر تھا۔ لیکن وہ پہلے تھوڑا لطف بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ فنیگ ھیئن کی رانوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ "تم کہیں بعد میں یہ نہ کہو کہ ہم مہمان نوازی نہیں جانتے۔ میری ننھی منی کامریڈ! ہم بہت مہمان نواز ہیں" وہ بولا "ہم تمھیں کھانا دیں گے، شراب دیں گے۔ تم اپنے آرام کرو۔ میں سب چیزیں لیکر

آتا ہوں، وہ اٹھ کھڑا ہوا "اور سنو۔ وہ صابن ہے پانی ہے۔ تولیہ ہے ہر چیز موجود ہے۔ اگر میری ننھی منی کا مریڈ تازہ دم ہونا چاہے تو وہ شوق سے ہر چیز استعمال کر سکتی ہے۔" وہ مسخرے پن سے تعظیماً جھکا اور اپنے دانتوں سے اس کی کان کی لو داب لی" اور جب ہماری ننھی منی کا مریڈ کھانا کھا چکے گی تو اس کی تھکن اتر جائے گی اور وہ تازہ دم ہو جائے گی تو۔ تو ہم اسے پھر تھکا دیں گے۔ ہاہاہاہا۔ وہ قہقہے لگاتا ہوا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا فینگ حسین کمرہ میں گھومنے لگی۔ وہ چاہتی تھی وہ کچھ نہ سوچے۔ اس لئے وہ ٹہلنے لگی۔ اسے محسوس ہوا جیسے جلتا ہوا بلب اس کا تعاقب کر رہا ہے۔۔ شیطان کی آنکھ کی طرح وہ بلب اسے گھور رہا تھا۔ دیواریں اس کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ ایک کرسی پر گر پڑی۔ اس نے ہاتھوں میں سر تھام لیا کمرہ میں صرف ایک کھڑکی تھی۔ کمرہ کے اندر کی فضا میں بڑا حبس تھا وہ کھڑی ہو گئی اور کھڑکی سے باہر سر نکال دیا۔

چاند زمین سے اوپر اٹھ رہا تھا پیلا۔ گول اور روشن چاند نیچے شہر میں پیلے پیلے ٹوٹے اور بوسیدہ مکانات بکھرے ہوئے تھے شہر کی اکثر گلیاں سنسان اور اندھیری تھیں فینگ حسین شہر کے اس حصہ کو تکنے لگی۔ جہاں لالٹینیں روشن تھیں۔ اس کے نیچے بہتا ہوا دریا چمک رہا تھا۔ اس کے علاوہ دور تک سیاہی پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اسے محسوس ہوا جیسے اس کے بھائی کی لاش۔ اس کے سامنے رکھی ہے یہ اس کا ہاتھ ہے یہ اس کا چہرہ ہے، گول، پیلا، روشن، جیسے چاند ــــ اور چاند

بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا۔

وہ چونک پڑی۔ اسے اپنے شانے پر چو پالی ٹنگ کا ہاتھ محسوس ہوا وہ کانپنے لگی۔ ایک منٹ تک وہ اسی طرح کھڑی رہی۔ پھر مڑ کر اس کی آغوش میں گر گئی ـــــ اس کا سر اٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر مسرت اور مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔

وقت بیتا گیا۔ لمحے گزرتے رہے!

پلنگ کے پاس ایک بوتل اور دو گلاس خالی پڑے تھے۔ بلب بجھ چکا تھا اور ایک موم بتی بوتل کے منہ میں ٹھنسی ہوئی آہستہ آہستہ جل رہی تھی شمع کی اتھراتی اور خالی بوتل جگمگا رہی تھی۔ کمرے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ صرف پلنگ پر سے خون کے قطرے آہستہ آہستہ نیچے فرش پر ٹپک رہے تھے اور فلیگ حسین خنجر تھا سے شمع کی روشنی میں لرز رہی تھی۔

بادل زور سے گرجے۔ جیسے ٹوٹ کر برسنا چاہتے ہوں۔ اس وقت کوئی باہر نہیں تھا۔ جو یہ دیکھتا کہ ایک دبلی پتلی پیلے سے رنگ کی لڑکی۔ بال بکھرائے کپڑے پھٹے۔ گریباں چاک۔ گرتی پڑتی بند کی طرف بھاگی جا رہی ہے۔ وہ بند کے اس حصہ پر پہنچ گئی جہاں اس کا بھائی ڈرا تھا۔ تھوڑی دور پر لیٹا ہوا ایک پہریدار زور زور سے خراٹے لے رہا تھا۔

بھیا میں آ رہی ہوں۔ وہ چیخی اور نیچے کود پڑی۔

سوتے ہوئے چوکیدار نے آنکھ کھولی۔ ۔ شپ سے پانی کی آواز آئی اور آواز

پھر وہ پہچان گئی ۔ یہ چنگ چی
تھا اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک لمحہ بعد
اپنے آپ کو اسکے بازوؤں کے سپرد
کردیا ۔

ڈوب گئی !

چوکیدار نے بے نیازی سے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور پھر سو گیا ۔

بپھرتا ہوا دریا بہتا رہا ۔

اور بلبلے اچھل اچھل کر انتقام کی داستان سنانے لگے ۔

۵
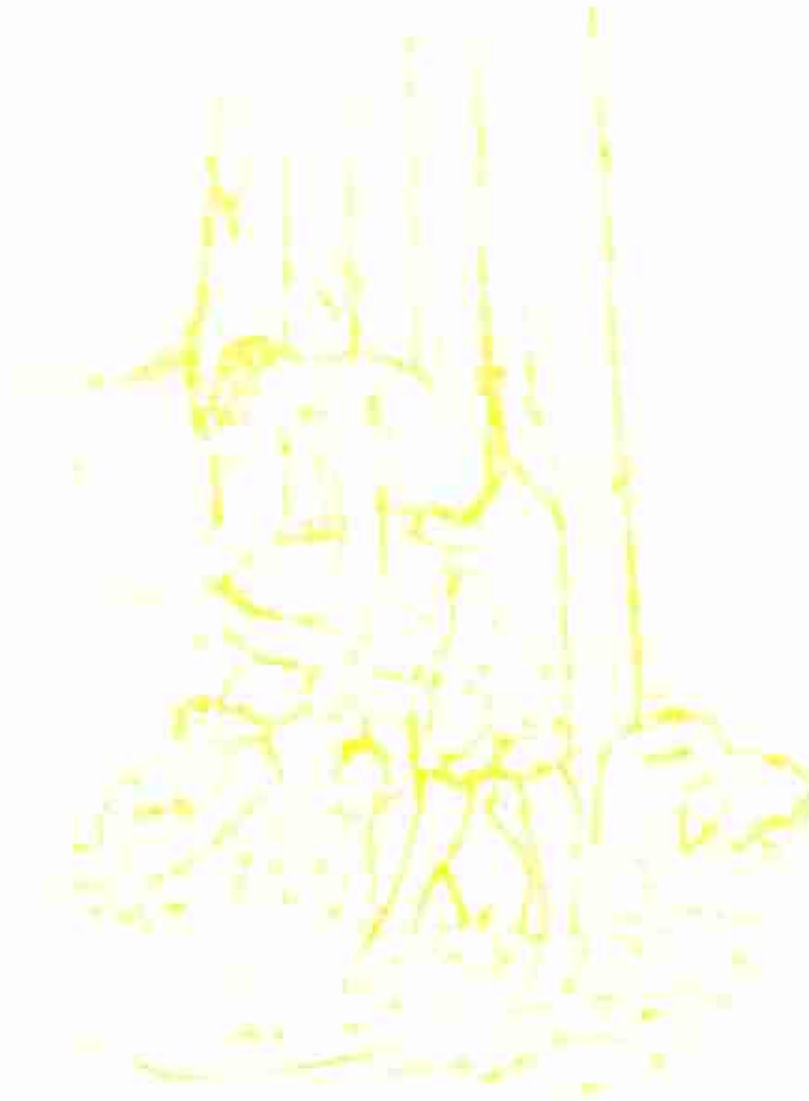
"وانگ چینگ چی" کسی نے زور سے پکارا

"جی - فرمایئے" چنگ چی نے جلدی سے کہا ۔ وہ اوورسیر کے دفتر کے باہر آدھ گھنٹے سے انتظار کر رہا تھا - وردی پہنے ایک آدمی باہر نکلا اور چینگ چی سے بولا "اندر آجاؤ تمھیں اندر بلایا جا رہا ہے"

چنگ چی بڑا بوکھلایا ہوا تھا ۔ اسے معلوم نہیں تھا - وہ کیوں طلب کیا گیا ہے - وہ کمیونسٹ عہدیداروں سے کبھی نہیں ملا تھا ۔ اس لئے کہ اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہ تھا - لیکن جس آدمی نے اسے اندر جانے کے لئے حکم دیا تھا وہ کمونسٹ پارٹی کے بائی کمان سے تعلق تھا ۔ چنگ چی اندر داخل ہوا - ایک آدمی بنیان پہنے چھوٹی سی میز کے کنارے بیٹھا تھا ۔ "تم وانگ چینگ چی ہو؟" اس نے سوال کیا ۔

"جی!" وانگ چنگ چی نے ادب سے جھکتے ہوئے کہا۔ اور وانگ کے اس مودّب انداز کو دیکھ کر اس آدمی کے چہرے پر مسرّت اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ وہ زیادہ دوستانہ لہجہ میں کہنے لگا۔

"ہم نے تمھاری بہادری کے بہت سے واقعات سنے ہیں۔ ہم تمھاری محنت اور تندہی سے بے حد خوش ہیں" اور یہ کہتے کہتے وہ اچانک رک گیا۔ اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس کی تیوریاں چڑھ گئیں وہ ڈیسک پر آگے کی طرف جھک گیا اور بولا "لیکن ہم کو یہ پتہ چلا ہے کہ ان مزدوروں میں دشمنوں کے ایجنٹ موجود ہیں۔ وہ ہمارے کام میں رکاوٹیں پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ ہانکاؤ کی حفاظت کا کام نہ ہو سکے"۔ وہ پھر رک گیا اور آہستہ آہستہ کہنے لگا "ہم جانتے ہیں کہ تم اپنا فرض پوری طرح انجام دے رہے ہو۔ اور ہم اس بات سے بھی باخبر ہیں کہ دشمن کے ایجنٹوں نے تمھارا نام بلیک لسٹ میں لکھ لیا ہے۔ وہ تم کو خطرناک آدمی سمجھتے ہیں۔ اس لئے تمھیں ان لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ آئندہ اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔ ہر چیز کو غور سے دیکھو غور سے سنو۔ مزدور آپس میں جو گفتگو کرتے ہیں اس پر توجہ دو اور مجھے اطلاع دو۔ کیا سمجھے۔ مجھے اطلاع چاہئے۔ خبریں چاہئیں۔ سمجھے" اس نے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا۔

وانگ چنگ چی خاموش کھڑا رہا۔ وہ خود کو بہادر۔ دلیر اور اچھا کارکن نہیں سمجھتا تھا۔ نہ اسے غداروں۔ جاسوسوں اور دشمنوں کے ایجنٹوں کا کوئی علم تھا۔ اس لئے وہ جواب دیئے بغیر خالی خالی نظروں سے افسر کو دیکھتا رہا۔

"کیا دیکھ رہے ہو۔ کیا تمھاری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی" وہ چیخا۔

"جی ۔ وہ ، جاسوس ، یعنی وہ ایجنٹ ۔۔۔ مجھے پتہ نہیں ۔۔۔۔" چنگ جی نے بوکھلا کر کچھ کہنا چاہا ۔

"ہاں !!! جاسوس ! غدار !! دشمن کے ایجنٹ !!! وہ جو اس بند کی مرمت اور تعمیر میں رکاوٹ ڈالنا چاہتے ہیں ، جنھوں نے مزدوروں میں افواہیں پھیلا رکھی ہیں تاکہ ان کے حوصلے پست ہو جائیں ۔ ان کی ہمتیں ٹوٹ جائیں ۔" وہ پھر ایک منٹ رک کر چنگ جی کے چہرے کو غور سے دیکھنے لگا "اگر بند نہیں ٹوٹا تو کمولنٹوں کے لئے مفید رہیگا ۔ اور اگر یہ بند ٹوٹ گیا تو کمولنٹ اور یہ بند دونوں ایک ساتھ بہہ جائیں گے ۔ تم نے اس قسم کے اور جملے نہیں سنے کبھی ؟" اس نے سوال کیا ۔ وانگ چنگ جی حیران تھا کہ آخر مزدوروں کی اتنی صحیح باتیں افسران تک کیسے پہنچ گئیں ۔ اور اسی لئے گھبرا کر بغیر سوچے سمجھے اس نے اقرار میں گردن ہلادی ۔

"خوب" وہ آدمی ہنسنے لگا "تم سے یہ جملے کس نے کہے تھے ۔"

"جی ۔ میں" وانگ چنگ جی نے گھبرا کر تھوک نگلا ۔ میں نے مزدوروں کی زبانی یہ جملے پیشتر سنے تھے ۔

"لیکن کسی نے کہے تو ہوں گے ؟ آخر کس نے کہے تھے ۔ مجھے نام بتا دو" وہ بولا

جی مجھے یاد نہیں ۔ وہاں بہت سے آدمی تھے ۔ جن سے میں واقف نہیں ہوں وانگ نے کہا ۔ اس کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلا ۔ اس نے سوچا وہ یہاں گھر گیا ہے ۔

"کیا بہت سے لوگ یونہی گفتگو کر رہے تھے ۔ گپ شپ ہانک رہے تھے ؟" اس آدمی نے سوال کیا ۔ اور جواب کا انتظار کئے بغیر اچانک اٹھ کر باہر نکل گیا ۔

وانگ دل میں کانپ اٹھا ۔ اب کیا ہونے والا ہے ۔ اس نے سوچا ۔ اتنے میں وہ

آدمی دو پولیس والوں کے ساتھ ایک آدمی کو پکڑ کر اندر لے آیا۔
وانگ چنگ، کا دل زور زور سے دھڑکا۔ یہ چانگ تھا۔ اس کو پہچان کر جنگ چی کا دل ڈوبنے لگا۔

"اس کو پہچانتے ہو" وہ افسر بولا۔ "کیا نام ہے اس کا۔ تم کو اس کا نام تو معلوم ہوگا"

"اس کا نام چانگ ہے" جنگ چی نے کہا۔ "چانگ ٹاہنگ"

ہوں۔ چانگ ٹاہنگ" وہ آدمی غرایا۔ یہ دشمنوں کا ایجنٹ ہے۔ ٹایوان کا جاسوس ہے۔ فارموسا کا جاسوس"

جنگ باتیں کرتے ڈر رہا تھا۔ وہ چانگ کی نظروں سے نظریں نہیں ملا سکا۔ وہ اس کی نظروں سے بچنا چاہتا تھا۔

"اب تم جا سکتے ہو۔ اور مجھے کسی وقت بھی اطلاع دے سکتے ہو" اتنے میں ایک موٹا آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ افسر اپنی بات کرتے کرتے رک گیا۔ اور بولا "یہ کامریڈ چوانگ کوانگ ہوا ہے۔ جو بات تم کو قابل اعتراض نظر آئے اس کی اطلاع تم کامریڈ چوانگ کوانگ ہوا کو دے دینا۔ اب سے تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہو۔ سمجھے ہر بات کی خبر رکھو، سمجھے۔ تم کو انعام بھی ملے گا" اس نے دوبارہ میز پر بیٹھے ہوئے کہا۔

وانگ چنگ نے ادب سے سر جھکایا اور آہستہ آہستہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ کامریڈ چوانگ کوانگ ہوا اس کے ساتھ تھا۔ کمرہ سے باہر نکل کر جنگ چی نے اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھا اور گھبرائے ہوئے لہجے میں کوانگ ہوا سے پوچھا۔

"وہ - وہ جو ابھی باتیں کر رہے تھے - وہ افسر - وہ کون تھے ؟"

"وہ ! وہ کامریڈ وی ٹیمن ہین ہیں - چوتھے تحتی ڈویژن کے حاکم اعلیٰ" چوانگ کوانگ ہوا نے فخر سے سینہ پھیلایا۔

"تم وہ باتیں خوب یاد رکھنا - جو انھوں نے کہی تھیں" چوانگ کوانگ ہوا نے تنبیہ کی۔

"جی ہاں - جی ہاں - چنگ چی نے گھبرا کر کہا اور اپنی گھبراہٹ چھپانے کی کوشش کرنے لگا۔

"کیا تم اسکول میں پڑھے ہو ؟" اچانک کامریڈ کوانگ ہوا نے اس سے سوال کیا۔

"جی ؟ میں - میں - میں" وانگ چی ہچکچایا - کیوں کہ اس نے سنا تھا کہ کمیونسٹ تھوڑے پڑھے لکھے لوگوں کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور خصوصاً ان لوگوں پر بہت شک کرتے ہیں جو صرف مڈل تک پڑھے ہوں - پھر وہ اپنی ذات سے متعلق تفصیل سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ ان کو یہ بتانا نہیں چاہتا تھا کہ اس کا تعلق متوسط طبقے سے ہے - اس لئے کہ اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کو بھی مشکوک نہ سمجھ لیا جائے اور اس لئے اس نے گھبرا کر صرف اتنا ہی کہا کہ "جی ؟ جی ہاں ! میں نے اسکول میں پڑھا ہے۔"

"خوب - تم تو پڑھے لکھے آدمی ہو - تم کو تو اس بند کی اہمیت کا اندازہ ہونا چاہئے اور یہ بات تم کو معلوم ہوگی کہ اس کا تحفظ عوام کے لئے کتنا ضروری ہے۔

ہونہہ - تو کون سے اسکول میں پڑھے ہو تم ! کس مڈل اسکول میں ؟"

چنگ چی اب پھر گھبر گیا تھا - ان مسلسل سوالوں سے کوئی مفر نہ تھا اور اس لئے اس نے صحیح صحیح بات کرنے کی ٹھان لی - "میں نے ہائی اسکول تک پڑھا ہے۔

اس کے بعد یونیورسٹی میں داخل ہو گیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ "

" شاباش ۔ بہت خوب " چوانگ کوانگ ہوا نے حیرانی سے بے ساختہ داد دی "یونیورسٹی کا طالب علم اور بند پر مزدوروں کے ساتھ کام کر رہا ہے "

چوانگ کوانگ ہوا خود بھی یونیورسٹی کا طالب علم تھا ۔ لیکن اس سیلاب کے زمانے میں اس نے دیگر طلباء کے ساتھ اپنی خدمات بھی بند کی مرمت کے لئے پیش کر دی تھیں ۔ اس لئے وہ اس خبر سے خوش ہوا ۔ ایک منٹ تک وہ چپ رہا ۔ اور پھر کہنے لگا ۔ " تو تم یونیورسٹی میں پڑھتے ہو ۔ بہت خوب ۔ پھر تو تم کو عوام کی رہنمائی کرنی چاہیئے ۔ تم مزدوروں کو سمجھا سکتے ہو ۔ بتا سکتے ہو کہ ان کا فرض کیا ہے ۔ میں ذرا صاف گوئی سے کام لے کر تم کو بتا دوں کہ بند پر جو مزدور کام کر رہے ہیں وہ ہم سے بالکل تعاون نہیں کر رہے ہیں ۔ ایسے موقع پر اس مشکل پر قابو پانے کے لئے تم کو ہماری مدد کرنی چاہیئے "

" جی ہاں " وانگ ہینگ چی نے جواب کہا ۔ چوانگ کوانگ ہوا اس سے رخصت ہو کر واپس چلا گیا ۔ اور وانگ ہینگ چی نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ صحیح سلامت اپنے کام پر واپس جا رہا ہے "

سڑکوں پر سیلاب کا پانی پھیلا ہوا تھا ۔ گھروں کے سامنے لکڑ ہٹ ۔ فرنیچر اور دوسرے سامان کا ڈھیر لگا ہوا تھا ۔ لیکن ہینگ چی نے ان چیزوں کی طرف توجہ نہ دی ۔ وہ خاموشی سے اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا بند کی طرف چلتا رہا ۔ وہ بہت بے چین تھا ۔ چوانگ کی گرفتاری ظاہر ہے کہ اس کی اوٹ پٹانگ گفتگو کا نتیجہ تھی ۔ جو ہر وقت کرتا رہتا تھا ۔ لیکن اسے دشمنوں کا ایجنٹ سمجھنا یا کہنا سراسر مسخرا پن تھا ۔ وہ بے وقوف سا جذباتی نوجوان تھا ۔ ہر قسم کی مصلحت سے

عادی - اس لئے اپنے اس پاس دکھ درد، مصائب، بے انصافیاں دیکھیں اور ان سے جھنجھلا کر جو اس کے منہ میں آیا بکنا شروع کر دیا۔ مگر وہ جاسوس نہیں تھا۔ وہ جاسوس نہیں ہوسکتا۔ لیکن ان کمیونسٹوں کو آخر یہ سب باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟ اس کے معنی ہیں کہ بند پر سینکڑوں پالتو کتے گھوم رہے ہیں۔ ان کمیونسٹوں کے پالتو کتے، ان کے جاسوس، جوان مزدوروں کے ساتھ بظاہر بڑے دوستانہ انداز میں گفتگو کرتے ہوں گے۔ ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہوں گے۔ وہ ان کے بہت دوست بنتے ہوں گے۔ لیکن دراصل وہ آستین کے سانپ ہیں وہ ان بے چارے مہاجر مزدوروں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنا چاہتے ہیں۔ وہ ان کے دشمن ہیں ——

چنگ جی کو یقین تھا کہ چانگ کو اپنی یہ بکواس مہنگی پڑے گی۔ شاید وہ جان سے مارا جائے یا اسے حبس دوام کی سزا ملے یا کچھ اور اذیت پہنچائی جائے۔ وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ بند کی تعمیر بے حد ضروری ہے۔ "آخر آپ فطرت کو اس طرح ڈھیل کیسے دے سکتے ہیں کہ وہ آپ کے عظیم بند کو سیلاب میں بہا لے جائے۔ آپ کے شہر اس کی گرم نگاہی کا شکار ہو جائیں۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کسی جگہ کے حاکم خواہ کیسے ہی ہوں۔ لیکن سیلاب سے تو مقابلہ کرنا ہی ہوگا۔" اس نے سوچا۔ "لیکن ایک اور بات بھی ہے۔ اگر اسی طرح معمولی اور جذباتی جملوں کی گرفت ہونے لگی۔ اگر چند غصیلے جملوں پہ سر قلم ہونے لگیں تو ان حالات میں یہ کس طرح امید ہوسکتی ہے کہ یہ مزدور، یہ سیلاب سے بھاگے ہوئے مہاجر پوری تندہی سے کام کریں گے"۔ اور اس کو وہ الفاظ یاد آ گئے جو مزدوروں میں آگ کی طرح تیزی سے پھیل جاتے تھے۔ جب کوسن کہ ہر شخص چہ میگوئیاں کرنے لگا تھا۔" کاش

یہ بند ٹوٹ جائے تاکہ یہ کمیونسٹ بھی ہمارے ساتھ فنا ہو جائیں" یہ الزام زندگی جوان پر تھوپ دیا گیا تھا ۔ وہ اس کو ناپسند کرتے تھے ۔ اس کے خلاف انھوں نے احتجاج کیا ۔ جدوجہد بھی کی ۔ لیکن بے کار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آخر سیلاب کو ہاتھوں سے تو نہیں روکا جاسکتا ۔ مسلح لوگوں کے مقابلہ میں نہتے لوگ کیا کرتے عوام کچل دیئے گئے ۔ گندے انڈے کی طرح کچل دیئے گئے اور اس تمام جدوجہد اور کوشش کا نتیجہ صرف اتنا نکلا کہ بہت سے لوگ اس جدوجہد کی بھینٹ چڑھ گئے ۔ کچھ خون بہہ گیا ۔ اور بس ۔

آج پانی کی سطح بہت بلند تھی ۔ لہریں بپھر کر بند اور پشتے کی دیواروں سے ٹکراتیں جھاگ اچھل کر اندر آگرتا ۔

لوگ آج کے موسم پہ تبصرہ کر رہے تھے ۔ محکمہ موسمیات نے آندھی اور طوفان کی پیشین گوئی کی تھی ۔ چنانچہ اس سلسلے میں تمام احتیاطی تدابیر کی جا رہی تھیں ۔ بند پر مسلح فوجی اور کمونسٹ سپروائزر گھومتے پھر رہے تھے ۔ ہر حصہ کا معائنہ ہو رہا تھا چنگ چی نے آدھ گھنٹہ کی مسلسل تلاش کے بعد ٹسو کینگ سینگ کو ڈھونڈ نکالا ۔ ٹسو چنگ چی کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف لے گیا اور دھیمی آواز سے کہنے لگا کیوں بلایا تھا تم کو ؟ کیا کہا انہوں نے ؟ میں نے سنا ہے کہ تم چوتھی تحتی ڈویژن کے حاکم اعلیٰ کے پاس گئے تھے ۔ میں نے جب سے سنا ہے اس وقت سے پریشان ہوں کہ کہیں تم کو کچھ ہو نہ جائے ۔ آج صبح چانگ کو بھی بلایا گیا تھا ۔ وہ تو صبح سے اب تک نہیں لوٹا "

" اور نہ شاید کبھی لوٹے " چنگ نے جھجکتے ہوئے کہا ۔ وہ اس طرح ظاہر کرنے

لگا۔ جیسے وہ پشتے کے شہتیروں کو درست کر رہا ہے۔

"انھوں نے تم سے کیا پوچھا؟"

"رات کو بتاؤں گا تفصیل سے سب سناؤں گا" چنگ چی نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"اس وقت بات کرنا مناسب نہیں ہے۔ بلکہ خطرناک ہے"

"تم اپنے کیمپ سے ہو آؤ" شو کینگ مینگ نے چلتے چلتے مشورہ دیا "تمھاری ماں کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تم کو کمیونسٹ ہیڈ کوارٹر میں طلب کیا گیا تھا۔ اس وقت سے وہ بھی بہت پریشان ہے۔ تمھاری خیریت کی اطلاع اگر اس کو جلدی نہ مل سکی تو وہ صدمے سے پاگل ہو جائے گی۔۔۔۔ اور سنو۔ اگر راستہ میں کوئی پوچھے کہ تم کہاں جا رہے ہو تو کہہ دینا کہ چوتھے تحتی ضلع کے ہیڈ کوارٹر جا رہا ہوں۔۔ سمجھے۔ اس سے تمھیں کوئی نہیں ٹوکے گا۔"

"تو میں ابھی چلا جاؤں؟" چنگ چی نے سوال کیا۔

"ایک منٹ رکو۔ وہ جو مزدور مٹی لے کر جا رہے ہیں۔ ان میں شامل ہو جاؤ اور ان کے ساتھ آگے بڑھتے جاؤ۔ جہاں موقع دیکھو کھسک جانا" شو نے ترکیب بتائی اور چنگ چی نے فوراً سمجھ کر سر ہلا دیا۔ اور جھک کر شہتیروں کو ایک جگہ اکٹھا کرنے لگا۔ اتنے میں مٹی ڈھونے والے مزدور اس کے پاس آ گئے اس نے زمین پر رکھا ہوا ایک ٹوکرا اٹھایا اور ان کے ساتھ چلنے لگا۔ وہ لوگ اس طرف جا رہے تھے جہاں بند کے لئے مٹی کھودی جا رہی تھی۔ تھوڑی دور چل کر چنگ چی ان سے علیحدہ ہو گیا اور بند سے اتر کر شہر کی طرف پہنچنے کا ارادہ کرنے لگا۔ جیسے ہی وہ ادھر جانے کے لئے مڑا تو ایک فورمین کی نظر اس پر پڑ گئی۔ اس

فورمین کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ اس کا آدمی ہے یا نہیں۔ آخر وہ کسی گروپ سے متعلق ہے۔ اس نے چیخ کر چنگ چی کو بورے اٹھانے کا حکم دیا۔ تاکہ وہ ان بوروں کو اٹھا کر پشتہ پر لے جائے۔

"معاف فرمایئے۔ مجھے چوتھے تحتی ڈویژن کے ہیڈ کوارٹر جانا ہے"۔ وانگ نے جواب دیا اور آگے بڑھنے لگا۔

"اپنی اس بہانہ بازی کو چولھے میں ڈالو۔ سمجھے۔ کاہل نکمے کہیں کے"۔ اور فورمین نے اس کے ایک مکا رسید کر دیا۔ چنگ چی اس کے مکے کے لئے بالکل تیار نہیں تھا۔ اس لئے وہ اس اچانک حملے سے زمین پر گر پڑا اور وہ آدمی اس پر چڑھ گیا۔

"اٹھ کے بیٹھو۔ جلدی کرو" وہ فورمین گرجا "یہ جگہ کام کے لئے ہے حرامخوری کے لئے نہیں۔ سمجھے۔ بدمعاش"

چنگ کو فورمین پر بڑا غصہ آیا۔ وہ بغیر کسی وجہ کے پٹ گیا تھا۔ اس کا خون کھولنے لگا۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اسکی مٹھیاں کس گئیں

"حرامزادے۔ بدمعاش" وہ غصہ سے چیخا۔ "تم کو کیا حق تھا کہ مارو۔ میں تمہارے گروپ کا آدمی ہوں؟

میرا اپنا گروپ ہے۔ اپنا کام ہے۔ تم کون ہو؟ کیا چاہتے ہو۔

"میں نے مارا۔ اچھا کیا" وہ فورمین غرایا "تم کیا کر لو گے میرا" اور یہ کہہ کر اس نے ایک مکہ اور رسید کرنا چاہا۔ لیکن چنگ چی نے ایک طرف ہٹ کر خود کو اس کے گھونسہ کی زد سے بچا لیا۔ اور جواب میں کس کر ایک گھونسہ اس کے

جبڑے پر جما دیا۔ اس گھونسے سے فورمین کا غصہ بھی بھڑک اٹھا۔ اس نے چنگ چی پر لات گھمائی اور نزدوروں سے چیخ کر بولا۔

" آنا ذرا۔ اس حرامزادے کو مزا چکھانا"

یہ فورمین سنگ دلی اور بد مزاجی کے لئے بہت بدنام تھا۔ اس کے تمام ماتحت اس سے نالاں تھے اسی لئے اس وقت اس کو پٹتے دیکھ کر وہ سب دل ہی میں بہت خوش ہوئے اس کے چالیس ماتحتوں میں سے کسی نے بھی اس کی طرف پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وہ دونوں لڑتے رہے۔ اتنے میں چار پانچ آدمی بیچ بچاؤ کی غرض سے آگئے۔ مگر انھوں نے دانستہ فورمین کو پکڑ کر وانگ کو یہ موقع دیا کہ وہ دو چار ہاتھ اس فورمین کے اور جما دے اور یہ دیکھ کر فورمین کو آگ لگ گئی۔

" لعنت ہو تم پر کمینو۔ ہٹ جاؤ۔" وہ دھاڑا۔

اب اس کا غصہ اپنے پورے شباب پر تھا۔ اس نے گھوم کر ایک آدمی کے لات جمائی۔ دوسرے کے تھپڑ رسید کیا اور تیسرے کو دھکا دیا۔ اور ایک مکہ وانگ کی طرف اچھالا۔ لیکن وانگ پھر جھک گیا اور اس سے قبل کہ وہ معاملہ کی نزاکت سمجھتا۔ اس نے دیکھا کہ اس فورمین پر دس گیارہ آدمی جو اس کے دشمن تھے۔ وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اسے پیٹ رہے ہیں۔ اب وہاں باقاعدہ دھینگا مشتی شروع ہو چکی تھی۔

چنگ چی نے جواب میں اس فورمین کو اچھی طرح پیٹ لیا تھا۔ اور اس لئے اب اس کا غصہ فرو ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ وہ جانتا تھا کہ اب کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے اس لئے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اس نے سوچا کہ وہ بھاگ جائے

وہ پیچھے کی طرف کھسکا اور باہر نکلنے لگا کہ اچانک اس کی پیٹھ پر ایک ہنٹر زور سے لگا۔
اس نے مڑ کر دیکھا کہ مسلح فوجی پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔
"کامریڈ۔ میں نے کچھ نہیں کیا کامریڈ۔ اس جھگڑے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔"
چنگ چی نے جلدی سے کہا۔
"ملعون تو چاہتا ہے کہ ہمارا کام رک جائے۔ برباد ہو جائے۔ ہونہہ" ایک فوجی نے
دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور اس کے دونوں ہاتھوں کو پیچھے باندھ دیا۔

فوجیوں کو دیکھ کر لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ فورمین کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔
ایک فوجی نے آگے بڑھ کر بندوق کی نالی چنگ چی کے سینے پر رکھ دی۔ اور
چیخ کر بولا۔ "بولو۔ تم نے فورمین پر حملہ کیوں کیا تھا؟"
"کس نے؟ میں نے۔ میں نے کوئی حملہ نہیں کیا۔" وانگ چی نے صاف
جھوٹ بولا۔ اب اسے جھوٹ بولنا آگیا تھا۔ "میں تو ضروری کام سے چو تھے
تحتی ڈویژن کے ہیڈ کوارٹر جا رہا تھا۔ بالکل خاموشی کے ساتھ سیدھے اپنے
راستے پر چلا جا رہا تھا۔ اس فورمین نے مجھے روک لیا۔ اور میرے مکے مارے
اتنے میں دوسرے لوگ دوڑ کر آ گئے تاکہ مجھے اس سے بچائیں۔"
"یہ کتے کا بچہ بالکل جھوٹ بول رہا ہے"۔ فورمین دہاڑا۔ اور اپنی آستین سے
خون پونچھنے لگا۔ "میں نے اس سے کہا کہ یہ ریت کے بورے اٹھا کر پشتہ پر لے
جاؤ اور اس نے صاف انکار کر دیا۔"
فوجیوں کے افسر نے اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی اور چنگ چی کی طرف مڑ کر
بولا کیا نام ہے تمھارا۔ کس گروپ کے ہو۔"

اور وانگ نے اپنے کاغذات نکال کر اس کے سامنے پیش کر دیئے۔ کاغذات دیکھنے کے بعد اس نے پوچھا کہ "تم ہیڈ کوارٹر کیوں جا رہے تھے"؟

"خبریں دینے" وانگ چنگ چی نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ وہ اب اپنے حواس پر قابو پانے کا گر سیکھ گیا تھا۔ وہ ذرا آگے کی طرف جھکا اور افسر سے رازداری کے لہجے میں کہنے لگا۔ "میں چوتھے تحتی ڈویژن کے حاکم اعلیٰ کے تحت کام کر رہا ہوں۔ مجھے کامریڈ چوانگ کوانگ ہوا سے رابطہ رکھنے کی ہدایت ملی ہے"۔

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا"۔ وہ افسر بولا اور تین چار قدم آگے بڑھ کر اس نے اپنی ٹامی گن فورمین کے سینہ پر رکھ دی۔ اور اس کی شکستہ ناک پر کس کر ایک مکہ جما دیا۔ فورمین درد سے چیخا۔ اور چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ وہ تمام لوگ جو فورمین کو پیٹ رہے تھے اب اس کے ہمدرد ہو چکے تھے۔ وہ فورمین سے ناراض تھے لیکن وہ پھر بھی ان کا اپنا آدمی تھا۔ اسے کمیونسٹوں کے ہاتھوں پٹتا دیکھ کر وہ اس کے دوست ہو گئے تھے۔ ان کو اس کے پٹنے سے بڑی تکلیف ہوئی تھی۔ فورمین کے خلاف غصہ کے لئے ان کے پاس وجوہات تھیں۔ مگر وہ ان کا ذاتی معاملہ تھا۔ وہ آپس کے لوگ تھے۔ سب کے سب مہاجر مزدور تھے۔

"آپ اپنے کام پر جائیے" اس آفیسر نے وانگ چنگ چی سے کہا اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ ساتھ جا کر اسے بحفاظت چوتھے تحتی ڈویژن ہیڈ کوارٹر پہنچا آئیں۔

اور وانگ چنگ چی ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ حیران تھا کہ آخر وہ وہاں پہنچ کر کیا کہے گا۔

چوانگ کوانگ ہوا اس کو اس قدر جلد واپس آتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ "کیسے آئے"
اس نے جلدی سے کہا۔

" مجھے ایک بات پوچھنا تھی"۔ وانگ نے اس طرح منہ بنایا جیسے وہ فکرمند ہے۔
" آخر یہ ہم کو کیسے معلوم ہوگا کہ وہ ایجنٹ ہے۔ یا نہیں ؟ یعنی میرا مطلب ہے میں
اس کی گفتگو پر غور کروں یا اس کے عمل کو دیکھوں"۔
تمام سست اور کاہل مزدوروں پر نظر رکھو۔ اور وہ تمام لوگ جو خود بھی کام نہیں کرتے
اور دوسروں کو بھی سست رہنے پر مجبور کرتے ہیں ان کی باتیں سنو اور ہم کو اطلاع
دو۔ اس کے علاوہ تم خود اچھے کام کرو۔ بہتر کام کرو۔ تاکہ تم مثال بن سکو۔ اور
عوام کو بتا سکو کہ تم ان کی بہتری کے لئے ایمانداری سے کوشاں ہو"۔ چوانگ کوانگ ہوا
نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔ ہونہہ" چنگ نے سر ہلایا " میں روز آکر آپ کو
خبریں پہنچا دیا کروں ؟ "

" یہ ضروری نہیں ہے۔ میں بھی بند پر آتا رہتا ہوں۔ وہاں مل لینا۔ یا کوئی خاص
بات ہو تو یہاں آکر بتا دینا۔" چوانگ نے کہا" ہم عموماً پشتے پر آتے رہتے ہیں
اس لئے کہ ہم یہی چاہتے ہیں کہ ہم مزدوروں کے ساتھ کام کریں اور اس سیلاب
کی روک تھام میں ان کا ہاتھ بٹائیں"۔

" میں اب جاؤں" چنگ چی نے پوچھا۔ وہ اس گفتگو کو جلد از جلد ختم کرنا چاہتا تھا
چوانگ کوانگ ہوا نے سر ہلایا اور وہ کمرہ سے باہر نکل آیا۔ باہر آکر اس نے دیکھا
کہ اس کی حفاظت پر مامور فوجی واپس جا چکے تھے۔ وہ وہاں پہلے پشتے کی سمت روانہ

ہوا - لیکن تھوڑی دور چل کر وہ ایک اندھیری گلی میں سے ہو کر کیمپ کی طرف چل دیا۔

اب سے پہلے وہ بند کے خطرات سے ناواقف تھا - لیکن گزشتہ تین دن کے اندر وہ تمام خطرات سے آگاہ ہو چکا تھا۔ وہ تمام اندیشے جو یہاں کام کرنے والوں کو لاحق تھے۔ اب اس کو بھی درپیش تھے۔ لوہائی پنگ اور دوسرے لوگوں کی اچانک موت نے اسے اور دہلا دیا تھا۔ وہ سب خاصے تندرست تھے ہنستے کھیلتے - چاق و چوبند اور یکایک موت کے بھیانک جبڑوں نے انھیں نگل لیا تھا - انتہائی خاموشی کے ساتھ بغیر کسی آواز کے - بغیر کسی وجہ کے وہ ختم ہو گئے تھے۔ اور بہت سے دوسرے لوگ جو اس طرح مرنے پر راضی نہ تھے۔ جو ایسی موت کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔ ان کے لئے آستین کے سانپ موجود تھے وہ موقع پاتے ہی ان کو ڈس لیتے۔

بند پر کام کرنے والے مزدور ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان جاسوسوں سے انھیں سخت نفرت اور عداوت تھی اور اب وہ خود - چینگ چی اسی کام پر مامور ہوا تھا - لیکن ! کیا وہ ایسا کر سکتا ہے ؟ کیا وہ ایسا کرے گا - کیا وہ بھی آستین کا سانپ بن جائے گا ؟ کیا وہ کبھی اپنے معصوم ساتھیوں کو ڈس لے گا ؟ نہیں ! نہیں !! ہرگز نہیں !!! اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا - صرف ذرا سی مصلحت اندیشی تھی - جس کی وجہ سے وہ ان کے ساتھ بظاہر کام کر رہا تھا - ان سے تعاون کرنے پر آمادہ تھا۔

دریا کی حالت بہت بگڑ چکی تھی - پانی کی سطح ۱۹۳۱ء کے سیلاب کے برابر پہنچنے والی تھی - اس سیلاب کو روکنے کے لئے نہ ان کے پاس سامان تھا اور نہ
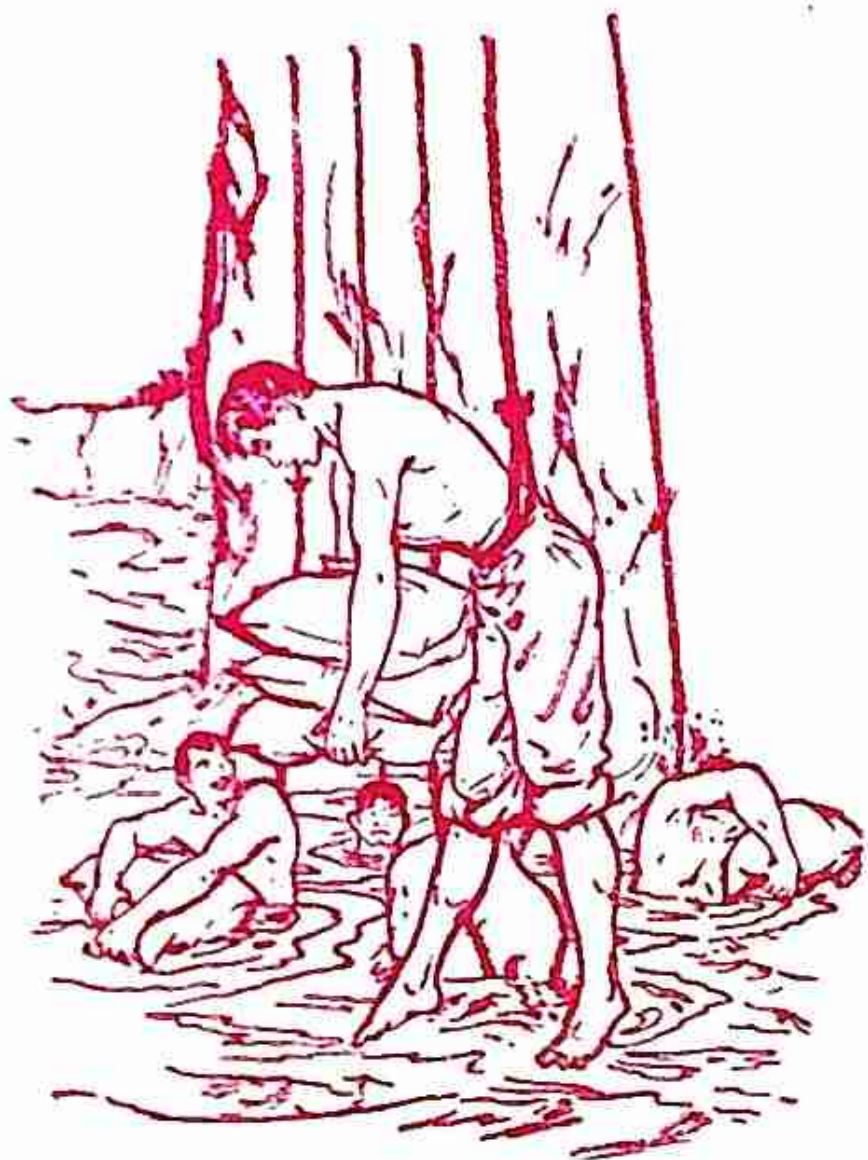
ستره آدمی اندر گئے تھے اور صرف
تین زندہ لوٹے ۔

ہر دیگر ضروری اشیاء موجود تھیں۔ صرف مزدور تھے۔ مفت کے مزدور۔ سیلاب سے بھاگے ہوئے پناہ گزین مہاجر۔ اور وہ بھی انتہائی بد دل سست۔ کاہل پھر آخر ان شگافوں کو کس طرح پاٹا جائے گا۔ اس طرح اس گرتی ہوئی دیوار کو سنبھالا نہیں جا سکتا۔ ان دراڑوں کو کیسے پاٹا جائے گا۔ شاید یہ پورا بند گر جائے پھر۔ پھر تو ہر شخص کا انجام ظاہر ہے۔ سب لوگ ختم ہو جائیں گے۔ سیلاب میں بہہ جائیں گے۔ اور بس۔

شام کے وقت ہانکاؤ پر ہلکے ہلکے بادل چھا گئے۔ چنگ چی اپنے کیمپ کے سامنے رک گیا۔ اور اپنے چہرے سے مٹی اور دھول صاف کرنے لگا۔ اس نے اپنے کپڑے جھاڑے۔ اس لئے کہ اس حلیے میں دیکھ کر اس کی ماں ضرور پریشان ہو جائے گی۔ اور وہ کسی طرح ماں کو پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"چنگ چی۔ میرے بچے" اس کی ماں نے اسے سینے سے بھینچ لیا "میرا دل بڑا دہل رہا تھا۔ تجھے کچھ ہوا تو نہیں"۔ یہ کہہ کر اس نے چنگ چی کو غور سے دیکھا۔ گو چنگ چی نے اپنے چہرے سے دھول وغیرہ صاف کر لی تھی۔ پھر بھی فوز میں سے لڑتے وقت اس کے کپڑوں میں دھول وغیرہ لگ گئی تھی۔ اس کو دیکھ کر اس کی ماں گھبرا گئی۔ "یہ تیرے کپڑوں پر مٹی اور دھول کیسی ہے؟ چوٹ تو نہیں لگی تجھے۔ کہیں گر گیا تھا کیا؟" چنگ چی حیران نظروں سے ماں کو دیکھتا رہا۔ بند پر مسلسل گالیاں۔ جھڑکیاں اور مار پیٹ سہتے سہتے وہ اس محبت اور خلوص کو بھول چکا تھا۔ اسے یہ ممتا بڑی غیر فطری محسوس ہوئی۔ اس محبت سے وہ بہت متاثر ہوا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ اس کی آواز بھرا گئی۔ "نہیں ممّا۔ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ میں ٹھیک

ہوں۔ بالکل ٹھیک۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔" اس نے ماں کو اطمینان دلایا
" تو اپنا خیال رکھا کرو۔ میرے بچے" ماں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ
پھیرا۔ اور ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"آج اگر تیرا باپ زندہ ہوتا۔۔۔ تو تجھے ایسی تکلیفیں کیوں ہوتیں۔"
دونوں چپ ہو گئے۔ چنگ جی اس تلخ حقیقت سے واقف تھا کہ وہ اس مہاجر
کیمپ میں نہ اپنی ماں کی دیکھ بھال کر سکتا ہے۔ نہ ان کو کوئی آرام پہنچا سکتا ہے
اور اچانک اسے احساس ہوا کہ ھےیومن وہاں موجود نہیں ہے۔ اس نے
چاروں طرف نظر دوڑائی۔

" ماں! ھےیومن کہاں ہے" آخر اس نے ہچکچاتے ہوئے سوال کیا۔
" تو یہ کیا ہو گیا ہے۔ میرے دماغ کو" ماں نے اپنی پیشانی پکڑتے ہوئے کہا
" میں تو بالکل ہی بھول گئی تھی۔ جب سے ہم نے سنا ہے کہ تجھے کمیونسٹوں نے
بلایا ہے۔ ہم سب متفکر رہے تھے۔ ھےیومن تو بہت ہی پریشان تھی اور اسی
لئے وہ تجھے دیکھنے بندرگاہ پر گئی ہے۔" وہ مجھے دیکھنے بندر پر گئی ہے!" وہ چونک
پڑا " خدا خیر کرے۔ اب تو اندھیرا ہو گیا ہے" اس نے کہا اور پریشان ہو گیا
اسے یاد آیا کہ دو چار دن پہلے ہی دو عورتیں اپنے خاوندوں کی تلاش میں وہاں
آگئی تھیں۔ اتفاق سے وہ کچھ مزدوروں میں پھنس گئیں اور سات آٹھ مزدوروں
نے مل کر ان کی عزت لوٹ لی۔ اور اس خیال سے وہ پریشان ہو گیا۔ وہ واقف
تھا کہ بندرگاہ پر لوگ بہت پریشان ہیں۔ بہت جھنجھلائے ہوئے ہیں۔ زندگی سے نالاں
ان کو نہ اپنی جان کی پرواہ ہے نہ دوسرے کی عزت کی۔ اور رات کی تاریکی میں

جب ان کے آس پاس کسا ہوا خول ذرا ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ جب ان کے اوپر نگرانی ذرا نرم ہو جاتی ہے۔ ایسے عالم میں تو وہ ذرا سی بات پر برانگیختہ ہو جاتے ہیں۔

"اسے گئے ہوئے کوئی ایک گھنٹہ تو ہو گیا" اب ماں بھی فکر مند ہو گئی تھی۔

"کھانا کھا لیا تم نے" آہ شوین نے سوال کیا۔

"نہیں ... ہاں .. ہاں .. کھا لیا ... میں کھا چکا" وہ بولا۔ اسے صبح دفتر جانا پڑ گیا تھا اور اس وجہ سے اس نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا اور شام کو وہ ادھر چلا آیا تھا۔ اس وجہ سے وہ اب تک بھوکا ہی تھا۔ لیکن وہ اپنی بھوک کو ماں بہن پر ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ ان کی پریشانی میں کسی طرح اضافہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"بھیا۔ آج بند پر کچھ خطرہ ہے کیا؟" چھوٹی بہن نے سوال کیا۔ "کوئی کہہ رہا تھا کہ آج بڑی سخت آندھی چلے گی۔ اور ہوا تو اب بھی بہت تیز ہے۔"

"نہیں! فی الحال کوئی خاص خطرہ نہیں ہے۔ بند کو ان آندھیوں سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ چنگ کنگ کا بند بڑا مضبوط بند ہے اور سیلاب کا پانی تو ابھی گزشتہ سیلاب کے ریکارڈ تک نہیں پہونچا ہے۔" وہ یونہی آہستہ آہستہ بولتا رہا۔ جیسے خواب میں بول رہا ہو۔ اس لئے کہ اس کا دماغ تو بہت دور ھیوئن کے گرد چکر کاٹ رہا تھا۔ اس نے اچانک سر اٹھایا۔

"مما! ھیوئن کو اکیلے بند پر مت جانے دیا کرو۔ وہاں ہر طرح کے آدمی

ہیں۔ اچھے۔ برے۔ نیک۔ بدمعاش اور ان لوگوں کے درمیان کسی تنہا عورت کا جانا ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ خطرناک ہے۔ وہ لوگ۔ کبھی کبھی۔ بری حرکتیں ۔۔۔۔ میرا مطلب ہے زبردستی کر بیٹھتے ہیں"

"اب آئندہ کبھی ضرورت ہوئی تو میں دیکھنے آجایا کروں گی بھیا" آہ شوین نے اکڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ تم بھی مت آنا۔ میں چچا سُو سے پوچھ کر خود یہاں کبھی کبھی آجایا کروں گا۔ جب بھی موقع ملا میں ادھر کا چکر لگا دیا کروں گا"۔ یہ کہہ کر وانگ چنگ چی کھڑا ہو گیا۔ اسے کچھ عجیب قسم کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ جلد از جلد ھسیوین کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔

"تم جا رہے ہو" ماں نے سے کھڑا ہوتے دیکھ کر سوال کیا۔

"مجھے کام پر جانا ہے ماں" اس نے کہا "اور ماں جب ھسیوین آئے تو اس سے تاکید کر کے کہہ دینا کہ وہ بند پر نہ آیا کرے"۔

طوفان بڑے زور شور سے گرج رہا تھا۔ آندھی چیختی چنگھاڑتی چلاتی چلی آ رہی تھی۔ مکانوں کے دروازے کھڑکھڑانے لگے۔ دھول سے گلیاں اٹ گئیں۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ جھونپڑیوں کی چھتیں اڑنے لگیں ریت اور دھول سے لوگوں کی آنکھیں اور چہرے بھر گئے ــــــ لیکن وانگ چنگ چی کے دل میں ایک طوفان بپا تھا۔ اس طوفان سے زیادہ شدید اور اس لئے وہ اس طوفان کی پرواہ کئے بغیر ادھر اُدھر گھومتا پھر رہا تھا۔ وہ ھسیوین کو ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ ہر شخص کے چہرے کو غور سے دیکھتا۔ ہر گزرتی ہوئی

عورت کو آواز دیتا۔ اور اچانک اسے ایک آواز سنائی دی۔ اسکے قدموں کے نیچے سے زمین سرکنے لگی۔ چیخیں فضا میں گونج اٹھیں۔ خطرہ کے سگنل ہونے لگے۔ اور اچانک اسے بپھرتے ہوئے پانی کا شور سنائی دیا۔ گونجتی بپھرتی، گرجتی لہروں کی آواز فضا میں گردش کرنے لگی۔ زور کا دھماکہ ہوا اور اس نے دیکھا کہ اس سے تقریباً بیس ۲۰ فٹ کے فاصلے پر زمین پھٹ گئی ہے۔ اور زمین سے پانی فوارہ کی طرح اچھل اچھل کر اوپر آرہا ہے۔ بند کو اگر پانی توڑنے سے قاصر تھا۔ تو اس کے اندر کی نرم زمین کو کاٹ رہا تھا۔ وہ زمین کے اندر بہنے لگا تھا۔ اور جہاں ملائم زمین پاتا ایک جھٹکے سے اوپر ابلنے لگتا تھا۔ سیلاب کا پانی زمین کے اندر ہی اندر شہر کے نیچے پہنچ گیا تھا۔ اور حسب موقع ادھر ادھر سے سر نکال دیا کرتا تھا۔ لوگ چیختے ہوئے اس طرف دوڑنے لگے۔ سیلاب کا پانی گلیوں میں گھومنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں لوگوں کے مکانات کے اندر پانی کھڑا ہونا شروع ہو گیا۔ ریت کے بورے فراہم ہونے لگے۔ چنگ چی بھی ان کی مدد کو دوڑ پڑا۔ وہ تھوڑی دیر اس شگاف کو پُر کرنے میں مدد دیتا رہا اور ایک عورت کو دیکھ کر یکایک اسے چوسیوین یاد آگئی۔ وہی خیال اس کے دماغ میں چٹکیاں بھرنے لگا۔ وہ وہاں سے دبے پاؤں ہٹ گیا۔

بھوک سے اس کی آنتیں کٹنے لگیں۔ وہ یونہی منہ چلاتا آگے بڑھنے لگا۔ اس کا پائجامہ گھٹنوں تک گیلا ہو گیا تھا۔ اور اسے وہ نمی بڑی بُری لگ رہی تھی، اس نے اپنے پائنچے چڑھائے۔ بھوک بڑھنے لگی اور اس کی آنتیں اینٹھنے لگیں

وہ رک گیا۔ اور سڑک پر بیٹھ کر سستانے لگا۔ اس نے دیکھا کہ ایک عورت گلیوں میں سے بھاگتی ہوئی چلی آرہی ہے۔

"تھیومین" اس نے آواز دی۔ وہ عورت رک گئی۔ ایک قدم پیچھے ہٹی لیکن فوراً ہی چنگ جی کو پہچان کر وہ اس کی آغوش میں دھم سے گر گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ اس کے سینے سے لگی روتی رہی۔

"تم کہاں تھے چنگ جی۔ میں تم کو تلاش کرتے کرتے تھک گئی۔ میں تو صدمہ سے مرجاتی...." چنگ جی! تھیومین نے کہا اور اس سے زیادہ لپٹ گئی ہوا کیا آخر۔ مجھے بتاؤ۔ آخر ہوا کیا؟"

"وہاں۔ وہاں۔ اف میرے اللہ۔ بندرپر" وہ سسکیاں بھرنے لگی۔ "میں نے دیکھا چنگ جی کہ" اور اس کی آواز خوف سے بیٹھ گئی۔ وہ سر سے پیر تک کانپنے لگی۔ "انھوں نے تین آدمیوں کو رسوں سے باندھ کر ان پر لوہے لاد دیئے اور ان کو پانی میں اتار دیا۔ وہ تینوں سیلاب کی موجوں میں دھکیل دیئے گئے۔ جیسے کوئی پتھر پھینک دیتا ہے۔ کئی منٹ کے بعد ان کو باہر نکالا گیا۔ تو ان میں سے دو مر چکے تھے" وہ زور زور سے سسکیاں بھرنے لگی۔

"تم ایسے خوفناک منظر دیکھتی ہی کیوں ہو۔ میری ننھی سی گڑیا" چنگ جی نے محبت سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"میں تو تمھیں دیکھنے گئی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا۔" وہ بولی "نہ معلوم کون تھے بے چارے۔ وہ جب نکالے گئے تو میں گھبرا گئی۔ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم بھی ان میں تو نہیں ہو۔ اور۔ اسی لئے میں ان کے باہر نکلنے کا انتظار کرتی رہی"

یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔

"ھسیومن" اس نے آہستگی سے ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا اور ایک اندھیری سی گلی میں چلنے لگا۔

اور چینگ چی اس کے علاوہ بھی ..... ہائے اللہ مجھے کتنا ڈر لگا۔۔ کتنی خوفناک بات تھی" وہ لرز اٹھی" میں تمھارے سیکشن کے ایک گڑھے کے پاس سے گزر رہی تھی کہ میرا پاؤں پھسل گیا۔ شاید وہاں مٹی وغیرہ کھودی جا رہی تھی۔ پاؤں کے پھسلنے میں ایک دم نیچے گر پڑی۔ میں ایک آدمی کے اوپر گر پڑی تھی۔ تو اس آدمی نے مجھے پکڑ لیا۔ اور اس کے ہاتھ میرے جسم پر رینگنے لگے۔

ھسیومن نے ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

" پھر کیا ہوا؟ " وانگ نے بے تابی سے پوچھا

" وہ حرامزادے جنگلی کمینے کہیں کے۔ ایک نے میری چھاتیوں کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ اور دوسرا میرے کپڑے اتارنے لگا۔" ھسیومن نے کہا" میں نے ایک چیخ ماری۔ تو اس آدمی نے جس نے مجھے پکڑ رکھا تھا۔ گھبرا کر چھوڑ دیا اور میں وہاں سے بگٹٹ بھاگی۔ اور گرتی پڑتی۔ اپنی جان بچانے کے لئے میں بھاگتی چلی گئی"

"بس! اور تو کچھ پیش نہیں آیا۔ کوئی اور بات۔ اس سے خراب۔ گندی؟"

" نہیں! لیکن مجھے بڑا ڈر لگا۔ چینگ چی۔ دیکھو اب بھی میرا دل کیسے دھک دھک کر رہا ہے۔"

" ھسیومن۔ آئندہ تم وہاں مت آیا کرو۔ کم از کم اکیلے وہاں کبھی مت آنا" وہ اسے لے کر ایک پرانے ٹوٹے ہوئے مکان کی سیڑھیوں پہ بیٹھ گیا" بند پر کام کرنے

والے تمام مزدور جان سے عاجز ہیں ۔ خطرہ کا مسلسل احساس ان کے سر پر سوار ہے ۔ ہر وقت موت کا خوف ان کے سامنے موجود رہتا ہے ۔ ایسی حالت میں وہ وحشی درندے بن گئے ہیں ۔ وہاں کسی عورت کا آنا خطرناک ہے اور رات کے وقت تو اسے بڑے سے بڑا خطرہ بھی درپیش آسکتا ہے ۔"

" چنگ ۔ جی ۔ میں نے سنا تھا کہ انھوں نے تم کو ہیڈ کوارٹر بلایا تھا ۔ میں اور تمارا دونوں بڑے پریشان تھے ۔ تمھاری فکر نے مجھے پاگل کر دیا تھا ۔"

" ہونہہ بلایا تو تھا ۔ مگر میں خاصا خوش قسمت رہا مجھے کچھ نہیں ہوا ۔ ۔ ۔ سوائے ۔؟

اور وہ اچانک رک گیا ۔ اس نے ھسیومن کو اپنی بازوؤں میں جکڑ لیا ۔ اس کے طویل بازو اس کے جسم کے گرد لپٹ گئے ۔ اس کے ہونٹ ھسیومن کے ہونٹوں کو تلاش کرنے لگے وہ دونوں ایک دوسرے کی آغوش میں گر گئے ۔ دونوں ایک دوسرے سے کس کر لپٹ گئے تفکرات کے بادل چھٹ گئے ۔ پریشانیاں غم مصیبتیں دور چلی گئیں ۔ دنیا کا احساس مٹ گیا ۔ کوئی غم پاس نہ رہا ۔ صرف دل دھڑکتے رہے ۔ آرام کی خواہش ۔ سکون پانے کی تمنا ۔ دونوں کی رگوں میں پیوست ہو گئی ——— سکون ! — آرام !! ۔ خاموشی !!!

"ھسیومن ۔ ھسیومن" وانگ نے سرگوشی کی ۔ اور اسے اپنے جسم سے اور کس کے لپٹا لیا ۔ " ہم امن اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں گے ؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہونہہ ؟" اور اس نے اپنے کھلے ہوئے ہونٹ اس کے رخساروں پر رکھ دیئے ۔

" ان سیلابوں کے بعد ۔ ایک دن آئے گا ۔ ایک دن ایسا ضرور آئیگا ۔"

ھسیوئن نے تھکے ہوئے انداز سے کہا۔ اس کی بانہوں نے وانگ چنگ جی کو جکڑ رکھا تھا۔ اس کے رخسار چنگ جی کے رخساروں سے چمٹے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے اور دونوں کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ رہا تھا۔

"سیلاب کے بعد؟" وانگ نے حیرانی سے کہا اور اس کا لہجہ افسردہ ہو گیا۔ "جب تک نہ معلوم کیا ہو جائے۔ سیلاب کی زلفوں کے سر ہونے تک۔۔۔ ہم۔۔۔ ہم ھسیوئن۔۔۔" وہ رک گیا "میرا خیال ہے۔ کہ ہمارا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ کوئی نہیں۔"

"ایسی باتیں کیوں کرتے ہو۔ سیلاب تو ختم ہو گا۔ ختم ہو کر رہے گا۔ پھر ہم گھر جا سکتے ہیں۔ اور ہم گھر چلے جائیں گے۔"

"بند پر کام کرنے والے سب مزدور کہتے ہیں کہ" چنگ جی نے تھوک نگلا "کہتے ہیں۔ یہ بند ٹوٹ جائیگا۔ ہم بہہ جائیں گے۔ اور ہمارے ساتھ کمونسٹ بھی بہہ جائیں گے۔"

یہ سن کر ھسیوئن خوفزدہ ہو گئی۔ فلنگ ھسین کی تصویر اس کے دماغ میں ابھر آئی۔ لیکن وہ خاموش رہی۔

"بند پر کام کرتے ہوئے۔۔۔" وانگ کا جی چاہا کہ وہ ھسیوئن کو سب کچھ بتا دے۔ اسے تمام خطروں سے آگاہ کر دے۔ وہ اسے بتائے کہ کس طرح ہر لمحہ موت کا چنگل ان کے اوپر کھلا رہتا ہے۔ لیکن اس نے ضبط کر لیا۔

"چنگ جی! تم نے اپنی ملاقات کا حال نہیں سنایا۔ وہ بتاؤ۔ تم ابھی سنانے والے تھے۔۔۔ وہاں کیا پیش آیا؟ وہ کیا چاہتے تھے۔"

"وہ ......" وانگ ہچکچایا۔ "انھیں یہ معلوم ہوگیا ہے کہ بہت سے لوگ کام سے جی چرا رہے ہیں۔ چانگ تم کو یاد ہوگا۔ وہ جوان سیلابوں میں ہمارے ساتھ ہی سلنگ چارج سے بھاگ کر ہانگکانگ آیا تھا۔ اسے انھوں نے گرفتار کر لیا۔ وہ کچھ دنوں سے بڑی غیر مناسب اور فضول گفتگو کرتا تھا۔ اور اب اس اوٹ پٹانگ گفتگو کے سبب شاید اسے جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔ ...." وانگ نے ٹھنڈا سانس بھرا "ہونہہ! بےچارہ ..... مگر میں خوش قسمت تھا۔ میرے لئے غم کی کوئی بات نہیں ہے۔ انھوں نے مجھ کو تو صرف اس لئے بلایا تھا کہ وہ مجھے جاسوس مقرر کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ میں ان کو خبریں مہیا کروں۔ اور اب سے یہ بھی میرا کام ہے ..... کہ میں سست کام کرنے والے مزدوروں کو نگاہ میں رکھوں۔"

"نہیں! نہیں!" صیوین چونک پڑی۔ اس نے گھبرا کر احتجاج کیا۔ "لیکن چینگ جی تم ایسا نہیں کر سکتے ..... تم ایسا نہیں کرو گے۔ ہرگز نہیں کرو گے"

"مجھے معلوم ہے" چینگ جی نے سنجیدہ لہجے میں کہا "اور یہی تو پریشانی ہے۔ ابھی پیچیدگی میں تو پھنسا ہوا ہوں۔ بہرحال میں کوئی صورت نکال لوں گا۔"

"کل ہی مجھے کسی نے بتایا تھا کہ سونگ وانگ کے مندر کے وہاں ایک جھگڑے میں کمیونسٹوں نے دس آدمیوں کو دریا میں دھکیل دیا۔ اور اس کی وجہ صرف اتنی سی تھی کہ وہاں چند آستین کے سانپ موجود تھے۔" صیوین نے کہا۔

"میں آستین کا سانپ ہرگز نہیں بن سکتا۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ فی الحال مجھے اس دلدل سے نکلنے کی کوئی تدبیر نہیں سوجھ رہی ہے۔ لیکن میں جلد ہی کوئی

دریافت کرلوں گا۔ میں شُو سے بھی مشورہ لوں گا۔ وہ ضرور میری مدد کریگا" چنگ چی نے کہا۔

"چنگ چی! شُو پر زیادہ بھروسہ مت کرو۔ یاد کرو کہ وہ سلنگ جارج ضلع کا حاکم تھا۔ تو اس زمانے میں اس نے سینکڑوں بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن میں اور کیا کرسکتا ہوں۔ میرے پاس کوئی اور طریقہ نہیں ہے اس کے علاوہ ... شُو مجھے کبھی نقصان نہیں پہونچائے گا۔ تم فکر مت کرو ... یہ سب جھگڑے جلد ہی ختم ہوجائیں گے۔ اس نے ہمت اور دلیری کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ اس کا دل خود دھڑک رہا تھا۔ اس نے اپنے بازوؤں کو پھر سکیڑ لیا۔ شیوین کا گرم اور لچکیلا جسم اس کے جسم سے چھو رہا تھا۔ اس لمحے وہ خوش تھا، مطمئن تھا۔ وہ دونوں ساتھ بیٹھے تھے۔ ایک دوسرے کی آغوش میں لپٹے ہوئے ـــ اسے بند پر جلدی جانا تھا۔ مگر وہ وہاں سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اسی طرح ایک دوسرے سے چپٹے ہوئے پتھر کی ٹھنڈی اور بوسیدہ سیڑھیوں پر بیٹھے رہے۔

طوفانی ہوا اسی طرح چیختی ہوئی گلیوں میں سے بھاگ رہی تھی ـــ!

چنگ چی کا دل چاہا کہ کائنات کی نبض ڈوب جائے۔ اس سیلاب کے دھارے سے بند ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے۔ اپنے محور پر گھومنے والی یہ زمین اپنی گردش روک دے۔ تاکہ وہ دونوں یونہی ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ختم ہوجائیں۔ اس نے جھک کر شیوین کی پیشانی کو چوم

لیا۔ اور اپنا چہرہ اس کے چہرہ میں چھپا لیا۔

جب وہ پہلی بار ھسیُومن سے ملا تھا۔ تو اس کا چہرہ گول تھا، بھرا ہوا۔ تندرست، جوانی سے اس کا چہرہ گلاب کی طرح سُرخ تھا۔ لیکن اب تکلیفیں سہتے سہتے اس کا چہرہ کافی مرجھا گیا تھا۔ اس کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں کی سرخی پھیکی پڑ چکی تھی۔ اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے نمودار ہو گئے تھے۔ اور اس کے گالوں میں گڑھے پڑنے لگے تھے۔ اور یہ سب انہی دنوں میں ہوا تھا۔

"ھسُومن" اس نے اسے آواز دی۔ جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہو" اگر ایسے میں سیلاب کا پانی چڑھ آئے تو ہم اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ مر جائیں گے۔ شاید یہ بہتر ہو۔ یہ سب سے اچھا ہو، شاید" وہ چپ ہو گیا۔

"ایسا مت کہو۔ چنگ چی" وہ اس کے سینے سے لپٹ گئی اور وانگ اپنے دل کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکن محسوس کرنے لگا۔ اور اچانک ایک احساس نے اسے جکڑ لیا۔ ایک جذبہ اس کے اندر سر اٹھانے لگا۔ ایک خیال اس کے دماغ میں ناچنے لگا۔ ایک جبلّت اس کے خون میں دوڑنے لگی۔ وہ ھسیُومن کو حاصل کر لینا چاہتا تھا۔ اسے پا لینا چاہتا تھا۔ اسی لمحے۔ اسی وقت ــــ!

اور ھسیُومن کو محسوس ہوا جیسے وانگ کے بازو اس کے جسم کے گرد کس گئے ہیں۔ اس کی گرم بانہیں اس کے گرد لپٹ گئیں۔ اس کی مضبوط بانہیں، اس کے جسم کی طلبگار بانہیں لپٹی رہیں۔ اس کا دم گھٹنے لگا۔ وہ کسمسائی "یہ کیا

کر رہے ہو؟" اس نے آہستہ سے سرگوشی کی ۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا ۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اسے اٹھالے ۔ اسے لے جائے ۔ اس کا تمام جسم کانپ رہا تھا ۔ اس کا چہرہ سُرخ تھا ۔

ھسئومن نے خود کو بڑی مشکل سے چھُڑایا ۔ وہ پریشان ہو کر حیرانی سے تک رہی تھی ۔ "کیا بات ہے چنگ چی" اس نے بھولے پن سے پوچھا ۔

" اوہ ھسئومن " وانگ کی آواز بدلی ہوئی تھی ۔ وہ وحشیوں کی طرح اس کے ہونٹ چوسنے لگا ۔ اور وہ اچانک کھڑا ہو گیا ۔

" مجھے دیر ہو رہی ہے ۔ تم کیمپ جاؤ ۔ ممّا تمھارے لئے بڑی پریشان ہوگی" اس نے کہا ۔

" ہونہہ " ھسئومن نے اقرار میں سر ہلایا ۔ دونوں کھڑے تھے ۔ ایک لمحے کے لئے دونوں ایک دوسرے کے سامنے ساکت کھڑے رہے ۔ دونوں کے ہاتھ ایک دوسرے کے ہاتھ میں پیوست تھے ۔

" اور سنو ۔ یاد رکھو ۔ کہ بند پر اکیلے کبھی مت آنا ۔

" اچھا ۔ اور تم بھی اپنا خیال رکھنا " ھسئومن بولی ۔ وانگ نے سر ہلایا ۔
اور وہ روانہ ہو گئی ۔

وانگ کھڑا اسے تکتا رہا ۔ وہ بھی مڑ مڑ کر اُسے دیکھتی گئی ۔ وہ مسکرا رہی تھی ۔ وہ آگے بڑھتی گئی ۔ وہ گُم سُم کھڑا رہا ۔ وہ چلتی رہی ۔ وہ چپ چاپ بے حس و حرکت اسے دیکھتا رہا ۔ وہ چلی گئی ۔ وہ کھڑا رہا ۔ اس نے رات کے سیاہ کھردرے سینہ میں اپنی آنکھیں گاڑ دیں ۔ اندھیرا پھیلتا رہا ۔

وہ اس جگہ کو تکتا رہا۔ جہاں حسینہ غائب ہوئی تھی۔

۶

سہ پہر بڑی پرسکون تھی۔ یلمین اسٹریٹ پر سناٹا طاری تھا۔ صرف دو چار آدمی آہستہ آہستہ اپنے گھروں کی طرف رینگ رہے تھے۔ کچھ لوگ سودا خریدنے بازار کی طرف جا رہے تھے۔ ویسے چہل پہل نہیں تھی۔ اچانک ایک گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اور ایک زور کا دھماکا ہوا۔ گلی سڑی ایک اونچی سی سہ منزلہ عمارت دھڑام سے زمین پر آرہی۔ لوگ گھبرا کر چاروں طرف سے بھاگ بھاگ کر جمع ہونے لگے۔ وہ زمین پھٹ گئی۔ سیلاب کا پانی اچھلنے لگا۔ اور پانی گلیوں میں بہتا چلا گیا۔

شہر بھر میں افواہ پھیل گئی کہ چنگ کنگ کا بند ٹوٹ گیا ہے۔ سیلاب کا پانی شہر میں داخل ہو گیا ہے۔

"چنگ کنگ کا بند گر پڑا" لوگ چیخے

"اب کیا ہوگا ؟" انھوں نے کہا۔

"اب ہم بہہ جائیں گے" کسی نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ لوگ سہم گئے۔

"افواہ ہے یہ کسی نے ڈھارس بندھانا چاہی "چنگ کنگ کا عظیم بند کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ وہ ٹوٹ جائے یہ کس طرح ممکن ہے"۔

"اگر عظیم یانگٹزی نے چنگ کنگ کا بند توڑ ڈالا اور ہانکاؤ بہہ گیا تو ان کمونسٹوں کا زور ٹوٹ جائیگا۔ ان کا اقتدار ختم ہوجائے گا" بعض سیدھے لوگ سوچ رہے تھے۔ کم ازکم وہ خوبانی میں بہہ جائیں گے — اور — ہم نہ رہیں گے غم نہ رہے گا۔

——— لیکن چنگ کنگ کا بند نہیں ٹوٹا تھا۔ بند پر کام کرتے ہوئے مزدوروں کو ہوائی جہاز کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ لوگ گھبرا کر اوپر دیکھنے لگے۔ اشتیاق۔ بے چینی اور اضطراب ان کی نس نس میں پیوست ہوگیا۔

"یہ تائیوان کے جہاز ہیں۔ بمباری کے لئے آئے ہیں" کسی نے یونہی آواز لگائی۔ اور یہ افواہ آگ کی طرح بند کے اس گوشے تک پھیل گئی۔ اور چند ہی منٹ میں بند پر افراتفری پھیل گئی۔ تمام لوگ پناہ کی تلاش میں بھاگنے لگے۔ فوجی کمانڈر اور بعض فوجیوں نے لوگوں کو روکنا چاہا۔ مگر وہ روک نہ سکے مسلح فوجیوں کو کوئی حکم نہیں ملا تھا۔ اور اس لئے وہ نہیں سمجھ سکے کہ اس گھبراہٹ

ہزاروں کو بچانے کیلئے صرف چند
جانیں ضائع ہوئیں -

کو کس طرح روکا جائے۔ اور آخر وہ خود بھی گھبرا گئے اور ادھر ادھر منتشر ہو گئے
فضا میں ایک زور کا دھماکا گونجا۔ یہ آواز بند کے رہنے والوں کے
لئے معمول بن گئی تھی۔ اس لئے کہ سیلاب کا پانی جگہ جگہ سے زمین کو
پھاڑ کر شہر میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور دن میں کئی بار اس
قسم کے دھماکے سنائی دیتے تھے۔ لیکن اس وقت اس آواز کو بھی بم کی
آواز ہی سمجھا گیا۔ ان افواہوں میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا اور بم سے متعلق
مختلف قسم کی قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔

چینگ چی لپشتے پر سے دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے بھی یہ افواہ سنی تھی۔ اور اسے
جاپانیوں سے لڑائی یاد آ گئی۔ اسے یاد آیا کہ ایسے موقعوں پر ہمیشہ بھیڑ بھاڑ
میں بم پھینکا جاتا ہے۔ اور گویا اس وقت ان لوگوں کا ساتھ سب سے خطرناک
تھا۔ اس لئے وہ بھاگ کر شیڈ میں گھس گیا۔ شیڈ خالی پڑا تھا۔ وہ الٹا کر
باہر نکل آیا۔

"تم ہو؟" "وانگ چینگ چی" کسی نے کہا۔ چینگ چی اچھل پڑا! اس نے
دیکھا کہ کامریڈ چو انگ کوانگ ہوا اس کے پاس شیڈ میں کھڑا ہے۔

"کامریڈ چو انگ" چینگ چی نے پوچھا "ہم کیا کریں۔"

چو انگ کوانگ ہوا کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی وہ خوف
سے ہکلا رہا تھا۔ "وہ وہ۔ وہ ببب۔ بند۔ پہ ببب۔
بم پہ پھینک دیں گے۔" (وہ بند پر بم پھینک دیں گے) اور اس نے
آخر خود کو تھوڑا سنبھالا۔ وہ اب بھی بے حد خوفزدہ تھا۔ لیکن اب اس کی

آواز میں ہکلاہٹ نہیں تھی۔ "آج سے کچھ دن پہلے ایک یونٹ میٹنگ میں کسی نے یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ کہ ممکن ہے اس زمانہ میں ٹائیوان کے جہاز بمباری کر دیں ۔ ۔ ۔ اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے ٹنگ لنگ بند پر بم گرایا ہے۔" وہ چپ ہو گیا۔

اچانک پاس سے ایک گولی سن سے گزر گئی۔

چوانگ کوانگ ہوا زمین پر لیٹ گیا۔ چنگ بھی منہ کے بل زمین پر لیٹ گیا ایک اور گولی سنسناتی ہوئی گزر گئی۔ پھر بہت سی گولیاں چلیں۔

"انھوں نے مشین گن سے حملہ کر دیا ہے" چوانگ کوانگ ہوا نے زمین پر پیچھے کی طرف کھسکتے ہوئے کہا۔ وہ پشتے کے کنارے کی طرف کھسکنے لگا تھا

"یہاں سے باہر نکل چلو" چنگ چی نے مشورہ دیا۔

"ہلو مت۔ ذرا سا بھی ہلے تو گولیوں کا نشانہ بن جاؤ گے" چوانگ نے سرگوشی کی۔

ایک جہاز گڑگڑاتا ہوا آیا اور بند کے پاس سے جھک کر گزرنے لگا۔

"وہ آیا" چوانگ کوانگ ہوا نے آنکھیں بند کر لیں اور بم گرنے کا انتظار کرنے لگا ۔۔ جہاز گزرتا ہوا چلا گیا!

ہوائی جہاز سے کوئی بم نہیں گرا۔

وانگ چنگ نے دیکھا کہ بند پر فوجی چل پھر رہے ہیں۔ اس نے چوانگ کوانگ ہوا کو آہستہ سے چھوا۔

"کامریڈ۔ وہ دیکھو۔ فوجی گھوم رہے ہیں۔ ضرور ٹائیوان کے ہی جہاز ہوں

گئے "۔ اور چوانگ کانپ اٹھا۔

اچانک لاؤڈ اسپیکر کی آواز گونجی۔

"عوامی جمہوریہ کی ہوائی فوج کا ایک جہاز بند کا معائنہ کر رہا ہے۔ تاکہ وہ مرمت کے متعلق صحیح صورت حال سے آگاہ ہو سکے۔ اور اس سلسلہ میں مشورہ دے سکے اس لئے ہر شخص اپنے کام پر واپس آ جائے۔ افواہوں پر کان نہ دھریئے۔ بے پر کی باتوں پر دھیان نہ دیجئے۔ کام پر واپس آ جائیے۔ فوراً کام پر واپس آ جائیے"۔

چنگ جی کھڑا ہو گیا۔ اگر یہ اپنے ہی جہاز تھے تو پھر یہ گولیاں کیوں چلی تھیں۔ یہ مشین گن کس سلسلے میں استعمال کی گئی تھی۔ کیا اپنے ہی بھائیوں پر؟ ان مزدوروں پر جو ڈر سے بھاگ رہے تھے۔ جو خوف سے منتشر ہو گئے تھے۔ اس کا دماغ پھٹنے لگا۔ اس کی کنپٹیاں پھڑکنے لگیں۔ وہ لوگوں کے ساتھ مل کر بند پر کام کرنے چلا گیا۔

درخت، شاخیں، فرنیچر، لکڑی کے ٹکڑے، گھروں کا ملبہ اور انسانی لاشیں گھاس پھونس کی طرح سیلاب کی موجوں میں اچھل اچھل کر بہہ رہی تھیں۔ خس و خاشاک گھاس کے تنکے اور کوڑا کرکٹ کے ڈھیر بھی اس پانی میں جھاگ کے ساتھ بہہ رہے تھے، جیسے انسانی لاشوں کے ساتھ خیراتی کھانا بٹ رہا ہو۔ جیسے میت کے ساتھ خیرات تقسیم ہو رہی ہو۔ اس وقت ایک عجیب قسم کا الجھا ہوا ماحول تھا۔ جیسے تمام جذبے سرد ہو چکے ہوں اور لوگ سر جھکائے بے دلی سے اپنے اپنے مقامات کی طرف روانہ ہو گئے۔ کوئی دو گھنٹہ

کے بعد اس نے محسوس کیا کہ سوکینگ سینگ کسی سے گفتگو کر رہا ہے۔ دوسری آواز بھی اسے مانوس معلوم ہوئی اس نے مڑ کر نظر ڈالی یہ کامریڈ چوانگ کانگ ہوا تھا۔ چنگ چی کام کرتے کرتے رک گیا اور ان کی باتیں سننے لگا۔

"اس حالیہ جھگڑے میں گیارہ آدمی مارے گئے ہیں۔" چوانگ کہہ رہا تھا۔ "بہت سے زخمی ہوگئے اور چند ایک گھبراہٹ سے دریا میں گر پڑے" وہ رک گیا۔ "یہ خدا کا شکر ہے کہ میں پشتے سے اتر کر نیچے کی طرف نہیں بھاگا۔ ابھی چوتھی تحتی ضلع کی "مجلس تنقید" منعقد ہونے والی ہے۔ وہاں ذرا دیکھو۔ وقت تو ہو گی"۔

اور وہ اچانک رک گیا۔ ایک منٹ تک وہ سوچتا رہا اور پھر بولا "فرض کرو دریا میں کوئی بم گر پڑتا، تو اس دباؤ اور دھماکے سے پانی میں اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو جاتا۔

سیلاب کا زور ایک دم سے بڑھ جاتا۔ پانی کے بہاؤ میں اضافہ ہو جاتا تو ..... تو پھر یہ بند تو شاید ہی بچتا۔

"۱۴ر اگست۔ تائیوان ہوائی فوج کا دن ہے" کسی نے یاد دلایا۔
چوتھے تحتی ڈویژن کے ہیڈ کوارٹر میں کمیونسٹوں کی مجلس تنقید منعقد تھی۔
"کامریڈ۔ اس حوالے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے" کسی نے جواب میں ڈانٹا۔ "عوامی جمہوریہ چین کی ہوائی فوج بہت منظم، طاقتور، اور عظیم ہے"۔

تمھارا خیال ہے کہ تائیوان کے ہوائی جہاز یہاں تک آسنے کی جرأت کر سکیں گے؟"

ہمیں اس بند کو محفوظ رکھنے کے سلسلہ میں جہاں اور ہدایات ملی ہیں. وہاں یہ بھی حکم دیا گیا ہے۔ کہ ہم اسے تائیوان کے ہوائی حملے سے محفوظ رکھیں۔ دوسرے نے دخل دیا۔ " نہ تائیوان کے جہاز آئے تھے اور نہ آئیں گے"۔ چوتھے تحتی ضلع کا کمانڈر غصہ سے چیخا۔ تم بے وقوف ہو، جاہل ہو، بھلا تائیوان کے " یوم فضائیہ" سے ہمارا کیا تعلق ہے۔ میں کہتا ہوں ہمارے درمیان دشمنوں کے ایجنٹ موجود ہیں۔ کامریڈ چوپائی ہنگ کا قتل اس بات کی گواہی ہے۔ وہ جاسوس ہیں اور اپنا کام کر رہے ہیں"۔

کمرہ کی فضا بوجھل ہو گئی۔ لوگوں کے چہرے اتر گئے۔

" اب ہم ایک لمحہ کے لئے بھی ڈھیل نہیں دے سکتے۔ ایک لمحے کے لئے۔ ان افواہوں کی روک تھام بہت ضروری ہے۔ سیلاب سے ضروری۔ بلکہ اس سے بھی بے حد ضروری" کمانڈر نے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا" ہم کاہلی اور سستی کرنے والوں کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ اس لئے کہ ایسے موقعوں پر سستی اور کاہلی عوام کے مفاد کے خلاف ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم ایسے لوگوں کو دریا میں پھینک دیں گے"۔ کمرہ میں خاموشی پھیل گئی اور اچانک کمانڈر اٹھ کر باہر نکل گیا۔ سب لوگ خاموش بیٹھے زمین کو تک رہے تھے۔

چوانگ کوانگ ہوا اپنے خیالات میں گم تھا۔ کمیونسٹوں میں وہ اکیلا آدمی تھا جو اس ہنگامے کے دوران بند پر ہی رہ گیا تھا اور وہاں سے نیچے نہیں بھاگ

سکا تھا۔ ویسے اس کا وہاں اپنا کوئی اختیاری فعل نہ تھا۔ ممکن ہے کہ اسے موقع ملتا تو وہ بھی وہاں سے بھاگ جاتا ــــ لیکن چونکہ وہ اکیلا آدمی تھا جو بند پر رہ گیا تھا۔ اس لئے اس کی تعریف ہوئی تھی۔ یہ تعریف وتوصیف محض حسن اتفاق تھی ۔۔۔ پھر بھی" اس نے سوچا "کل اس کا نام اخباروں میں چھپے گا۔ اس کا نام کئی جگہ اچھالا جائے گا۔ لوگ اس کی تعریف کریں گے۔ اس کے کارنامے بیان کریں گے۔"

وہ کمرہ سے باہر نکل آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھپی ہوئی رپورٹ تھی۔ اس نے پہلے صفحہ کی چند لائنیں پڑھیں۔ "۱۴ اگست ۱۹۵۴ء کیا نگھان کے قریب پانی کی سطح ۲۳ ء ۲۹ میٹر ہے۔ ۱۹۳۱ء کے یادگار سیلاب میں زیادہ سے زیادہ سطح ۲۸ ء ۲۸ میٹر تھی۔" وغیرہ وغیرہ۔ اسے ان اعداد وشمار سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس نے دوسرا صفحہ پلٹا۔ وہ صفحہ اس طرح شروع ہوتا تھا "ہاؤنکاؤ کے دلیر اور جانباز عوام جو تحتی ڈویژن کی سرکردگی میں سیلاب کی ہنگامی حالتوں کا پوری ہمت اور توانائی سے مقابلہ کر رہے ہیں" اس نے تیسرا صفحہ پلٹ دیا۔ "دو سو مسلح رضاکار اور دس ہزار سے زائد جانباز کسان اپنی پیٹھ پر چٹائیاں باندھ کر ایک ساتھ مل کر کھڑے ہو گئے۔ اور سیلاب کے مقابلے میں ان انسانوں کی ایک دیوار کھڑی ہو گئی ہے۔ واقعہ ۱۱ جولائی کو پیش آیا۔ بند کو سنبھالنے والے پشتہ میں شگاف اور دراڑیں نمودار ہو گئی تھیں اور ان کی فوری مرمت از حد ضروری تھی۔ اس موقع پر سیلاب کے پانی کو اندر داخل ہونے سے روک سکنے کے لئے ان جانبازوں نے خود کو دیوار کی طرح ان شگافوں کے سامنے کھڑا کر دیا۔ یہ مزدور اس حالت میں تقریباً تین گھنٹے تک

کھڑے رہے۔ اس کے بعد ان کے مددگار آپہنچے۔ اور سب نے مل کر دیوار کو گرنے سے بچالیا۔ پشتہ کی مرمت کردی گئی ہے۔ سیلاب کی روک تھام کرنے والا مرکزی ادارہ ان جانبازوں کو۔۔۔۔"

"ہونہہ! ان انسانوں کی ترکیب پھر کامیاب ہوگئی" چوانگ نے دل ہی دل میں کہا اور دفتر سے باہر نکل آیا۔

رات کو پانی اور چڑھ گیا۔ سیلاب کا ایک نیا ریکارڈ قائم ہوگیا۔ دن بھر شکستہ بند اور پشتہ کی مرمت کرتے کرتے مزدور تھک چکے تھے۔ اور اپنے اپنے شیڈوں میں خاموش پڑے تھے۔ اس لئے کہ کل صبح پھر انھیں کام کرنا تھا۔ شاید آج سے زیادہ۔ وہ اس چڑھتے ہوئے پانی سے بالکل خوفزدہ نہ تھے۔ پانی کا گھٹنا بڑھنا ان کے لئے معمول ہوگیا تھا۔ لیکن مہاجر کیمپ میں خطرہ کا احساس بہت زیادہ تھا۔ پانی کے چڑھنے کی خبر پورے کیمپ میں پھیل رہی تھی۔ اور کبھی کئی خبریں وہاں بڑھا چڑھا کر مختلف افواہوں کے ساتھ بیان کی جارہی تھیں۔

لوہائی پنگ کی بیوہ چی چو خاموشی سے رات کا انتظار کرتی رہی۔ آخرش آہستگی سے شیومین کے قریب آئی۔ اس نے اپنا ڈھائی مہینہ کا بچہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ "تمھاری ماں کو صرف ایک رات کے لئے اور تکلیف دوں گی"۔ اس نے دھیمے سے کہا۔ وانگ کی ماں نے چی چو کی آواز سن کر سر گھمایا۔ اور اسے دیکھ کر وہ غمگین ہوگئی۔

چی چو نے بڑھیا کی آنکھوں سے آنکھیں تک نہ ملائیں وہ اپنے پاؤں کے انگوٹھے

سے زمین کو کریدنے لگی ۔ "میں ایک بار اور آپ کو تکلیف دے رہی ہوں ۔ وہ میرا بچہ بیمار ہے ۔ بہت بیمار ہے ، اس لئے میں آپ کے پاس چھوڑے جا رہی ہوں ۔ اس کی چار اوڑھنیاں اور بچھونیاں میں نے رکھ دی ہیں" وہ دھیمے سے بولی ۔

وانگ کی ماں نے اقرار میں سر ہلایا ۔ لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکی ۔ وہ جانتی تھی کہ اب اس وقت رات کو وہ کہاں جا رہی ہے ؟ کیوں جا رہی ہے ؟ وہ اس کی رات کی سرگرمیوں سے واقف تھی ۔ لیکن وہ کیا کر سکتی تھی ۔ وہ اسے روک سکتی تھی اور نہ کوئی آرام پہنچا سکتی تھی ۔ اس لئے کہ وہ اپنے بچہ کو پالنے کے سلسلہ میں ہر قسم کی شرمناک صورت حال برداشت کرنے پر راضی تھی ۔

چی چو کمپ سے باہر نکل آئی ۔ باہر نکل کر اس نے آہستہ سے کسی کو پکارا ۔ ایک عورت رینگتی ہوئی تاریکی میں آئی ۔ یہ آہ چین تھی ۔

"تم پندرہ منٹ دیر سے آئی ہو" چی چو نے کہا ۔

"ننھا بہت بیمار تھا ۔ اس کو دودھ پلانے کے لئے رک گئی تھی ۔ پھر اس کی بچھونی وغیرہ بدلنے لگی ۔ اسی میں دیر ہو گئی ذرا" چی چو نے معذرت پیش کی ۔

خیر ! جلدی کرو اب" اس عورت نے چی چو کے ہاتھ میں کنگھا تھما دیا ۔ چی چو نے کنگھی کی ۔ سرمہ لگایا ، ایک لال سے کاغذ کو تھوک سے گیلا کر کے اس نے گالوں پر لگایا اور ہونٹوں پر رگڑا پھر ایک آہ بھر کر بولی "آہ چین ، اب ٹھیک ہے ، اب کچھ ٹھیک لگ رہی ہوں"

"ہونہہ" آہ چین نے اس کا معائنہ کرنا شروع کر دیا "بال ٹھیک ہو گئے ۔ سرخی

لگ گئی۔ بس ٹھیک ہے، وہ بولی" سچ پوچھو تو ہم دونوں بھوت نظر آ رہے ہیں۔ اس نے قریب کھڑی ہوئی چھوٹی سی بچی کے ہاتھ میں وہ کنگھا اور سنگھار کا سامان تھما دیا اور بولی" دیکھو منی۔ اب سیدھی گھر جاؤ۔ اور جا کر بستر پہ سو جاؤ، اچھا، میں کل تمھارے لئے بڑا سا کیک لاؤں گی۔ جاؤ"۔ بچی نے بھیگی آنکھوں سے اپنی ماں کو دیکھا۔ آہ چین سانے گھبرا کر منہ موڑ لیا۔ اور وہ چلی گئی۔

یہ دونوں عورتیں خاموشی سے چلتی رہیں۔ تاریک گلیوں میں سے گزر کر وہ آگے بڑھتی گئیں۔ یہاں بہت سی ادھیڑ عمر کی عورتیں ادھر اُدھر ٹہل رہی تھیں۔

تھکے ہوئے نڈھال مرد اپنی نیندوں کو بھول کر یہاں چکر کاٹ رہے تھے۔ دُبلے پتلے، مدقوق مرد۔ ڈھانچوں کی طرح بے جان صرف جنسی لذت کے لئے ان اندھیری گلیوں میں بھٹکتے پھر رہے تھے۔ وہ اپنے غموں کو عورتوں کی صحبتوں میں فراموش کر دینا چاہتے تھے۔ ان گلیوں میں عورتوں کے قہقہے، ان کے جسم کی حرارت، ان کا گرم لمس ان کے مصائب کو بھلا دیتا تھا۔ چڑھتے ہوئے دریا کا غم، بپھرتی ہوئی لہروں کا غم، مسلسل مشقت اور محنت کی تکلیف، بند کے دوسرے مصائب، موت کا قرب، پسینہ، بدبو وہ یہاں آکر ہر چیز کو تھوڑی دیر کے لئے بھول جاتے تھے۔

چی چو نے خود کو خاموشی کے ساتھ اپنے گاہک کے حوالے کر دیا۔ وہ ہر چیز خاموشی سے برداشت کرتی رہی۔ اس لئے کہ وہ خود اپنے خیالوں میں گم تھی۔ اپنے خیال، اپنے خواب، اپنی الجھنیں ——— ! وہ یہاں دوسری

بار آئی تھی۔ پہلے تجربے میں اسے تقریباً ساڑھے تین ہزار جھنبگ ڈالر ملے تھے اور آج اتنی ہی رقم اس کے پاس اور آ گئی تھی۔ اب وہ اپنے بیمار بچہ کے لئے دوا خرید سکتی تھی۔ وہ اسے ڈاکٹر کو دکھائے گی۔ وہ کل صبح ہی اس کے لئے دوا لائے گی۔ کل وہ تھوڑی رقم کمائے گی وہ اس رقم سے وانگ کی ماں کو کچھ تحفہ دے گی۔ اس نے اس کی بڑی مدد کی ہے۔ اس لئے وہ کوئی کھانے کی چیز ان کے لئے بھی خرید لائے گی۔" وہ سوچتی رہی۔ جب وہ وہاں سے فارغ ہو کر میدان میں آئی اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت اس کی طرف لپک کر آئی۔ چی چو اس عورت کا ارادہ سمجھ گئی تھی۔

"مجھے اب واپس جانا ہے" چی چو جلدی سے بولی۔

"چل بے وقوف کہیں کی۔ آج کی طرح تو بازار کبھی رہا ہی نہیں۔ آج تم ذرا دیر سے گھر چلی جاؤ۔ اگر صبح بھی ہو جائے تو کیا فرق پڑتا ہے" اس نے سمجھایا۔ چی چو کچھ نہ بولی۔ اور خاموشی سے اس کے ساتھ ایک اور مرد کی طرف چل دی۔

چودھویں کا چاند چمک رہا تھا۔ دودھیا روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ بھورے بادل آسمان پر دوڑتے پھر رہے تھے۔ ان بادلوں کا رنگ اور ان کا انداز آنے والے طوفان کی پیشین گوئی کر رہا تھا۔ سرچ لائٹ کی روشنی دریا پر پھیل گئی۔ بپھرتی ہوئی لہریں روشنی میں اچھلیں اور بند کی دیوار سے ٹکرا گئیں۔ جھاگ اور کف گزوں اوپر ہوا میں اچھلتا۔ اور بند کے اندر آ گرتا۔

یکایک لاؤڈ اسپیکر کی آواز گونجی "سیکشن نمبر نو (۹) ہوشیار سیکشن نمبر نو (۹)

ہوشیار۔ تیار ہو جاؤ۔ ایک شگاف پڑ گیا ہے۔"

چِنگ چی اچھل پڑا۔ وہ حیرانی سے سیکشن نو کو دیکھ رہا تھا۔ وہاں کوئی شگاف نہیں پڑا تھا۔ اتنے میں دس بارہ مسلح فوجی دوڑتے ہوئے آئے "کیا کیا جائے گا۔

آخر۔ ہمارے پاس غوطہ خوری کا سامان کب موجود ہے؟" کسی نے کہا۔

سیکشن پانچ میں غوطہ خوری کا سامان موجود ہے۔"جاؤ جلدی سے لے آؤ۔"

سوکینگ سینگ نے چیخ کر کہا

"اب وقت نہیں ہے۔ ہم کو کچھ آدمی نیچے اتارنا پڑیں گے" کسی اور نے کہا۔

اور اچانک کسی نے چِنگ چی کو بازوؤں میں تھام لیا۔

"یہ بہت بہادر آدمی ہے" وہ بولا "دوست پانی کے اندر جاکر شگاف کو پاٹنا ہے۔ شاباش تم اندر جاکر بند کو تباہی سے بچالو۔"

چِنگ چی نے مڑ کر دیکھا۔ ایک مسلح فوجی اس کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔ چِنگ چی کا دل زور سے دھڑکا اور جس بات سے خوفزدہ تھا۔ جس چیز سے وہ سب سے زیادہ بچ رہا تھا۔ وہی مرحلہ آخر سے در پیش آگیا۔ لوہائی پنگ کا دردناک انجام اُسے یاد تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور جب وہ وقت سر پر آگیا تو اس کو محسوس ہوا جیسے وہ خاصہ حوصلہ مند ہے۔ سوکینگ سینگ نے چِنگ پر نظر ڈالی۔ سو کا سر جھک گیا۔ وہ بددلی سے اس کی کمر میں رسہ باندھنے لگا۔ چِنگ چی نے جھک کر ایک ریت کا بورا اٹھالیا اور بند کے کنارے پر جا کھڑا ہوا۔ وہ اس گروپ میں شامل ہو گیا جو نیچے کودنے کے لئے منتخب کیا گیا تھا بلکہ جو بدقسمتی سے نیچے بھیجنے کے لئے ان کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ سوکینگ سینگ

نے ایک فوجی کے ہاتھ سے دو رسیاں لے لیں اور بولا " ان دو آدمیوں کو میں سنبھال لوں گا۔ میں نے پہلے بھی یہ کام کیا ہے "
ان میں سے ایک رسی چنگ چی کے کمر سے بندھی ہوئی تھی۔ ریت کے تھیلے ان کے لئے فراہم ہونے لگے۔ سوکینگ سینگ آہستہ سے آگے بڑھا چنگ کے پاس پہنچا۔ اور بولا۔
" جیسے ہی تم پانی کے اندر پہنچو ان ریت کے بوروں کو شگاف کی طرف پھینک دینا۔ وہ اگر شگاف میں نہ جا سکیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ تم نیچے پھینک دینا اور اپنا خیال رکھنا۔ اس بات سے خبردار رہنا کہ کہیں تم بہہ نہ جاؤ، یا کسی ریلہ میں آکر اس شگاف کے اندر پھنس نہ جاؤ " سوکینگ سینگ کے لہجے میں بڑا غم اور درد تھا۔ اس نے چنگ چی نے رسہ کو اچھی طرح ٹٹولا۔ اس کی گرہ کو خوب غور سے دیکھا۔ اور پوچھا " رسی ٹھیک ہے؟ " اور پھر خود ہی کہنے لگا " یاد رکھو تھیلا کس کر پکڑے رکھو۔ اپنا منہ بند رکھو۔ اندر جا کر سانس بالکل مت لینا ہوشیاری سے کام کرنا، اپنا خیال رکھنا، اور میں کوشش کروں گا کہ تم زندہ واپس آجاؤ " یہ کہہ کر وہ واپس چلا گیا۔
پانچ آدمی دریا میں کود پڑے۔ ان کی باری پہلے تھی۔ ان کی رسی کو ڈھیل دی جانے لگی۔ تقریباً دس فٹ تک وہ اندر جاتے رہے۔ پھر رسی رک گئی۔ پانچ اور آدمی کود پڑے۔ اس کے بعد تیسرا گروپ روانہ ہو گیا۔
ریت کے بوروں کے وزن سے چنگ چی پانی میں ڈوبتا چلا گیا۔ اس کی رسی ڈھیلی ہوتی گئی۔ یکایک رسی رک گئی۔ اس نے بڑی مشکل سے خود

کو سنبھالا ۔ اسے محسوس ہوا جیسے اس کا تمام جسم کانپ رہا ہے اور اسے سوکیننگ
سینگ کے الفاظ یاد آ گئے" جیسے ہی تم پانی کے اندر پہنچو ریت کے بوروں کو شگاف
کی طرف پھینک دینا ۔ وہ اگر شگاف میں نہ جا سکیں تو کوئی حرج نہیں ۔ نیچے پھینک دینا"
لیکن وہ شگاف کو بھرنا چاہتا تھا ۔ وہ حتی الامکان صحیح کام کرنے کا خواہش مند تھا
جہاں تک ہو سکے بہتر کام کرنا چاہتا تھا ۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اگر یہ شگاف
نہیں پاٹا گیا تو بند ٹوٹ جائے گا ۔ اور اگر بند ٹوٹ گیا تو ہزاروں انسان موت کے
گھاٹ اتر جائیں گے ۔ ان گنت لوگ مصیبت کا شکار ہو جائیں گے ۔ اور اچانک
چنگ چی کو محسوس ہوا ۔ جیسے ایک بہت تیز دھارا اسے اس کی شگاف کی طرف
دھکیل رہی ہے ۔ پانی کا ایک ریلا اسے آگے بڑھا رہا ہے ۔ وہ جانتا تھا کہ
اگر وہ اس ریلے کے ساتھ شگاف میں پھنس گیا تو پھر زندہ نہیں بچ سکتا ہے
وہ شگاف اس کی قبر بن جائے گا ۔ اس نے دھارے کے رخ پر اپنے
بورے کو زور سے پھینکا ۔ اور دوسرے ہاتھ سے رسی تھام لی ۔ پانی کا
ایک اور تیز ریلا آیا ۔ وہ توازن کھو بیٹھا ۔ اس کا جسم کسی ڈھلوان چیز سے ٹکرایا ۔
اس اچانک ریلے سے وہ پریشان ہو گیا ۔ اس نے گھبرا کر ہاتھ پاؤں مارے
اور اس کا منہ بے اختیار کھل گیا ۔ دریا کا گندہ ، میلا ، اور مٹیالا پانی اس کے
حلق میں پھنس گیا ۔ اس کے کان شاں شاں کرنے لگے ، اسے اپنے کانوں
کے پاس زور کا شور سنائی دیا ۔ اس کا سانس گھٹنے لگا ۔ اس کی کنپٹی پر ہتھوڑے
چلنے لگے ۔ اس کے سینہ میں چھریاں چبھنے لگیں ۔ شدت درد سے وہ تلملا گیا
اسے محسوس ہونے لگا جیسے اس کا سینہ پھٹنے والا ہے ۔ جیسے ... جیسے ،

اور اچانک اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ...... اندھیرا !
..... اور اندھیرا !! ..... مکمل اندھیرا ۔ !!!

——— جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا وہ پشتہ کی دیوار کے پاس پڑا ہوا ہے ۔ اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں ۔ اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا ۔ کمزوری سے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں ۔ وہ کچھ سوچنے لگا ۔ ابھرتی ہوئی یادوں نے اس کے دماغ کے کچھ دروازے کھول دیئے اور ایک دھندلا سا خیال ابھرا ۔ اور اُسے آخر کار "اندھیرا" یاد آ گیا ۔ اس نے اپنی آنکھیں پھر کھول لیں اور سر ہلا کر دیکھا ۔ اس کے آس پاس لوگ لیٹے ہوئے تھے ۔

"اسے اب کچھ ہوش آ رہا ہے" کوئی بولا ۔ اس نے آواز پہچان لی ۔ وہ لی تھا ۔ چنگ چی نے اسے آواز دینا چاہی ۔ لیکن اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی وہ بہت کمزور ہو گیا تھا ۔

"ہلو ست ۔ ہلو ست" لی نے آہستہ سے کہا ۔ سترہ آدمی پانی میں بھیجے گئے تھے صرف تین زندہ بچے ہیں ۔ اب تم چوتھے آدمی ہو ۔

"وہ زندہ ہے" اس نے سوچا ، اور کچھ کہنا چاہا ۔ لیکن بیکار ۔ اس کے حلق سے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی ۔

"یہ لو سونٹھ کا پانی پی لو ۔ یہ فائدہ کرے گا ۔" لی نے کہا ۔

"چنگ چی" اسے سُو کی جانی پہچانی آواز سنائی دی ۔ چنگ کو ہلتا دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا ۔ اس نے اطمینان کی سانس لی اور بولا ۔ "خوب ۔ میں تو ڈر رہا تھا کہ تم چل بسے ۔ چھٹی کر گئے ہمیشہ کے لئے ۔ خیر ۔ میں تمہیں کیمپ لے جانے کی

اجازت لے آیا ہوں۔ تم کچھ دن آرام کرو۔ ایسا ظاہر کرتے رہنا جیسے تم بہت بیمار ہو۔ تاکہ کچھ دن کی چھٹی زیادہ مل جائے۔ اچھا ورنہ یاد رکھو کل ہی کام پر واپس بھیج دیئے جاؤ گے۔"

چنگ چی نے آہستہ سے سر ہلایا۔ سیلاب کے گندے پانی سے اس کا حلق چھل گیا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے تھوک نگلی اور بولا: "چچا ٹو۔ تم نے میری زندگی بچائی ہے۔ میں تمھارا احسان نہیں بھولوں گا۔"

"ہونہہ۔ چھوڑو" سوکینگ سینگ نے کہا "میں خود اپنے لئے پریشان ہوں۔ یہ فوجی افسر اور کمیونسٹ میرے کام سے مطمئن نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں میں سستی۔"

"شگاف کیا ہوا؟" آہستہ سے وانگ نے سوال کیا۔

غوطہ خور آچکے ہیں۔ اب کوئی غم کی بات نہیں ہے۔ صرف چند جانیں ضائع ہوگئی ہیں ـــــ اور بس خیریت ہے۔

علی الصبح چنگ چی کو ایک اسٹریچر پر لٹا کر کیمپ بھیج دیا گیا۔ ماں نے اس کے گیلے کپڑے بدلے۔ وہ خاموش اپنے بستر پہ لیٹا رہا۔ اس کی قوت اب آہستہ آہستہ واپس آرہی تھی۔ صیوٴمن اس کو دیکھے جارہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔ چنگ چی نے اپنی ماں اور بہن پر نظر ڈالی۔ اور تینوں کے سنجیدہ کھچے ہوئے چہرے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ مرجاتا تو ان تینوں کا کیا حال ہوتا ـــ!

"تم کیا کھاؤ گے" اس کی ماں نے پیشانی پہ ہاتھ پھیرا۔ چنگ چی نے اپنی ماں

کے جھریوں بھرے چہرے پر ایک نظر ڈالی اور آہستگی سے انکار میں سر ہلایا۔ اسے بھوک نہیں لگ رہی تھی اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کی ماں کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے اور نہ کوئی پیسہ ہے۔ اس کی ماں نے اس کے جذبات کو تاڑ لیا۔ وہ جلدی سے بولی۔ چی چو نے تھوڑے چاول بھجوائے ہیں۔ وہی ہم تینوں چاروں مل کر کھالیں گے۔ اور اسی لمحے چی چو اندر آگئی۔ وانگ کے دماغ میں لوہائی پنگ کی تصویر ابھر آئی۔ وہ چی چو سے نظریں نہ ملا سکا۔ اور چھت کو تکنے لگا

"اے بھتو۔ آہ شوئن"۔ وہ آہ شوئن کو پکڑ کر اپنے حصہ کی طرف لے گئی "تم ذرا ننھے کو دیکھنا میں ابھی چنگ چی کے لئے دودھ لے کر آتی ہوں۔ میں ابھی دو منٹ میں واپس آتی ہوں"

"نہیں چی چو۔ کچھ مت لاؤ" آہ شوئن نے منع کیا۔

"شش، چپ رہو" اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھی۔ "ہائی پنگ بھی اسی طرح مر گیا تھا" اس نے اپنی بہتی ہوئی آنکھوں کو فراک کے دامن سے پونچھا اور وہ تھوڑی دیر میں ایک بڑے سے برتن میں دودھ لے کر آئی۔ دودھ گرم تھا وانگ چنگ چی نے بہت دنوں سے دودھ نہیں چکھا تھا۔ اس نے کئی گھونٹ لئے اور گلاس اپنی ماں کو دیدیا۔ "تم بھی پی لو۔ تھوڑا سا تما۔

"میرا جی نہیں چاہتا۔ تم پی لو۔ یہ گرم بھی ہے۔۔ مفید رہیگا" تما بولی۔

وانگ نے دو چار گھونٹ اور لئے۔ لیکن وہ سارا نہیں پی سکا۔ اس نے وہ برتن آہ شوئن اور سیومن کو دیدیا۔

"اب سونے دو اسے" وانگ کی ماں نے کہا۔ سیومن اٹھ کر کب سے

باہر نکل گئی۔

سورج طلوع ہونے والا تھا۔ روشنی چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ آسمان شفق سے سرخ تھا۔ خون کی طرح سرخ۔ چڑیاں چہچہانے لگیں۔ پرندے اپنے گھونسلوں سے باہر نکل آئے۔ آسمان پر چیلیں گردش کرنے لگیں

ھیئومن۔ مندر کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔ اور سسکیاں بھرنے لگی۔

۷

سب لوگ غافل تھے۔ رات ابھی نہیں گزری تھی کہ ایک عورت کے رونے پیٹنے کی آواز مہاجر کیمپ میں بلند ہوئی۔ لوگ گھبرا کر اٹھ بیٹھے۔ ھسیومن کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا دل بری طرح کانپ رہا تھا۔

"ممّا۔ ممّا اس نے بوڑھی ماں کو آواز دی۔ یہ کیا ہے۔ یہ شور کیسا ہے؟"

وانگ کی بوڑھی ماں نے شفقت سے ھسیومن کے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ تاکہ وہ ہوش میں آئے۔ اور چنگ چی کی طرف اشارہ کر کے اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ اب ھسیومن سمجھ گئی تھی۔ "کیا چماچو کا بچہ۔۔۔۔۔؟" اس نے آہستگی سے سوال کیا۔

"خیال تو یہی ہے میرا۔ اسی کے رونے کی آواز ہے۔ میں دیکھ کر آتی ہوں۔ تم

چنگ چی کو دیکھتی رہو۔ کہیں اس شور وغل سے اس کی آنکھ نہ کھل جائے"

صبح کے اندھیرے میں چی چو کسی مُردہ کی طرح سفید نظر آ رہی تھی۔ وہ گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی اپنے بچے کے پاس بیٹھی تھی۔ اس کے بچے کی بے جان اور سرد لاش سامنے پڑی تھی۔ اور اچانک چی چو چیخیں مار مار کر رونے لگی۔ وہ چٹائی کو اپنے مکوں سے کوٹنے لگی۔ چنگ کی ماں نے آگے بڑھ کر اسے سمجھانا چاہا۔ لیکن اس کی چیخوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ وہ بالکل پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی۔ وہ اپنے بچے اور خاوند کو زور زور سے آوازیں دے رہی تھی۔ وہ آس پاس کے ماحول سے بے تعلق تھی۔ وہ اس ماحول کو بھول گئی تھی۔ اسے بالکل خیال نہ تھا۔ کہ لوگ اسکے ساتھ ہمدردی کر رہے ہیں۔ اسے سمجھا رہے ہیں۔ وہ تو ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے وہ تنہا ہے۔ اس کمرہ میں، اس شہر میں، اس دنیا میں، اس پوری کائنات میں بالکل تنہا۔

"چی چو۔ اے چی چو۔ میری بات سن۔ میری بات تو سن چی چو" وانگ کی ماں نے اسے ہلایا۔

مگر چی چو اسی طرح آنکھیں پھاڑے تکتی رہی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے۔ اس نے اپنے بچے کو دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا۔ اس نے کس کر اسے اپنی باہنوں میں دبا لیا اور جھولا جھلانے لگی۔ وہ دھیمے سروں میں اسے لوری دے رہی تھی۔

"آ جا ری سندیا تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ"

"یہ مر گیا ہے۔ اسے چھوڑ دو" کسی نے کہا۔

مگر اس نے نہیں چھوڑا۔ وہ ہنس پڑی۔ اور اپنے بچے کو سینے سے چمٹائے ہلکورے دیتی رہی۔ اور اس کی میٹھی آواز لوری دے رہی تھی۔

"اَجاری سندیا تو ۔۔۔۔۔ الخ"

اس کے آس پاس بہت سی عورتیں جمع تھیں۔ سب اس سے ہمدردی کر رہی تھیں۔ لیکن اس کو کسی ہمدردی کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سب سے غافل تھی وہ ان کی کوئی بات نہیں سن رہی تھی۔

"میرے بچے" وہ اچانک پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ "میں، تیرے لئے۔ تیرے لئے میں چکلے میں بیٹھ گئی۔ تجھے معلوم ہے" وہ رونے لگی۔ روتے روتے اس نے پھر اپنا سر اٹھایا ۔۔۔ وہ خلا میں گھور رہی تھی۔ اور یکایک چیخنے لگی۔

"تم! ہائی پنگ۔ ہاں۔ ہاں۔ یہ صحیح ہے میں چکلے میں بیٹھ گئی تھی ۔۔۔ لیکن تم مجھے ننھے کی خاطر معاف کر دو۔ ہائی پنگ۔ تم مجھے ننھے کی خاطر معاف کر دوگے۔

میری بات سنو ۔۔ ہائی پنگ ۔۔ میں ناکام ہوگئی ۔۔۔ میں ہار گئی ۔۔ ہائی پنگ تم نے ننھے کو کیوں بلالیا اپنے پاس۔ بولو۔ ہاں۔ ہاں ۔۔ نہیں ۔۔۔" اور دوڑ کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے چہرے پر موت کی زردی پھیل رہی تھی۔

وانگ چنگ چی یہ آوازیں سن کر اٹھ بیٹھا۔ چی جو کے بستر اور ان کے بستروں کے درمیان صرف چٹائی کا ہی فاصلہ تھا۔ "اُف خدا۔ یہ عورت تو

پاگل ہوگئی ہے" وہ بولا "کیا اس کا بچہ مرگیا ہے؟" اس نے صیئومن سے سوال کیا۔ صیئومن نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"کیا ہوا تھا اسے آخر کیا مرض تھا؟" وانگ چنگ جی نے سوال کیا۔

"پیچش" صیئومن نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "پورے کیمپ میں پیچش کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ دوا دارو کوئی نہیں۔ اور جو دوا ملتی ہے وہ بے کار ہے صرف رنگ اور پانی، اور پیسے بہت زیادہ وصول کئے جاتے ہیں۔

مہاجر کیمپ کا سپروائزر اندر آگیا۔ اس نے سب لوگوں کو واپس جانے کا حکم دیا۔ لیکن کوئی عورت چی جو کے پاس سے نہیں گئی۔ اس کی طرف کسی نے توجہ نہ دی۔

"جو میری بات نہیں مانے گا۔ کل سے اسے کھانا نہیں ملے گا۔" کیمپ سپروائزر نے غصہ سے کہا۔ سب لوگ چونک پڑے۔ کھانا بند کردے گا۔ یعنی ہمیں بھوکے مرنا پڑے گا۔ یہ بات بڑی خطرناک دھمکی تھی۔ اور ہر عورت واپس چلی گئی۔ وانگ کی ماں بھی لوٹ آئی۔

چند منٹ کے بعد پورا کیمپ چیخوں سے پھر گونج اٹھا۔ چی جو اپنے بچے کو بازوؤں میں لپٹائے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے سپروائزر کو زور سے دھکا دیا۔ کئی رضاکار بڑھ کر اسے روکنے لگے۔ لیکن وہ راستے کی ہر رکاوٹ کو دور کرتی ہوئی آگے بڑھتی گئی۔ وہ کسی زخم خوردہ شیرنی کی طرح بپھری ہوئی تھی۔ وہ کیمپ سے نکل کر بھاگی اور سامنے ایک گلی میں بھاگتی چلی گئی۔

"پاگل ہوگئی ہے"۔ سپروائزر نے کہا "چلو خیر چھٹی ہوئی۔ ہمیں اس

اس کا خاتمہ ہے"

سیلاب سے بھاگے ہوئے مہاجر جو اس کیمپ میں پناہ گزین تھے ۔ یہ منظر دیکھ کر تڑپ اٹھے ۔ لیکن وہ خاموش تھے ۔ ان کا دل اس لڑکی کی مصیبت پر آٹھ آٹھ آنسو رو رہا تھا ۔ مگر وہ مجبور تھے ، وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے ، وہ جانتے تھے کہ اب وہ تنہا رہ گئی ہے ، صدیوں سے تھکی ہوئی ، غموں سے نڈھال اب اس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے ۔ وہ اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتے تھے کچھ بھی نہیں ۔

گھنٹی بجنے لگی ۔ یہ ناشتہ کا وقت تھا ۔ لوگ اپنے اپنے برتن لے کر لائن میں بیٹھ گئے ۔ کھانا تقسیم کرنے والا ہر ایک کے برتن میں تھوڑے تھوڑے چاول ڈالنے لگا ۔

" سب لوگ میری بات غور سے سنیں " کیمپ کے سپروائزر نے کہا " اپنی توجہ میری طرف کیجئے ۔ سنئے ۔ سیلاب کے خلاف جو لڑائی لڑی جا رہی ہے ۔ وہ اب سخت خطرناک صورت اختیار کر گئی ہے ۔ اس سلسلہ میں ہم کو کچھ اور کام کرنے والے مزدوروں کی ضرورت ہے ۔ اس لئے اب عورتوں کو بھی کام کرنا ہوگا ۔ ان کو بھی اس کام میں ہاتھ بٹانا پڑے گا ۔ آج سے اس کیمپ کی عورتیں بھی کام پر بھیجی جائیں گی "

"مما " چنگ چی نے پریشان ہو کر کہا " وہ ۔ وہ کیا تم کو بھی لے جائیں گے " ماں نے اس کو ہاتھ سے دوبارہ لٹا دیا اور بولی ۔

" میں اب بھی خوب کام کر سکتی ہوں ۔ گھبراؤ مت ۔ ہاں ان دونوں کا کیا ہوگا؟"

میرا تو کچھ نہیں ہے۔ ہاں آہ شوئن ابھی چھوٹی ہے۔ اور مما۔ بوڑھی ہو گئی ہیں"
صیئومن نے فیصلہ کن انداز سے کہا" ویسے چینگ چی تم لیٹے رہو اور ایسا
ظاہر کرو۔ جیسے بیمار ہو، اگر ضرورت ہوئی تو میں چلی جاؤں گی۔ اچھا" صیئومن
نے چینگ چی کو غور سے دیکھا۔

——— اور چوبیس گھنٹے بعد عورتوں کو ڈیوٹی پر حاضر ہونے کا حکم دیا
گیا۔ ان عورتوں کو دو بڑے گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک گروپ شہر
کی صفائی پر مامور تھا۔ اور دوسرے کے ذمہ بندیہ ریت اٹھانا تھا۔ ہر خاندان
سے عورتیں منتخب ہونے لگیں۔ چینگ کے خاندان سے بوڑھی ماں کو منتخب کیا
گیا تھا۔ وہ مٹی ڈھونے پر لگائی گئی تھی۔

اپنی بوڑھی اور ضعیف ماں کو کام کے لئے منتخب ہوتے دیکھ کر صیئومن
پریشان ہو گئی۔ اس نے ماں کی نظر بچا کر اس کا شناختی کارڈ اٹھا لیا۔ جو
اسے اس کام کے سلسلہ میں ملا تھا۔ اور کیمپ کے سپروائزر کے پاس چلی گئی۔
" کامریڈ یہ میری ماں کا شناختی کارڈ ہے" وہ بولی " آپ نے انھیں بند یہ
کام کرنے کے لئے منتخب کیا ہے۔ لیکن کامریڈ وہ بہت بوڑھی ہے ضعیف
ہے ۔۔۔ اور ۔۔۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ کام نہیں کر سکے گی۔ اس لئے
کیا اس کی جگہ میں کام کر سکتی ہوں۔ اس کی جگہ مجھے بھیج دیا جائے"۔
"تم ؟" وہ مسکرایا۔" دو چار دن ٹھہرو۔ تمھاری باری بھی آجائے گی"۔
کامریڈ اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی ماں کے بدلے میں کام کرنے چلی جایا
کروں گی۔ آپ مجھے وہاں بھیج دیجئے" صیئومن نے کہا۔

"جو طے ہو گیا۔ سو ہو گیا۔ اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ سمجھیں۔"
"مگر وہ بہت بوڑھی ہے۔ اس سے کام نہیں ہو سکتا" ھسیومن نے اصرار کیا
"ہونہہ۔ وہ کھا سکتی ہے۔ کام نہیں ہو سکتا اس سے۔" سپروائزر نے غصہ سے کہا۔ "یہ عوامی کام ہے۔ تمھارا اپنا کام ہے۔ اسے کام کرنا ہوگا۔ بس"
"لیکن کامریڈ میں اس کی جگہ جانے کو تیار ہوں۔ کام میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔"
"بکواس ہے" سپروائزر جھنجھلا گیا۔ "ہونہہ۔ میں اس درخواست کو قبول نہیں کر سکتا۔ ہونہہ۔ جاگیردارانہ ذہنیت"
"کامریڈ۔ خدا کے لئے ۔۔۔۔ وہ گڑگڑائی۔
سپروائزر مسکرا دیا۔ "تمھاری باری بھی آ جائے گی۔ فکر مت کرو" اور یہ کہہ کر اس نے ھسیومن کے گالوں میں چٹکی بھر لی۔ وہ گھبرا گئی۔ وہ کچھ اور نہیں کہہ سکی۔ وہ مڑی اور وہاں سے بھاگ آئی ۔۔۔!
"ایک منٹ کے لئے رکو ۔۔۔" سپروائزر نے آواز دی "تم کیا چاہتی ہو۔ بولو"
"اپنی ماں کی جگہ میں کام پر جانا چاہتی ہوں" وہ بولی۔
"تو یہاں آؤ۔" سپروائزر مسکرایا۔ اس کے ہونٹ مسکرا رہے تھے۔
ھسیومن اس کے ارادوں کو تاڑ گئی۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ لیکن حکم عدولی اور سرتابی کی طاقت اس میں نہ تھی۔ وہ خاموش کھڑی رہی۔
"یہاں آؤ، قریب، اور قریب" وہ بولا اور جیسے ہی وہ آگے بڑھی اس کے

گال تھپتھپاتے ہوئے اسکو نیچے سے اوپر تک غور سے دیکھا۔

"ہونہہ۔ تم بڑی توہین ہو۔" اس نے کہا۔

"کامریڈ۔ خدا کے لئے" اس نے اپنا چہرہ ایک طرف کرتے ہوئے کہا۔

"ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے" اس نے ھسیومِن کے ہاتھ پکڑ لئے۔ وہ غصہ سے کانپنے لگی۔ اس نے اپنا ہاتھ جھٹکا۔ سپروائزر نے ہنس کر اس کی کلائی ڈھیلی کر دی۔ اور ھسیومِن نے ایک زور کے جھٹکے سے اپنی کلائی چھڑا لی اور وہاں سے بے اختیار بھاگی۔

"تم مجھ سے بھاگ رہی ہو۔ ہاہاہاہا۔ ہاہاہاہا" سپروائزر نے قہقہہ لگایا "تم خود میرے پاس آجاؤگی۔ تم اپنے کو خود ہی میرے حوالے کر دوگی۔ ہاہاہاہا" وہ دیوانہ وار قہقہے لگا رہا تھا۔ ھسیومِن نے بھاگتے ہوئے یہ شیطانی قہقہے سُنے۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اس کا تمام جسم غصہ اور نفرت سے کانپنے لگا۔ وہ شیطانی قہقہے اب بھی اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ جیسے وہ اس کا پیچھا کر رہے ہوں۔ وہ بھاگتی رہی۔ قہقہے پیچھا کرتے رہے۔ اور آخر ایک جگہ وہ رک گئی۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر پسینہ کے قطرے نمودار تھے۔ وہ تھوڑی دیر کھڑی رہی۔ اور اپنا سانس درست کرنے لگی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی ماں اور چینگ چی کو یہ بات معلوم ہو۔ وہ اپنی اس بے عزتی کی داستان کسی کو سنانا نہیں چاہتی تھی۔

دانگ چینگ چی کی بوڑھی ماں نے اس کام کو بخوشی قبول کر لیا تھا اسے تو صرف اپنے بچے کی فکر تھی۔ کہ وہ تندرست رہے، اچھا رہے،

خوش رہے، اپنے بارے میں وہ بالکل بے تعلق اور لاپرواہ تھی۔ وہ کام پر جانے سے پہلے بہت دیر تک چینگ چی کے پاس بیٹھی رہی " چلنا پھرنا مت، چینگ چی" اس نے کہا "ایسا ظاہر کرو۔ جیسے تم بیمار ہو۔ تم اپنے آپ کو کمزور ظاہر کرو۔ تاکہ وہ کچھ دن اور تم کو یہاں رہنے دیں۔ اچھا" یہ کہہ کر وہ ھسیومن کی طرف مڑ گئی "دیکھو ھسیومن تم اسے دیکھتے رہنا۔ یہ یہاں سے باہر نکلنے نہ پائے اچھا۔ اور میری فکر مت کرنا"

ماں چلی گئی ۔ ! چینگ چی کے سر پر غموں کے بادل چھا گئے۔ اسے یاد آگیا کہ اس کا باپ اس کی ماں سے کس قدر محبت کرتا تھا۔ اور اس کی ماں ان دنوں کس قدر خوش تھی" آزاد، ہنستی ہوئی مسکراتی ہوئی۔

"ممّا رات کو لوٹے گی۔؟" آہ شوئن نے پوچھا، اور چینگ چی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے دیکھنے لگی۔ چینگ چی کا منہ کڑوا ہو گیا۔ تلخی اس کے رگ و پے میں سما گئی۔ وہ خاموش لیٹا رہا۔ ھسیومن نے آہ شوئن کو سینے سے لگا لیا اور اپنی انگلیاں اس کے بالوں میں پھیرنے لگی۔

"ممّا رات کو آجائیں گی۔ اچھا"۔

— لیکن ممّا رات کو نہیں سوئی۔ ھسیومن ممّا کی خیریت معلوم کرنے کے لئے جانے کا ارادہ کر رہی تھی۔ لیکن اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کی غیر موجودگی میں چینگ چی اٹھ نہ جائے۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اب چل پھر سکتا ہے۔ اب چینگ چی پہلے سے بہتر تھا۔ اس کا درد بھی کم ہو گیا تھا۔ وہ خود ممّا کے لئے بڑا بے چین تھا۔ وہ ممّا کی خیریت معلوم کرنا چاہتا تھا اور آخر آدھی رات

کو اس نے ھیئومن سے یہ تذکرہ کیا۔
"نہیں۔" ھیئومن یہ بات سن کر حیران ہو گئی۔ مّما نے بار بار کہا تھا کہ۔"
"لیکن رات کو مجھے کون دیکھے گا۔"
"فوجی رات کو پہرہ دیتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی نے تم کو چلتے پھرتے دیکھ لیا۔ تو وہ تمھاری کمزوری کا لحاظ کئے بغیر تم کو زبردستی کام پر بھیج دیں گے۔"
اور ھیئومن رو پڑی۔
"لیکن میں چھپ کر آہستگی سے نکل جاؤں گا۔ وہ مجھے دیکھ ہی نہیں سکیں گے۔" چینگ چی نے کہا۔
"نہیں۔ تم کیا چاہتے ہو آخر۔ تم کیا چاہتے ہو مّما کا دل ٹوٹ جائے۔ یہی چاہتے ہو تو جاؤ" اس نے کہا۔
اور چینگ چی یہ سن کر دوبارہ لیٹ گیا۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری "اچھی بات ہے میں نہیں جاؤں گا۔" وہ بولا۔ اور اس نے مٹھیاں کس لیں
ہر مہاجر کیمپ سے عورتوں کو کام پر بلایا گیا تھا۔ اس کیمپ سے سو عورتیں بھیجی گئی تھیں۔ کیمپوں سے مرد تو پہلے ہی بھیجے جا چکے تھے۔ لیکن عورتوں سے پہلی بار کام لیا گیا تھا۔ ان عورتوں کو زبردستی ان کے بچوں اور خاندانوں سے جدا کر کے کام پر لگایا تھا۔ کیمپ میں بچے گلا پھاڑ پھاڑ کر روتے کہ ان کی ماں کہاں چلی گئی، کیوں چلی گئی، وہ نہیں جانتے تھے، وہ روتے رہتے۔ "ماں، ماں" اور ان کے رونے کی آواز سے پورا مہاجر کیمپ گونج رہا تھا۔
وانگ چینگ چی کا دماغ گھوم رہا تھا۔ اس کے دماغ میں بڑی تکلیف دہ

خیالات چکر کاٹ رہے تھے۔ اس کے دماغ میں ان لوگوں کی تصویر ابھر آئی۔ جو زبردستی پانی میں اتار دیئے جاتے تھے۔ اس کے دماغ میں لوہائی ینگ کی موت کا نقشہ گھوم گیا۔ جی چو کا پاگل پن اس کو یاد آگیا۔ اور اس کی چیخیں یاد آگئیں۔ گولیاں، دھماکے، اور ہزاروں لاشوں کا رقص شروع ہوگیا۔ اسے موت کی چیخیں سنائی دینے لگیں اور اسے ان مزدوروں کی کاہلی اور سستی کا سبب معلوم ہوگیا۔

کمیونسٹ اگر اس بند کو محفوظ رکھنا چاہتے تھے تو یہ غلط بات نہ تھی۔ یہ ان کا فرض تھا۔ لیکن لوگ ان وجوہات کی بنا پر اکتا گئے تھے۔ ان کے لئے موت اور زندگی اب یکساں تھی۔ بلکہ وہ اس سسکتی ہوئی زندگی سے تنگ آگئے تھے۔ وہ موت کے طلبگار تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ بند ٹوٹ جائے یہ سیلاب سب کو بہا کر لے جائے، ان کو بھی، ان کے ساتھیوں کو، پورے شہر کو، کمیونسٹوں کو، اور اسی لئے وہ سستی برت رہے تھے۔ ان کی یہ نفرت اور بد دلی ایک واقعہ سے نہیں ابھری تھی۔ یہ نفرت ۱۹۴۹ء کے واقعات سے لے کر اب تک مسلسل جبر کے سبب ابھری تھی۔ ان کی بدعنوانیوں کے خلاف، ان کی سازشوں اور ظلم پرستی کے خلاف۔

اسے قدموں کی آواز سنائی دی۔ کوئی ان کی طرف آرہا تھا۔ جیسے وہیں آ کر کھڑی ہوگی۔

"چنگ چی" کسی نے آہستہ سے کہا۔ اور چٹائی کے اندر جھک کر داخل ہوگیا۔ "لو پاؤ۔ تم" چنگ چی نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ اس کے قریب

آکر بیٹھ گیا۔ چنگ جی نے اٹھ کر بیٹھنا چاہا۔ لیکن مُٹوپن نے ہاتھ سے پکڑ کر اسے لٹا دیا۔

"اٹھو مت" لٹوپاؤ نے اس سے کہا "میں رات کی شفٹ میں ہوں۔ چچا سُو سے اجازت لے کر آیا ہوں۔ تاکہ ذرا اپنی ماں کو دیکھ جاؤں۔ مگر وہ کام پر گئی ہے مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ بھی کام پر بھیج دی گئی ہے"

"بند پر حالات کیسے ہیں۔ مجھے وہاں سے آئے تین دن ہو گئے" چنگ جی نے کہا۔

"بہت خراب حالت ہے" لٹوپاؤ نے سر ہلایا "آج تو پانی بے حد چڑھ گیا ہے۔ آج بہت خطرہ ہے۔ ابھی غنیمت ہے کہ آج آندھی نہیں آئی اور نہ ہی تیز ہوا چلی، ورنہ، آج تو بند کا اللہ ہی بیلی تھا۔ اُف" اس نے اپنی کمر سیدھی کی "یا اللہ۔ میں تھک کر چُور ہو گیا ہوں۔ تین راتوں سے ایک لمحے کو نہیں سویا ہوں"

"چچا سو کیسے ہیں"

وہ تو جنگلی بلاؤ کی طرح ادھر ادھر بھاگ دوڑ میں مصروف ہے۔ آنکھیں سرخ بال بکھرے ہوئے۔ بڑی محنت سے کام کر رہا ہے۔ بے چارہ۔ اس کے باوجود اسے ڈانٹ پڑ رہی ہے۔ کل ہی اسے بڑی جھڑکیاں سُننا پڑیں"

"لوگوں کے حوصلے کا کیا حال ہے، کیا اب بھی اسی طرح پست ہمت ہیں؟"

"جوں جوں پانی چڑھتا جاتا ہے۔ لوگوں کی ہمت اور حوصلے پست ہوتے جا رہے

نظر آئیں گی۔ نئے نئے چہرے نظر آئیں گے۔ اس دن جب تم پانی میں اتارے گئے تھے۔ ہمارے گروپ کے پانچ آدمی تو ختم ہو چکے تھے۔ دوسرے دن سات آدمی اور مر گئے۔ کل دو اور کم ہو گئے۔ میرا خیال ہے کہ ان دونوں نے کل خودکشی کر لی۔ یا دریا میں گر گئے ہیں۔ بہر حال وہ غائب ہیں۔ تم یقین نہیں کرو گے۔ ویسے ہمارے گروپ میں اکیاون آدمی تھے۔ اور تین دن کے اندر ان میں سے چالیس آدمی مر گئے۔ اب نئے لوگ آ گئے ہیں۔ ویسے آج کا دن بڑا خوش قسمت تھا۔ گو پانی کی سطح چڑھ گئی ہے لیکن صبح سے کوئی موت واقع نہیں ہوئی۔"

وانگ چنگ جی حیرانی سے منہ کھولے سنتا رہا۔ ایسے ماحول میں تو زندہ رہنا نہ صرف بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔ بلکہ معجزہ ہے۔ اس کا جی چاہا کہ وہ اپنے جاننے والوں کے متعلق پوچھے۔ لیکن اس کی ہمت نہ پڑی کہ کہیں وہ بھی مر نہ گئے ہوں۔

"یہاں سو جاؤ تھوڑی دیر" چنگ جی نے مشورہ دیا۔

نہیں۔ میں نے تسو سے وعدہ کیا تھا کہ میں دن نکلنے سے پہلے لوٹ آؤں گا تسو نے مجھ سے کہا تھا کہ دریا کا پانی مسلسل چڑھ رہا ہے۔ اس لئے مجھے وہاں پہنچنا پڑے گا۔ اس نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ مجھے یہاں آنے دیا ہے اس سلسلہ میں اس کو کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ بات یہ ہے کہ تسو طبیعت کا اچھا آدمی ہے" ڈیاؤ نے کہا۔

صبح کاذب کی روشنی پھیل گئی۔ عورتوں کا ایک گروپ کام سے واپس

آگیا۔ حالانکہ ابھی رات باقی تھی۔ پھر بھی تمام کیمپ میں شور و غل مچنے لگا۔ کام سے واپس آئی عورتیں اپنے خاندان والوں سے باتیں کرنے لگیں۔

"میں جا کر ذرا دیکھ آؤں۔ میری ماں آگئی ہوگی۔" لُڈپاؤ نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ باہر نکلتے نکلتے وہ رک گیا اور بولا "میں نے سنا ہے۔ لوہائی ینگ کی بیوی بالکل پاگل ہوگئی ہے۔"

"ہوں۔ بے چاری۔ اس کا بچہ مر گیا تھا۔ اس صدمہ سے اس کا دماغ چل گیا وہ کیمپ سے بھاگ گئی۔ اس کے بعد پتہ نہیں کیا ہوا۔ اس کا کسی کو بھی کچھ نہیں معلوم۔"

"بڑے شرم کی بات ہے ----" لُڈپاؤ بولا۔" خیر ... اچھا میں تو چلا۔ اور ہاں اپنا خیال رکھا کرو۔"

"ھسیُومِن۔ ذرا باہر نکل کر دیکھو۔ مّا ابھی لوٹی ہے کہ نہیں۔" چینگ چی نے کہا۔

"نہیں میں پہلے ہی دیکھ آئی ہوں۔ مّا ابھی نہیں آئی ہیں۔ تم لیٹے رہو۔ وہ ابھی آتی ہی ہوں گی۔"

"کیا بہت سی عورتیں ابھی نہیں آئی ہیں؟" چینگ چی نے پوچھا۔

ہاں صرف دس عورتیں واپس آئی ہیں۔ تو ایک اور گروپ آگیا ھسیُومِن نے چٹائی سے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر میں لُڈپاؤ واپس آگیا۔ اور بولا۔ "چینگ چی۔ مجھے کام پر واپس جانا ہے۔ اور میری ماں ابھی تک واپس نہیں آئی ہے۔ جب میری ماں آجائے

تو اس سے کہہ دینا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ فکر نہ کرے۔ اچھا"
" اچھی بات ہے۔ کہہ دوں گا" چنگ چی نے کہا۔ لوپاؤ چلنے لگا۔"سنو یار۔ اے لوپاؤ" چنگ چی نے آواز دی۔ یار تم اپنا خیال رکھا کرو بند یہ۔ اور سنو چچا سُو کو میرا اسلام کہہ دینا"
لوپاؤ چلا گیا۔ کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد تھکی ماندی عورتوں کا ایک اور گروپ واپس آگیا۔ ان میں سے کچھ رو رہی تھیں۔ کچھ ہنس رہی تھیں۔ اور بعض عورتیں اس قدر تھکی ہوئی تھیں کہ ان کے اعضا شل ہو چکے تھے۔ اور ان میں ان دونوں کاموں کی سکت نہ تھی۔
" مما آگئیں۔ مما آگئیں" ھسیومن چیخی۔ اس کے دل سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔ آہ شوئن اچھل کر باہر بھاگی۔ اور ماں سے لپٹ گئی۔۔ ھسیومن نے سہارا دے کر ماں کو بٹھایا اور اس کے کپڑوں سے ریت صاف کرنے لگی۔ اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔"
" تم رات کو آرام سے سوئے تھے۔ چنگ چی" ماں نے پوچھا۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ رات بھر خود کام کرتی رہی تھی۔
" مما۔ تم اب تک کیا کر رہی تھیں۔ تمہیں گئے ہوئے تو چوبیس گھنٹے ہو گئے"
آہ شوئن نے ماں کی گود میں سر رکھ دیا۔" میں اتنی پریشان تھی ...... اتنی کہ پوچھو مت
" مٹی ڈھو رہی تھی۔ میری بچی" ماں نے سر ہلایا۔" لیکن مٹی ڈھونے سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ ادھر ہم نے مٹی ڈالی۔ ادھر لہروں کے ساتھ وہ بہہ

آہ چین کی ننھی بچی اس سے لپٹنے
کیلئے دوڑی ۔

کر دریا میں چلی گئی ۔۔۔۔ خیر۔ لیکن کل میں وہاں کام نہ کروں گی۔ کل سے اکنول نے میری ڈیوٹی بدل دی ہے ۔ اب مجھے شہر کی صفائی پہ لگا دیا ہے ۔

"نہیں کل پھر جانا ہوگا ؟" چینگ سد جی نے پریشان ہو کر پوچھا ۔

"کل نہیں ۔ آج ہی جانا ہے" ماں بولی "صرف تھوڑی دیر کے لئے چھٹی ملی ہے"

"پورے چوبیس گھنٹے لگاتار کام ۔ تھوڑی دیر کے لئے چھٹی اور پھر کام" چینگ جی نے دانت پیسے ۔

"ہونہہ ۔" ماں نے ٹھنڈی سانس بھری "وہ ہم کو انسان تھوڑی سمجھتے ہیں ۔" اس کے لہجہ میں نفرت تھی ۔ اس نے اکتاہٹ کے ساتھ اپنے پاؤں پھیلا دیئے اور صیوُمن کے ہاتھ سے کٹورہ لے کر پانی پینے لگی ۔ اگر ہم کو انسان سمجھتے ہوتے تو ہم ان کے لئے مرنے مارنے کو بھی تیار رہتے ۔ لیکن اس کا ان کو کوئی خیال نہیں ہے ۔ میں نے خود دیکھا ۔ کل دو عورتیں دریا میں گر پڑیں اور ان لوگوں نے ان کو بچانے کی ذرّہ برابر کوشش نہیں کی ۔ وہ مدد کے لئے چیخیں چلائیں لیکن بے کار ۔ سیلاب کا پانی کسی کی نہیں سنتا ۔ اور یہ بھی کسی کی نہیں سنتے ۔ ہونہہ ۔

" اس نے ٹھنڈی سانس بھری " یہ بھی اس سیلاب کی طرح بے حس اور ظالم ہیں ۔ آخر وہ دونوں بہہ گئیں ۔ اور ان کی جان بچانے کیلئے کچھ بھی نہیں کیا گیا ۔ اور وہ چپ ہو گئی ۔ پھر دھیمے سے بولی "وہ دونوں ہمارے کمپ کی عورتیں تھیں ۔"

سب لوگ یہ داستان سن کر سناٹے میں آ گئے ۔

تھوڑی دیر کے بعد چینگ جی نے کہا "صیوُمن ذرا جا کر لوٹ یاؤ کی ماں

کو دیکھ آؤ۔ اس نے کہا کہ ٹوپاؤ تم سے ملنے آیا تھا۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن واپسی کی چونکہ اسے جلدی تھی۔ اس لئے فوراً چلا گیا۔ وہ یہ کہہ گیا ہے کہ میں بالکل خیریت سے ہوں۔ فکر نہ کریں۔ اچھا۔

"ھسیومن" وانگ کی ماں نے روکا "مت جاؤ۔ بے کار ہے۔ وہ، وہ وہاں نہیں ہے۔"

"ممّا" وانگ چی گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ "کیا ان دو عورتوں میں ٹوپاؤ کی ماں بھی شامل تھی۔"

ہونہہ" بڑھیا نے سر ہلایا۔ چینگ چی نے دانت بھینچ لئے۔ کمیونسٹوں کے خلاف نفرت کا ایک اور جواز پیدا ہو گیا۔

اور اسی طرح لوگ مرتے رہے۔ خاموشی سے۔!

۸
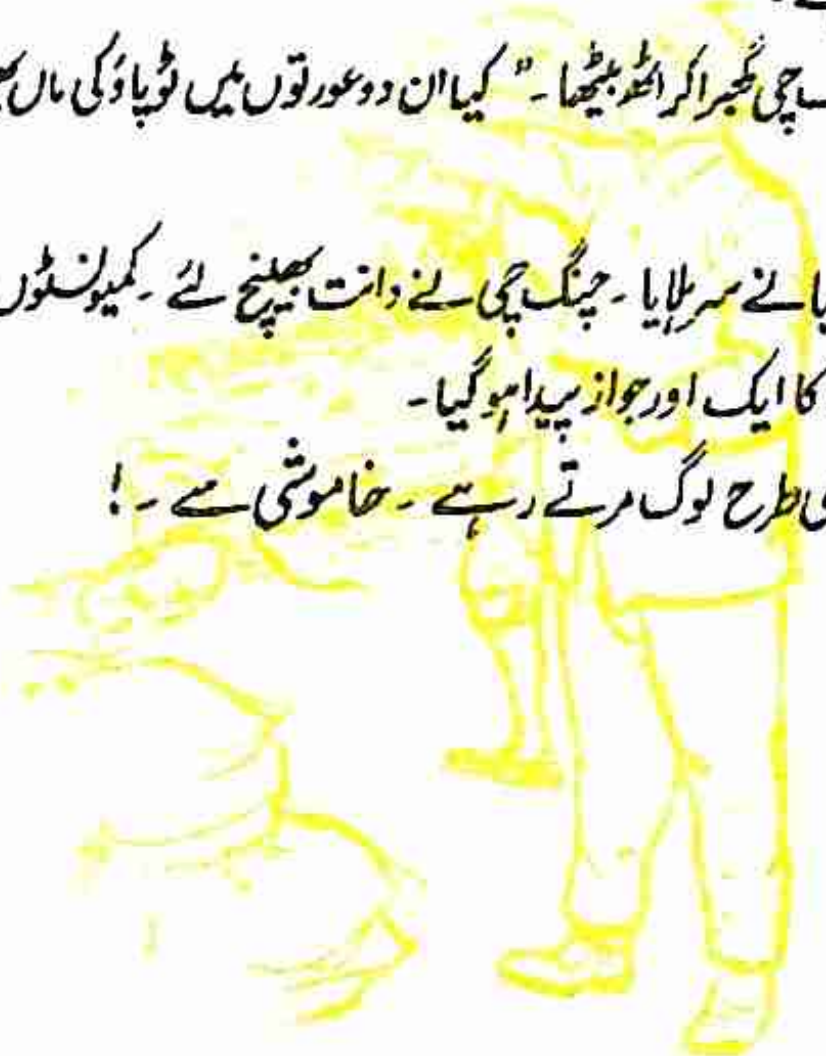
۱۸ ر اگست کی صبح کو مہاجر کیمپ کے سامنے زور سے سائرن بجا۔ سب لوگ اُچھل پڑے، سیٹیاں بجنے لگیں۔ اور فوجی بوٹوں کی بھاری آواز مہاجر کیمپ میں گونجنے لگی۔ کیمپ سپروائزر اور بہت سے کمیونسٹ فوجی کیمپ میں گھس آئے۔ مغرور چہروں والے سخت مزاج فوجی، اور سیلاب کی روک تھام کرنے والے رضاکار اندر داخل ہوئے

" یانگزی کا پانی ۲۹ر۷۳ میٹر چڑھ گیا ہے" کسی نے کہا۔

" سیلاب کے خلاف انسانی جنگ اب ایک خطرناک دور اہے پر آن پہنچی ہے۔ اب ایک منٹ کے لئے بھی کام نہیں رُک سکتا۔ اب تمام مردوں، عورتوں اور بچوں کو اس میں حصہ لینا ہو گا۔" کوئی اور بولا۔

"اٹھو - اٹھو، ایک فوجی نے چنگ چی کے ٹھوکر ماری۔

"کامریڈ میں ۱۴ اگست کو بند پر کام کرتے ہوئے بیمار پڑ گیا تھا۔ میں نے پانی کے اندر کے ایک شگاف کی مرمت کی تھی۔ پانی میں غوطہ لگایا تھا" وانگ چنگ چی نے رٹا ہوا سبق دہرایا۔

" اٹھو لو ستی کہیں کے " کیمپ سپروائزر نے کہا اور چنگ چی کو گھسیٹ کر کھڑا کر دیا۔ وانگ چنگ چی کھڑا ہو گیا۔ لیکن وہ اس طرح کھڑا ہوا کہ جیسے ابھی گرنے والا ہو۔

" چلو - سیدھی طرح" سپروائزر نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ مارا۔ لیکن چنگ چی اب بھی بدن ڈھیلا کئے کندھے لٹکائے کھڑا تھا۔ جیسے وہ بہت کمزور ہو۔

" سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ تم تو ہیرو ہو۔ جانباز ہو۔ ایک فوجی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے دلاسا دیا۔ "تم کس سیکشن کے آدمی ہو" اس نے پوچھا۔

"سیکشن نمبر نو (۹) - گروپ نمبر سترہ (۱۷)" چنگ چی نے آہستہ سے کہا۔

"کامریڈ - یہ اس غرقابی کے حادثے میں مرتے مرتے بچے ہیں۔ انھوں نے تین دن سے کچھ نہیں کھایا ہے - یہ بہت کمزور ہیں۔ سیومن نے کہا۔

" جدوجہد میں حصہ لینے سے جسم کھل جائے گا۔" اس فوجی نے طنزیہ انداز سے کہا۔ اس نے چنگ چی کو آگے دھکیلا۔ " چلو جلدی۔ وقت بہت قیمتی ہے"

" کامریڈ ۔۔۔۔" سیومن گڑگڑائی۔ لیکن چنگ چی باہر نکل گیا۔

" تم کو بھی کام پر جانا ہوگا" کیمپ سپروائزر سیومن پر چیخا۔ اور آہ شوئن کی طرف مڑ کر بولا۔

"کیا عمر ہے تمھاری ؟"

"چودہ سال۔" آہ شوئن نے گھبرا کر کہا۔

وانگ چنگ چی اس کمرہ سے جا چکا تھا۔ اس لئے اس نے آہ شوئن اور صیؤمن کی آخری گفتگو نہیں سنی تھی۔ وہ آہستہ سے باہر نکل گیا۔ اور مردوں کے گروپ میں مل گیا۔ یہ سب مرد اسی کی طرح کمزور بیمار اور لاچار تھے۔ اس کے دوسری طرف چالیس پچاس عورتیں لائن لگائے کھڑی تھیں۔ ایک فوجی نے چیخ کر مارچ کا حکم دیا۔ اور چنگ چی اس گروپ کے ساتھ اس جانے پہچانے بند کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب چنگ چی پہلی بار بند کی طرف گیا تھا۔ تو وہ سیلاب کو اس قدر خطرناک نہیں سمجھتا تھا۔ اور نہ ہی ان تمام خطرات سے آگاہ تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ نہ صرف تمام خدشوں سے واقف ہو گیا تھا۔ بلکہ موت کے دروازے پر دستک بھی دے آیا تھا۔ اور موت کے ذائقہ سے آشنا ہو چکا تھا! اب اسے معلوم تھا کہ بند پر ہر لمحے موت، خوف اور دہشت کے سائے دھند کی طرح پھیلے رہتے ہیں۔ اب وہ چار روں کے بعد لوٹا تھا۔ اور بند پر آتے ہی اسے بڑا خوفناک منظر دکھائی دیا۔ اب سیلاب کا پانی افق تک پھیلا ہوا تھا۔ سمندر کی طرف بڑھتے ہوئے پانی کا ایک ریلہ ایک شور کے ساتھ مچلتا۔ تنتنا کرتا اور اُبلتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی خوفناک لہریں بند کی دیوار کے ساتھ اس زور سے ٹکرا رہی تھیں کہ جھاگ کئی کئی گز اوپر اچھل رہا تھا۔ اور پانی بھی اچھل کر بند کے اندر کی طرف آ گرتا تھا۔ پورا بند ان موجوں کے زبردست

تھپیڑوں سے دہل جاتا۔ بند سے لہروں کے ٹکرانے کی آواز توپ کی طرح گونجتی۔ اور سب لوگوں کے چہرے پیلے پڑ جاتے۔ بند کا کوئی حصہ اب خشک نہ تھا۔ ہر طرف پانی نظر آرہا تھا۔ سہمے ہوئے مزدور، خوفزدہ عورتیں مٹی کے ٹوکرے اٹھائے اِدھر سے اُدھر پھیر رہے تھے۔ تاکہ بند کو محفوظ۔ کھنے والا پشتہ زیادہ اونچا اور مضبوط کیا جا سکے۔ تمام بند پر شکستگی کے آثار نمایاں تھے اور ایک طرف بہت سی لاشیں کمبل سے ڈھکی ہوئی رکھی تھیں۔ دو چار منٹ کے بعد کوئی تیز لہر آتی اور ان لاشوں میں سے ایک آدھ کو بہا کر لے جاتی۔ وہ لاش موجوں میں اچھلتی، کودتی جیسے وہ زندہ ہو اور دیکھنے والوں کا دل دھڑکنے لگتا۔ چنگ چی نے یہ منظر دیکھ کر اپنا منہ پھیر لیا۔

سیکشن نویں (۹) اس کے ساتھ چار بیمار آدمی اور آئے تھے۔ لی مزدوروں کے ایک چھوٹے سے گروپ کا فورمین بنا دیا گیا تھا۔ وہ چنگ چی کو واپس آتا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور بولا "تم کیسے آگئے؟ اتنی جلدی کیوں واپس آگئے"۔

"انھوں نے زبردستی بھیج دیا۔" وانگ چنگ چی نے کہا۔ "یہ چاروں آدمی بھی ہمارے گروپ میں آگئے ہیں" ۔ اس نے مزدوروں پر ایک نظر ڈالی۔ ان میں سے بیشتر اجنبی تھے۔

"چلو یہ چاروں آگئے تو اچھا ہوا۔ ہم کو ان کی ضرورت بھی تھی۔ ہمارے گروپ کے تین آدمی ختم ہو گئے تھے۔" لی نے دبی زبان سے کہا۔ اب ہمارے پاس تمھارے سمیت پانچ نئے آدمی آگئے ہیں" یہ بات سن کر چار نو واردوں کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ انھوں نے بپھرے ہوئے دریا پر ایک سہمی ہوئی نظر ڈالی اور ایک

دوسرے کو حسرت بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔

" آؤ۔ چلو۔ اب چلنا ہے۔" لی نے ان کو کام پر لگاتے ہوئے کہا۔ یہاں ان سب کا انچارج سوکینگ سینگ بیٹھا تھا۔

سُو نے اپنے سر کو ایک رومال سے لپیٹ رکھا تھا۔ اور وہ بھاگ بھاگ کر کام کروا رہا تھا۔ وہ چیخ کر مزدوروں کو ان کی جگہ پر متعیّن کر رہا تھا۔ اور ان کو کام کی ہدایات دے رہا تھا۔ وہ چینگ جی کو وہاں دیکھ کر حیران رہ گیا۔

" تو تم بچ نہیں سکے۔ پکڑے گئے پھر" سوکینگ سینگ نے کہا۔

" یہی نہیں ہے۔ بلکہ ان حرامزادوں نے میری ماں کو بھی کام پر لگا دیا ہے۔ جو نہ تا کہ ہانکاؤ کے تحفّظ کے لئے ہم اپنا سینہ آگے کر دیں۔

افسوس! ہم سب مہاجران کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ اس لئے وہ غلاموں کا سا سلوک ہم سے کر رہے ہیں۔

" تم سے آخر کس نے کہا تھا کہ تم سیلاب سے ڈر کر بھاگو۔ تم سانگ جیانگ سے ہجرت کر کے ہاؤنکاؤ آ جاؤ۔ بولو" لی نے طنزیہ انداز میں کہا" تم آج کل سیلاب کی روک تھام پر مامور ہو۔ اور اس سیلاب کو روکنے کے سلسلہ میں تم کو اپنا تن من دھن سب کچھ نچھاور کر دینا چاہئے"

سوکینگ سینگ نے ایک قہقہہ لگایا۔ کھوکھلا قہقہہ اور بائیں طرف کے مزدوروں پر چیخنے لگا" چار بورے ریت ڈالو۔ اور مٹی کو برابر کر کے رسّے سے باندھو دو جلدی کرو" اور یہ کہہ کر اس نے گہرا سانس لیا۔" چینگ جی تم نے دیکھا اب یہ کام کس قدر بکواس ہو گیا ہے۔ یہ لوگ جو نئے بھرتی ہو کر آ رہے ہیں ان کو

نوحناک پتہ نہیں کہ یہ کام کس طرح ہوتا ہے اور یہ اسقدر ذلیل ہیں کہ اپنے ہی بوجھ سے گرتے جاتے ہیں۔" وہ گالیاں بکتا آگے بڑھ گیا۔

وانگ چنگ چی نے اُس پاس غور سے دیکھا۔ چانگ ان مزدوروں میں نہ تھا وہ کسی گروپ میں نظر نہیں آرہا تھا لیکن وہ بند پر نہیں مرا تھا۔ اور اس کے علاوہ اور بہت سے جان پہچان کے بھی موجود نہیں تھے۔ یانگ چنگ پنگ۔ چو آہ حسن، لی تامن، مولا اور ووٗ دیہ سب لوگ اب موجود نہیں تھے۔ اچانک پشتہ کے اوپر سے سائرن کی تیز آواز سنائی دی۔ سائرن کی آواز سے پورا بند گونج اٹھا اور تیز تیز سیٹیاں بجنے لگیں۔

"کوئی ایمرجنسی حالت پیدا ہوگئی ہے"۔ لی نے کام کرتے ہوئے ذرا سا سر اٹھایا اور لاؤڈ اسپیکر چیخنے لگا۔

"سیکشن نمبر چھ (۶)، ہوشیار ہوجائے، نمبر چھ سیکشن تیار ہوجائے۔ نمبر چھ سیکشن کا پشتہ پانی سے بہہ گیا ہے"

ہر شخص کام چھوڑ کر لاؤڈ اسپیکر کے اعلان کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"اے، کام جاری رکھو اپنا" سوکینگ سینگ نے چیخ کر کہا "وہاں کا غم مت کرو۔ اگر اس سیکشن میں کوئی شگاف یا دراڑ نظر آئے تو اس کا خیال رکھو سمجھے، اگر یہاں کا پشتہ بہہ گیا تو مچھلیوں کی طرح غوطے کھاتے نظر آؤ گے"!

"تو کیا ہوگا" کوئی غرایا "جلدی یا دیر سے مرنا تو بہرحال ہے ہی۔ تو بہتر ہے کہ سب ایک ساتھ مرجائیں"

لاؤڈ اسپیکر مسلسل چیخ رہا تھا۔

سیکشن نمبر پانچ اور سات ہوشیار ہوجائیں۔ سیکشن پانچ اور سات کے مزدور مٹی کے بورے بھر بھر کر سیکشن چھ (۶) میں پہونچائیں۔ اس لئے کہ سیکشن نمبر چھ (۶) کے جانباز مزدور ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح سیلاب کو روکے ہوئے کھڑے ہیں۔ وہ فولاد کی دیوار کی طرح بپھری ہوئی لہروں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ان کی فوری مدد بے حد ضروری ہے۔ سیکشن نمبر چار (۴) اور آٹھ (۸) بھی ہوشیار ہوجائے۔ اور ریت کے بورے بھر بھر کر سیکشن نمبر سات (۷) اور پانچ میں بھجوایئے، تاکہ یہ کام جلدی ہو سکے۔ کام تیزی سے کیجئے۔ یاد رکھئے۔ سیکشن نمبر چھ (۶) کا پشتہ پانی سے بہہ گیا ہے، اور وہاں کے دلیر مزدور دیوار کی طرح دریائے یانگٹزی کے مقابل ڈٹے ہوئے ہیں۔"

"ہونہہ! لعنت ہو اُن پر" لی نے زمین پر تھوک دیا۔ نہ معلوم کتنے لوگ اس دفعہ پھر مارے جائیں گے۔ وہ پانی کا ریلا روکنے والے شہتیروں کو پکڑ کر کھڑا ہوگیا۔

سیکشن نمبر نو (۹) کا کام اسی طرح خاموشی سے جاری رہا۔ وہاں فوری خطرہ کی کوئی علامت نمودار نہیں ہوئی تھی۔ اتنے میں لوٹیانو وہاں آگیا۔ اس نے چنگ چی کی پیٹھ کو ٹھونکا اور بولا "کیا بات ہے۔ کچھ دن اور ان کو نہیں ٹال سکے کیا؟"

"وہ مجھے زبردستی گھسیٹ کر لے آئے" وانگ نے جواب دیا۔

"لیکن ادھر تم آئے اور اُدھر خطرہ شروع ہوگیا ہے۔ اور سنا ہے آج تو بڑا شدید خطرہ ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آج رات کو بند کس وقت بیٹھ جائے۔۔۔

خیر! ۔۔۔ چھوڑو" اور اس نے موضوع بدل دیا۔ "اے چنگ چی۔ تم میری ماں سے ملے تھے! اس سے کہہ دینا تھا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں؟"

چنگ چی پریشان ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ "وہ کیا جواب دے، اس کی ماں مرگئی ہے۔ کیا وہ اسے بتادے۔ نہیں۔ لیکن۔" اور ابھی وہ ہچکیاں ہی لے رہا تھا کہ وہاں شوکینگ سینگ آگیا۔ اس نے آتے ہی لوپاؤ کو مٹی کے بورے لینے کے لئے بھیج دیا۔ "اچھا پھر گفتگو ہوگی" لوپاؤ نے جواب دیا بند پہ بھاگ دوڑ مچنے لگی۔ اس لئے کہ بند پہ یہ افواہ پھیل گئی تھی کہ سیکشن سات (۷) کا پشتہ بھی شاید ٹوٹ گیا ہے۔ یا ٹوٹنے والا ہے۔ اور لوگ گھبرا کر ریت کے بورے ڈھونے لگے۔

موت کی زردی ان لوگوں کے چہروں پر چھائی ہوئی تھی۔ نگرانی کرنے والی فوجیوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تھا۔ دریا کا پانی تند اور تیزی کے ساتھ بہتا رہا۔ شہتیر، درخت، اور لاشیں پانی کی موجوں کے ساتھ تنکوں کی طرح اچھلتی بہتی چلی جارہی تھیں۔ پانی گڑگڑاہٹ کے ساتھ گرجتا، بپھرتا، بہتا رہا۔ پشتہ پہ مزدوروں کی نگرانی کرنے والے فوجی بندوقیں لئے گھومتے رہے۔ ان دونوں کے درمیان مہاجر جکڑے ہوئے تھے سیلاب کے خوف سے بھاگے ہوئے مہاجر، جو سلنگ جارج اور چند دوسرے قصبوں سے اپنی جانیں بچا کر ہانگ کانگ آگئے تھے صرف سیلاب سے جان بچانے کی خاطر۔

اچانک بندوق کی آواز گونجی۔ لوگ چیخنے لگے۔ پھر ایک گولی اور چلی۔ اور بہت سی گولیاں چلنے لگیں۔ سیکشن نو (۹) کے مسلح فوجیوں نے اپنی بندوقیں تھام لیں۔ اور لبلبی پر انگلیاں رکھ لیں۔ سیکشن آٹھ سے مزدور بھاگ بھاگ کر اس طرف آنے لگے۔ وہ سب ہانپ رہے تھے۔ ان کی آنکھیں خوف

اور دہشت سے پھٹ رہی تھیں۔ ان فوجیوں نے آگے بڑھ کر فوراً ان سب کو گرفتار کرلیا۔ اور ان کو پکڑ کر لے گئے۔ یہ جھگڑا دب گیا۔

سوکینگ سینگ آگیا۔ اس کا چہرہ بہت کشیدہ اور افسردہ تھا۔ "کیا ہوا تھا؟" چنگ چی نے پوچھا۔

"سیکشن سات (۷) میں ایک اندرونی شگاف نمودار ہوگیا ہے۔ اس لئے مزدوروں کو پانی میں اتارنا تھا۔ وہاں کے مزدوروں نے متحد ہوکر انکار کردیا وہ پانی کے اندر غوطہ لگانے سے انکار کر رہے تھے۔ اس پر مسلح فوجیوں نے ان میں سے دو آدمیوں کو گردنوں سے پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔ اس سے تمام مزدور مشتعل ہوگئے اور آگ بگولہ ہوکر فوجیوں پر جھپٹے اور ان کو پانی میں دھکیل دیا۔ بس اسی پر جھگڑا شروع ہوگیا۔ فوجیوں نے گولیاں چلائیں۔ ان گولیوں سے دو آدمی ہلاک ہوئے اور پانچ زخمی اس طرح یہ معاملہ دب گیا ہے۔

"اب سیکشن چھ کا کیا حال ہے؟" چنگ چی نے سوال کیا۔

"معلوم نہیں۔ سیکشن چھ (۶) کے باہر پہرہ ہے۔ راستہ بند ہے۔ کوئی وہاں نہیں جاسکتا۔" سو نے جواب دیا۔ ویسے آج حالات بہت خطرناک ہیں۔ اگر ہوا تیز چل گئی تو پانی اور بھی زیادہ چڑھ جائے گا۔ اس کے علاوہ لہروں کا زور بھی بڑھ جائے گا۔ اور شاید اس طغیانی کو بند برداشت نہ کرسکے۔ سو خاموش ہوگیا پھر اس نے سر اٹھایا اور بولا "بہرحال یہ زیادہ دن نہیں چل سکتا۔ مزدور بہت کم ہیں اور ناتجربہ کار۔ خیر آج سے تو شہر والوں کو بھی یہاں کام پر لگا دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عورتیں بھی بھیج دی گئی ہیں۔ ہونہہ! دیکھو کیا ہوتا ہے" سو نے ٹھنڈا سانس بھرا

"چچا تسو۔ وانگ لڑیاؤ کی ماں کام کرتے ہوئے دریا میں گر پڑی تھی۔ اس کی لاش بھی انھوں نے برآمد نہیں کی۔ اب میں یہ خبر اس کو کس طرح سناؤں۔" وانگ نے سوال کیا۔

"اللہ جانے میاں میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سوکینگ سینگ نے کہا" تم ہی کوئی ترکیب سوچو۔ تم تو پڑھے لکھے آدمی ہو۔ یہ بات بہت دردناک ہے۔ بہر حال اسے معلوم تو ہو ہی جائے گا۔ اور پھر ایسے واقعات تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔"

ھیومن بند سے بہت دور ایک گڑھے میں سے مٹی کھود رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ہزاروں انسان ٹوکریاں اٹھائے دور تک چیونٹیوں کی طرح رینگ رہے ہیں۔ جہاں تک نظر جاتی یہ لوگ کام کرتے نظر آتے تھے۔ یہ سب اپنے کام میں مشغول تھے۔ کسی کو بھی اپنے برابر والے کا ہوش نہ تھا۔

"تمھارا نام ھیومن ہے نا" ایک باریک سی آواز آئی۔ اس نے مڑکر دیکھا یہ آہ چین تھی۔

"ہوں" ھیومن نے اقرار میں سر ہلایا۔

"تمھاری ماں وہاں سامنے مٹی ڈھو رہی ہے۔ اس کا کام بڑا سخت ہے۔ کاش تمھاری ماں کو اس کام سے نجات مل جاتی" آہ چین بولی۔

"ہم کر ہی کیا سکتے ہیں" ھیومن نے ایک لمبی سانس لی۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔

"ہونہہ" آہ چین بولی "کر تو کچھ نہیں سکتے۔ میں بھی جانتی ہوں۔" اور وہ اپنے

بورے میں مٹی بھرنے لگی۔

" میں نے اور چی چو نے پہلے سوچا تھا کہ ہم بہت سارا روپیہ کما کر اس کیمپ سے چلے جائیں گے۔ خیر" آہ چین بولی۔

لیکن ہم تو پانی سے گھرے ہوئے ہیں۔ آخر ہم جائیں گے کہاں ؟ اس کے علاوہ مہاجرین کو ادھر ادھر جانے کی اجازت کب حاصل ہے" ھسیومن بولی " معلوم نہیں لوگ کب تک یہ برداشت کرتے رہیں گے" اس نے پھر کہا اور دونوں خاموش ہو گئے۔

" تم سپروائزر سے کہہ کر اپنی ڈیوٹی وہاں لگوا سکتی ہو۔ جہاں تمھاری ماں کام کر رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایک خاندان کے لوگوں کو ایک جگہ کام کرنے کی اجازت ہے۔" آہ چین نے مشورہ دیا۔

" سپروائزر ؟ " ھسیومن نے ہونٹ کاٹے" وہ اچھا آدمی نہیں ہے"

" ارے سب مرد ایک سے ہوتے ہیں" آہ چین نے کہا " عورت پر نظر پڑی اور ان کی نیت میں فتور آیا" وہ بڑے غیر جذباتی انداز میں کہہ رہی تھی" اور آج کل کے زمانے میں تو نوجوان عورت ہونا کافی ہے۔ اور یہ موا سپروائزر ... اس کو تو میں خوب جانتی ہوں۔ جس زمانے میں میں اور چی چو باہر جایا کرتے تھے تو باہر جانے کی اجازت لینے کے لئے پہلے مجھے اپنا جسم اس کے حوالے کرنا پڑتا تھا۔ تب باہر جانے کی اجازت ملتی تھی۔"

ھسیومن کو یہ بات سن کر بڑی تکلیف ہوئی۔ اسے بڑا دھچکہ پہنچا۔ لیکن وہ کچھ نہیں بولی۔ اور آہ چین نے بات بدل دی۔" چنگ چی کیسا ہے اب ؟ " اس

نے پوچھا۔

"ان کو کام پر بھیج دیا ہے زبردستی" ھسیُومن کی پلکوں پر آنسو لرزنے لگے اور رخساروں سے پھسل کر نیچے ریت میں خشک ہونے لگے۔ پھر وہ چپ ہوگئی! وہ بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لئے مرجھا کر خاموشی سے کام میں مصروف ہوگئی۔

وانگ چنگ جی کو بہاجر کیمپ میں جو حصہ ملا تھا۔ وہ اب ویران پڑا تھا۔ فقرآہ شوئن اکیلی ایک چٹائی پر بیٹھی تھی۔ چنگ جی، ھسیُومن اور اس کی ماں کو کام پر بھیج دیا گیا تھا۔ آہ شوئن کو اس سے بہت رنج ہوا تھا، وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی! وہ چٹائی پر خاموشی سے بیٹھی تھی۔ وہ موجودہ حالات سے متنفر تھی وہ ان کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اس لئے کہ اس نے اس زندگی میں بڑی خوفناک باتیں اور افواہیں سنی تھیں۔ اس نے سنا تھا کہ اس سیلاب میں اس کا بھائی مر جائے گا۔ ماں ختم ہوجائے گی اور نہیں تو ھسیُومن ہی چل بسے گی۔ بہرحال ایک نہ ایک آدمی ضرور مرے گا۔ اس لئے کہ سیلاب بھینٹ لئے بغیر آگے نہیں بڑھتا۔ اس کو نذرانہ ضرور دینا ہوگا۔ اور اس لئے وہ سلنگ جارج کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ یہ ان دنوں کی بات تھی جب اس کا باپ زندہ تھا، جب ان کا اپنا گھر تھا۔ چھوٹا سا، خوبصورت سا، سفید بنگلے ایسا اور وہ اسکول پڑھنے جایا کرتی تھی۔ اسکول کی عمارت پیلے رنگ کی تھی۔ اور اس میں گلاب کے پھول کھلتے تھے اور املی کے پیڑ تھے۔ وہ سب

خوش تھے ! بے انتہا خوش !! اور ... اور ... اور یکایک سیلاب آگیا - !!!

" سیلاب " اس نے ڈر کر آنکھیں بند کرلیں - یکایک قدموں کی چاپ سنائی دی - اور وردی پہنے ہوئے ایک آدمی اس کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا - وہ اس فوجی کو دیکھ کر گھبرا گئی - اور جلدی سے کھڑی ہوگئی - وہ آدمی مسکرایا - اور بڑی نرمی سے بولا - " میرے ساتھ آؤ "

آہ شوئن نے کوئی سوال نہیں کیا - وہ وردی سے خوفزدہ تھی - وہ اس آدمی کے حکم کی تعمیل میں چپ چاپ اس کے ساتھ چل دی - مختلف گیلریوں، کمروں سے گزر کر وہ مہاجر کیمپ کے دفتر میں داخل ہو گئے - اس کمرے سے گزر کر وہ ایک برآمدے میں آ گئے - اور آخر وہ ایک بڑے کمرہ کے اندر جا گھسے جہاں چار پلنگ پڑے ہوئے تھے

آہ شوئن گھبرائی ہوئی تھی - وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کو آخر کیوں بلایا گیا ہے - وہ حیران تھی - اس نے کمرہ کے چاروں طرف نظر دوڑائی - وہ دونوں تنہا تھے وہ فوجی مسکرایا - اور آہ شوئن اس کی مسکراہٹ سے اور بھی خوفزدہ ہوگئی !

اس نے چیخنے کے لئے منہ کھولا - لیکن اس کے حلق سے کوئی آواز نہیں نکل سکی اس آدمی نے آگے بڑھ کر اسے بھینچ لیا — !!

آہ شوئن کا دبلا پتلا جسم ان فولادی بازوؤں میں بھنچ گیا - وہ فوجی اسے لیکر ایک پلنگ پر گر گیا - وہ اسے مسلتا رہا - ... - اس کے جسم سے کھیلتا رہا آہ شوئن اس سے مسلسل لڑ رہی تھی - یہاں تک کہ اس کی ہمت جواب دے

گئی، اس کی طاقت سلب ہوگئی۔ !!!

اپنے حصہ کی چہار دیواری میں آہ شوئن لیٹی ہوئی تھی۔ خاموش!
خوفزدہ!! بے حس و حرکت !!!
وہ چٹائی پر لیٹی رہی۔ وہ کسی کو مدد کے لئے بھی نہیں بلا سکتی تھی۔ رات کے کھانے کا وقت ہوگیا۔ گھنٹی بجنے لگی۔ لیکن وہ لیٹی رہی۔ پڑوس کی ایک بڑھیا نے اسے آواز دی کہ "وہ آکر اپنے حصہ کے چاول لے جائے۔ وہ چاول لے کر پھر اپنی چٹائی پر گر پڑی۔ اسی طرح خاموش۔
اور وقت رینگتا رہا۔!
اس کے خاندان کا کوئی فرد واپس نہیں لوٹا۔ رات کے بھیانک سائے فضا میں ناچنے لگے۔ چمگادڑ کیمپ میں پھڑپھڑانے لگے۔ دور کہیں سے اُلّو کی آواز سنائی دی۔ وہ رات کے خیال سے سہم گئی۔ وہ گھبرا کر مہاجر کیمپ سے باہر نکل آئی۔ اور باہر بیٹھ کر اپنے گھر والوں کا انتظار کرنے لگی۔ وہ بھوت کی طرح نظر آرہی تھی۔

آسمان پر سیاہ گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اور مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ دریا کی سطح سیلاب کے سابقہ ریکارڈ توڑ چکی تھی اور اب ایک نیا ریکارڈ قائم ہو رہا تھا۔ شہر کے تمام لوگ موسم کو کوس رہے تھے۔ موسم کی خرابی کا ذکر ہر گلی کوچہ میں جاری تھا۔

آہ شوئن انتظار کرتی رہی اور بھیگتی رہی۔ وہ اپنے گرد و پیش سے بالکل

وانگ چنگ چی ریوالور دیکھ کر
سمجھ گیا کہ اب بچ نکلنے کا
کوئی طریقہ نہیں ہے —

غافل تھی۔ وہ اندھیرے کو تکتی رہی، حیران، اکتاہٹ، کھوئے، سراسیمہ، لوگ گزرتے رہے اور وہ چپ چاپ بیٹھی ان کو تکتی رہی۔ یونہی بغیر مقصد کے۔ اب موسلا دھار بارش۔ پانی کی تیز بوچھاڑ آبشار کی طرح بادلوں سے گر رہی تھی۔ اب لوگوں کی چہل پہل کم ہوئی تھی۔ کوئی اکا دکا آدمی گزرتا تو وہ تیز تیز قدم چلتا ہوا اپنی منزل کی طرف بھاگتا چلا جاتا۔ گلی کے نکڑ پر بیٹھی ہوئی اس معصوم بچی کی طرف کسی نے توجہ نہ دی وہ وہیں فٹ پاتھ پر سکڑ کر لیٹ گئی۔ اس کے بال اور کپڑے پانی میں بھیگ گئے تھے۔ اس کے بالوں میں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ مگر وہ غیر شعوری طور پر خاموش گٹھڑی بنی لیٹی رہی۔ اس کا دماغ اب خوفناک یادوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس نے اپنا سر اٹھایا۔ اور بادلوں سے گرتی ہوئی پانی کی چادریں جھانکا۔ اسے سردی لگ رہی تھی۔ وہ اب مہاجر کیمپ واپس جانا چاہتی تھی۔ لیکن اکیلے جاتے ہوئے اسے ڈر لگ رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ اس قدر کمزور اور نڈھال ہو چکی تھی کہ اس میں ہلنے چلنے تک کی سکت نہ تھی۔ تمام جسم سُن ہو گیا تھا۔ بالکل شل جیسے فالج گر پڑا ہو۔ اس نے اپنی دونوں ٹانگیں بمشکل گھسیٹیں اور ان میں سر رکھ کر بیٹھ گئی۔

کوئی اس سے ٹکرا کر لڑکھڑایا۔ آہ شوئن نے سر اٹھا کر دیکھنا چاہا۔ لیکن اس کا سر نہیں ہل سکا۔ اتنی تکلیف اس سے نہیں ہو سکتی۔ وہ دوبارہ اپنے گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھ گئی۔

"ارے! تم!! آہ شوئن ہونا" کسی نے کہا۔

آہ شوئن اپنا نام سن کر چونک پڑی۔ اس کا سر خود بخود اٹھ گیا۔ اس نے اپنے پہ

جھکے ہوئے چہرے کو پہچان لیا۔ یہ آہ چین تھی۔

"آہ چینا" آہ شوئن نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری "میری ماں کہاں ہے؟" اس نے غمگین آواز سے کہا۔

"تم تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" آہ چین نے اس کا ہاتھ تھام لیا "یہاں بارش میں کیا کر رہی ہو؟"

"میری ماں کہاں ہے۔ وہ کہاں ہے آہ چین" آہ شوئن نے تھرتھراتے ہونٹوں سے کہا

"آج کام بہت ہے۔ میرا خیال ہے وہ صبح سے پہلے نہیں لوٹے گی۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس کے بھی بعد لوٹے۔ لیکن تم یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہو۔

.... ارے تم تو کپکپا رہی ہو؟" آہ چین نے اس کے جسم کو ہاتھ لگایا۔ اور سہارا دیکر اسے اٹھانے لگی۔

"میں مما کے پاس جاؤں گی" آہ چین نے جیسے ہی اسے سہارا دیکر اٹھانا چاہا وہ چیخیں مار مار کر رونے لگی۔ "میں مما کے پاس جاؤں گی۔ مما"

"سنو تم میرے ساتھ آؤ۔ مما بھی آجائے گی۔" آہ چین اس لڑکی کو سمجھنے سے قاصر تھی۔ وہ اس کو اتنا چھوٹا بچہ بھی نہیں سمجھتی تھی اور اس کی ان حرکتوں سے بڑی حیران تھی وہ اسے اٹھا کر مہاجر کیمپ میں لے گئی۔ "دیکھو اب تم بچی نہیں ہو۔ تم ماشاءاللہ اتنی بڑی ہو اور تمھیں سمجھنا چاہیے کہ بارش میں بھیگنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے تم بیمار پڑ جاؤ گی۔"

آہ شوئن نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ اس کے سہارے اندر چلتی رہی۔ اسی طرح لڑکھڑاتی ہوئی خاموشی کے ساتھ اور اپنے بستر کے پاس جاکر وہ بے حس و حرکت چٹائی پر گر پڑی اور لیٹ گئی!

"تم کپڑے بدل ڈالو۔ آہ شوئن۔ اگر تمھارے پاس خشک کپڑے ہوں تو پہن لو" اور پھر

پھر خود ہی آہ شوئن کے کپڑے اتارنے لگی۔ اس نے اس کی قمیص اتاری، اس کی قمیص اتاری اور اس کے کمربند کو کھولنے لگی۔ جیسے ہی اس نے پاجامے کو چھوا۔ آہ شوئن نے خوف سے چیخ ماری۔

آہ چین آہ شوئن کی سمجھ میں بات آگئی۔ وہ معاملے کی نزاکت کو سمجھ چکی تھی۔ اس نے آہ شوئن کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ اور آہ شوئن سسکیاں بھر بھر کر رونے لگی۔ روتے روتے اس کے آنسو خشک ہو گئے آخر وہ چپ ہو گئی۔

اور پھر اس نے آہستہ آہستہ گزری ہوئی واردات سنانا شروع کر دی۔ اس کمرہ کی داستان جہاں چار پلنگ پڑے ہوئے تھے۔

" آہ شوئن " یہ تمام داستان سن کر آہ چین نے کہا " میری بات سنو، تم یہ بات اپنی ماں سے ہرگز مت کہنا "

" کیوں ؟ " آہ شوئن نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

یہ صدمہ اس کے لئے ناقابلِ برداشت ہوگا، وہ مر جائے گی۔ اس لئے اپنی ماں کا دل توڑنے سے یہ بہتر ہے کہ اس صدمہ کو اکیلے ہی برداشت کر لو۔ ٹھیک ہے نا "

آہ شوئن ایک لمحہ خاموش رہی۔ اور پھر بولی " ہونہہ میں سمجھ گئی۔ میں نہیں بتاؤں گی ماں کو "

" اب تم آرام کرو، سو جاؤ، میں تم سے کل ملوں گی۔ اچھا " آہ چین نے کپڑے بدل کر اسے بستر پر لٹا دیا۔ اور خود کھڑی ہو گئی۔ چلتے وقت جب اس نے آہ شوئن کے جسم پر چادر ڈالی تو اس نے دیکھا کہ آہ شوئن کو بخار ہو گیا تھا۔ اور اس کا جسم پھنک رہا تھا۔ اس کی پیشانی جل رہی تھی

مسلسل اور موسلا دھار بارش نے بند پر رکھی ہوئی بہت سی لالٹینوں کو گل کر دیا تھا۔ دریا امڈتا ہوا مشرق کی طرف بہہ رہا تھا۔ بند پر نگرانی جاری تھی۔ بہت سے نئے نئے سپروائزر آ گئے تھے۔ اب نئے نئے احکامات ملنے لگے۔ سختیاں بہت بڑھ گئیں مزدوروں کو بہتر اور زیادہ کام کرنے پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ اور ان کی سختی سے نگرانی ہو رہی تھی۔ ایک لمحہ کی سستی کی سزا بھی اب بندوق کی گولی سے ملنے لگی تھی۔ لیکن جوں جوں نگرانی اور سختی بڑھنے لگی اسی لحاظ سے لوگوں کی ہمتیں اور حوصلے پست ہونے لگے۔ جیسے ان لوگوں کے اعضاء شل ہو گئے ہوں۔ انھوں نے ان لوگوں سے بچنے کے طریقے ایجاد کر لئے تھے۔ دو مزدور کام کرتے رہتے ایک خاموشی سے سو جاتا۔ پہریدار کی موجودگی میں اسے اٹھا دیا جاتا۔ اس طرح باری باری وہ آرام کرتے رہتے۔ کوئی شہتیروں میں جا کر چھپ جاتا۔ کوئی لکڑی کے تختوں پر۔ پھر بھی ان کی نیند پوری نہیں ہوتی تھی۔ ان کو آرام میسر نہ تھا۔

لی گروپ نمبر ۳ کے ایک حصہ کا فورمین مقرر ہو گیا۔ اس کے باوجود اس کی سست روی کا مہم جاری کر رکھی تھی۔ چوں کہ یہ جذبہ بہت پرانا تھا۔ اور اس کی یہ حرکتیں لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں تھیں۔ اس لئے ان حالات میں اس کا بچ جانا معجزہ سے کم نہ تھا۔ وہ صرف چالاکی اور بناوٹی طور طریقوں سے اب تک بچا ہوا تھا۔ اور یہ سب وہ اس لئے کرتا تھا کہ کہیں اچانک کسی ناگہانی مصیبت کا مقابلہ نہ کرنا پڑے۔ لیکن سپروائزروں کے ہٹتے ہی وہ لوگوں کو سستانے کی اجازت دیدیتا۔ اور اگر وہ جھنجھلا کر کمیونسٹوں کو گالیاں دیتے تو وہ ان کو بالکل نہیں ٹوکتا تھا۔ بلکہ اس کو یہ گفتگو سن کر بڑا مزہ آتا تھا۔ وہ دراصل ان مزدوروں کا ساتھی تھا۔ اور ان کی اس گفتگو میں خود بھی حصہ لیا کرتا تھا

ایک دن وہ اسی طرح بیٹھا گپ شپ ہانک رہا تھا کہ ایک کمیونسٹ ہیڈ وائزر نے جس کو وہ بدقسمتی سے دیکھ نہ سکا تھا۔ اس کی گفتگو سن لی۔ اس نے اس کی باتیں سن کر بندوق کا دستہ مارا۔ جس کی وجہ سے اس کا کندھا اتر گیا۔ سوئیگ سینگ اس چیخ و پکار کو سُن کر جاگا ہوا وہاں جا پہنچا اور معاملے کو فوراً سمجھ گیا۔ اور فوراً مصلحت سے کام کیا: جاتے ہی وہ لی پر بگڑ گیا۔ اس کے زور سے تھپڑ مارا اور دوسرے مزدوروں کو بھی مار بھگا کر اس نے معاملہ دبا دیا۔ وہ سپروائزر وہاں سے چلا گیا۔ اور بات آگے نہ بڑھی۔ ورنہ بڑا برا ہوتا۔ لیکن اس واقعہ نے سیکشن کے سترہ مزدوروں کو بہت مشتعل کر دیا تھا۔ وہ رات بھر دریا کو گالیاں دیتے رہے۔ "سالا چڑھنے ہی میں نہیں آتا بس ایک دفعہ ایسا چڑھ جائے کہ بھیا بند کے پتھر بہہ جائیں۔ ساتھ ہم بھی بہہ جائیں اور ہمارے ساتھ ہم پر ظلم توڑنے والے بھی بہہ جائیں۔"

بارش آدھی رات کو بند ہو چکی تھی۔ لیکن حالیہ اطلاعات کے مطابق اس موسلا دھار بارش سے پانی کی سطح میں کوئی اضافہ نہ ہوا تھا۔ بلکہ پانی کی سطح چار سینٹی میٹر گر گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب پانی کم تعداد میں آ رہا ہے۔

"یہ تو معجزہ ہو گیا ہے" سوئیگ سینگ نے کہا۔ وہ اڑتالیس گھنٹوں سے مسلسل کام کر رہا تھا۔ اور صرف چار گھنٹے سویا تھا۔ میرا تو خیال تھا کہ پانی اس بارش سے چڑھ جائے گا۔ کم از کم چھ سات سینٹی میٹر بڑھنے کی امید تھی۔ مگر یہ تو الٹا کم ہو گیا ہے۔"

"ممکن ہے اوپر بارش نہ ہوئی ہو۔ صرف اسی علاقہ میں ہوئی ہو۔ اس لحاظ سے پانی آگے جا کر چڑھ جائے گا" لی نے کہا۔

"خیر۔ میں تو تھوڑی دیر سونے جا رہا ہوں"۔ شو نے کہا۔ لی اور دوسرے دو ایک

ساتھی بھی اس کے ساتھ سونے چلے گئے۔ دو اسکوئیڈ فورمین چو اور چین پہرہ دینے لگے۔ ایک گروپ نمبر سترہ (۱۷) کی پہریداری کر رہا تھا۔ اور پشتہ کو دیکھ رہا تھا دوسرا بند کے سیکشن نو (۹) کی نگرانی کر رہا تھا۔

چینگ چی اور لوپاؤ کو آدھی رات کے بعد پہریداری پر لگا دیا گیا۔ اس لئے اب ان کو آنکھ جھپکنے کی مہلت بھی ملنا دشوار تھی۔

"اے بادل بھیا۔" لوپاؤ نے آسمان کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کل مت برسنا، اچھا! ورنہ اپنی نیند حرام ہو جائے گی۔" اور یہ کہہ کر وہ چینگ چی پر بوجھ ڈال کر جھک گیا۔

"بہت سے سپروائزر تو چلے گئے۔ جو بند پر ہیں وہ بے سدھ پڑے ہیں" چین ان کی طرف آیا۔ "اس لئے امید ہے کہ تھوڑی فرصت مل جائے گی۔"

"تم تھوڑی دیر سو جاؤ۔ میں اتنی دیر پہرہ دیتا ہوں" لوپاؤ نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں میری حالت اتنی خراب نہیں ہے" چین نے کہا اور ایک انگڑائی لی۔ وِنگ چینگ چی خاموش کھڑا تھا۔

وہ بڑی افسردگی سے یہ سوچ رہا تھا کہ وہ لوپاؤ کو اس کی ماں کی موت کی خبر کیسے سنائے۔ اور آخر بولا۔

"لوپاؤ! ..... تمھاری ماں ....."

"کیسی ہے وہ؟" لوپاؤ نے کہا "تم نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ تم نے وہ کہہ دیا تھا..."

"لوپاؤ" چینگ چی نے بات کاٹی۔ اس کے لہجے میں درد کروٹیں لے رہا تھا۔ اس کی آواز میں آنسو گھلے ہوئے تھے۔

"کیا ہوا اسے؟ بولو۔ بتاؤ" لوپاؤ نے اس کو بازو سے پکڑ لیا۔

"وہ مر گئی۔ وہ مر گئی۔ تمھاری ماں مر گئی"

"کیا؟" لوپاؤ نے گھبرا کر اس کا بازو پکڑ لیا" یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔ اُف۔۔۔ خدایا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا" اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔

"لوپاؤ۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں یہ خبر تم کو کس طرح سناؤں" چنگ چی نے پریشان ہو کر کہا۔ وہ بہت غمگین اور افسردہ تھا۔

"میں نے بہت سوچا۔ کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آیا۔ لیکن یہ بات ہمیشہ کے لئے چھپائی بھی تو نہیں جا سکتی ہے"۔

"اُف۔ اوہ۔ نہیں۔ کچھ نہیں۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا" لوپاؤ سسکیاں بھرنے لگا۔

"جیسے ہی تم کیمپ سے لوٹے۔ تما واپس آگئی۔ اس نے مجھے بتایا کہ۔۔۔۔" چنگ چی چپ ہو گیا۔

لوپاؤ خاموش تھا۔ آخر اس نے سر اٹھایا۔ اس کا چہرہ کسا ہوا تھا۔ اس کے جبڑے آہنی انداز سے ایک دوسرے کے ساتھ پیوست تھے۔

اس کی گردن تنی ہوئی تھی۔ اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ "خوب۔۔۔۔ یہ بھی خوب ہوا موت نے اسے تمام مصیبتوں سے چھٹکارا دلا دیا۔ ان گنت غموں سے کبھی ختم نہ ہونے والے دکھوں سے، اب اسے کوئی تکلیف، کوئی دکھ، کوئی بھی غم نہ ہوگا"

چنگ چی خاموش تھا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا کہے۔ آخر وہ کس طرح اس سے ہمدردی کرے۔

رات گزرتی گئی۔ سیاہ اور بھورے بادلوں کے پیچھے سے صبح کی روشنی پھیلنے لگی

بگل بجنے لگا۔

"اب ہمارے سونے کی باری ہے ۔ لوپاؤ" چینگ چی نے کہا "چلو ہم تم چل کر سو رہیں"

لوپاؤ خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا اور دونوں لڑکھڑاتے، پژمردہ، تھکے ہوئے شیڈ میں چلے گئے۔ سوکینگ سینگ کوئی تین گھنٹے سو چکا تھا۔ اس کا سر اب بھی درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ مگر وہ اٹھ بیٹھا۔ سب سے پہلے اس کی نظر دریا پر پڑی۔ گدلا، خوفناک، بھپرتا ہوا دریا۔ ۔ ۔

۱۹ر کی صبح بڑی پرسکون اور حسین تھی۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ دھوپ اور سائے آنکھ مچولی کھیلتے پھر رہے تھے۔

دریا بھی کچھ اچھے موڈ میں تھا۔ اس لئے کہ ۲۹٫۷۳ کی ریکارڈ سطح سے اب وہ اٹھارہ سینٹی میٹر گھٹ گئی تھی۔ اور اب بڑی خاموشی اور سکون کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ سہمے ہوئے مزدور اس وقت کچھ فرصت سے بیٹھے تھے۔

"خدا کرے کہ یہ ایسا ہی پرسکون رہے اور پانی کم ہو جائے" مئو نے اوپر جھکتے ہوئے کہا۔

لیکن اس کی دعا کام نہ آئی۔ سیلابی روک تھام کرنے والے مرکزی دفتر سے اطلاع موصول ہوئی تھی کہ "بالائی علاقہ میں سخت بارش ہوئی ہے۔ پانی چڑھنے کا احتمال ہے۔ اس لئے پشتے کو زیادہ مضبوط کر دیا جائے۔ اور چوتھے تختی ڈویژن کے حکام نے فوراً پشتہ کو زیادہ مضبوط کرنے کے لئے احکامات جاری کر دیئے تھے۔

لوگوں کی شادمانی خاک میں مل گئی۔ اور پھر اسی طرح ریت کے بورے ڈھونے لگے۔ پشتہ کی لکڑی کے لئے ہانگکانگ میں موجود ہر قسم کی لکڑی استعمال ہو رہی تھی۔ عورتیں اور مرد لکڑی کے شہتیر اور تختے اپنے سروں پر اٹھا کر بند پر لا رہے تھے۔

وہ دن بڑی خاموشی سے گزر گیا۔ صرف سیکشن نمبر گیارہ (۱۱) میں ایک ہلکا سا شگاف پڑا تھا۔ لیکن اس کو فوراً ہی پاٹ دیا گیا تھا۔ پانی کی سطح پھر بلند ہونے لگی اور لوگوں نے دریا کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔

"ہونہہ یہ بھی ایک بلا ہو گیا ہے۔ کبھی چڑھتا ہے۔ کبھی اترتا ہے۔ کوئی تک ہی نہیں ہے سالے کی ۔ ۔ ۔ ۔"

کسی نے چنگ چی کو جگایا۔ یہ اس کی چھٹی کا وقت تھا۔ اس لئے وہ غرایا

'ابھی وقت نہیں ہوا ہے۔ مجھے ابھی سونے کی چھٹی ہے۔' اس نے کہا

"چنگ چی۔ میں ہوں جھیئومن" جھیئومن نے کہا "میں اٹھا رہی ہوں تمھیں۔"

چنگ چی نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور اچھل کر بیٹھ گیا۔

"تم؟ جھیئومن۔ تم کیوں آئی ہو؟" اس نے پریشانی سے کہا۔ اور دیکھا۔ کہ جھیئومن کی آنکھیں روتے روتے سوج گئی ہیں۔ اور ان میں سرخی جھلک رہی تھی

"کیا ہوا جھیئومن" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

" مجھے یہی خوف تھا۔ چنگ چی! مجھے یہی ڈر تھا۔ کہ۔ کہ" وہ چپ ہو گئی۔ "ممی ۔۔۔ چھوٹی بھنو ۔ ۔ ۔ وہ ۔ ۔ آہ شونن ۔۔۔" اس کی آواز پھر ڈوب گئی۔

"آہ شوئن ؟" چنگ چی نے گھبرا کر کہا۔ "کیا ہوا آہ شوئن کو ؟"

"وہ مر گئی"

"کیا ؟" چنگ چی چیخ اٹھا "اوہ خدا"

ھسیومِن نے بتایا کہ اسے یہ خبر آہ چین سے ملی تھی۔ اور پھر وہ تمام حالات سنانے لگی۔ وہ تمام بات جو اُس نے آہ چین سے سنی تھی اور بولی "آہ شوئن کو ڈر تھا کہ تما کا دل ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے، اس نے ان سے کچھ نہیں کہا۔

"تما" چنگ چی کو یاد آیا۔ "تما کیسی ہے ....؟" اس نے پوچھا۔

"میں اور تما سیکشن اٹھارہ میں کام کرنے گئے ہوئے تھے" اس نے کہا۔

"تم کو بھی انھوں نے کام پر بھیج دیا تھا" چنگ چی نے کہا

"ہونہہ۔ جس دن سیلاب بہت چڑھا ہوا تھا۔ اُس دن ہم سب کو وہاں بھیج دیا گیا تھا۔ ہم وہاں کوئی چوبیس گھنٹے کام کرتے رہے۔ دوسرے دن صبح جب ہم کیمپ پہونچے تو آہ شوئن کو سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔ اور وہ سرسام کی سی کیفیت میں مبتلا تھی۔ ماں اس کے سرہانے بیٹھ کر روتی رہی۔ پھر ایک کیمپ کی عورت آگئی۔ وہ آئی چانگ سے بھاگ کر آئی ہے اور نرس کا کام جانتی ہے۔ اس نے بتایا کہ آہ شوئن کو نمونیہ ہو گیا ہے۔ ہمارے پاس کل آٹھ ہزار ڈالر تھے ہم اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن اس وقت نو بج چکے تھے۔ ایک سپروائزر آگیا۔ اس نے زبردستی ہم کو کام پر بھیج دیا۔ ماں نے اس کی بہت خوشامد کی مگر وہ نہیں مانا۔ ہم دن بھر کام کرتے رہے۔ رات کو آہ چین نے سفارش کر کے مجھے گھر آنے کی اجازت دلوا دی۔ لیکن تما بے چاری تو دوسرے دن گیارہ بجے لوٹی۔ آہ شوئن

بخار سے پھنک رہی تھی۔ وہ زور زور سے چیخ رہی تھی۔ مما اس کیلئے پاس بیٹھ گئی۔ تو وہ مما سے لپٹ گئی۔ وہ لیٹی رہی۔ اور۔ اور" صیومن کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہہ نکلی۔" اس نے وہیں ہچکیاں لیں اور ختم ہو گئی"۔

" آہ شونن" چنگ چی نے دلگداز چیخ ماری۔

" مما بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ آہ چین فوراً آ گئی" صیومن نے کہا" اس نے فوراً اس کے منہ پر پانی چھڑکا۔ مما کو ہوش آ گیا۔ لیکن آدھ گھنٹہ بعد وہ پھر بے ہوش ہو گئیں"۔ صیومن یہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ وہ چنگ چی کے سینہ سے لگ گئی۔

اب کیسی ہے مما" چنگ چی نے وحشیوں کی طرح صیومن کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے ابل رہے تھے۔

" وہ ہوش میں ہے۔ بیگم صیاؤ اور آہ چین ان کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ ویسے ان کی حالت بہت نازک ہے"۔

چنگ چی خاموش کھڑا رہا۔ وہ نہ بول سکتا تھا۔ نہ سن سکتا تھا۔ نہ سوچ سکتا تھا۔ اس کا ذہن خالی تھا۔ اس کے اعضا شل تھے۔ اس کا احساس مٹ چکا تھا۔ وہ مدہوش سا وہاں کھڑا تھا۔

" آہ چین بھی تم کو دیکھنے آئی ہے" صیومن نے کہا" وہ باہر کھڑی ہے"

" اُف اللہ یہ کیا ہو گیا، میری بہن، میری ماں ۔۔۔۔" چنگ نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔ اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ صیومن اس کی دہشت بھری نظروں سے ڈر گئی آہ چین بھی خاموشی سے اندر آ گئی۔ وہ وقتاً فوقتاً بڑی مفید قسم کی ہدایتیں دیتی رہتی تھی۔

" صیومن! چنگ چی سے کہو وہ جا کر ماں کو دیکھ لے۔ اس کی ماں اس کو دیکھ کر

خوش ہو گی۔ شاید اس طرح اس کی طبیعت کچھ سنبھل جائے۔"

آدچین نے کہا" اس لئے کہ وہ ۔ ۔ بہت ۔ ۔ ۔ "

ابھی آدچین کا جملہ ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ ہنگامی حالات کا سائرن بجنے لگا۔ چاروں طرف سیٹیوں کی آواز گونج اٹھی۔

" پھر قیامت ٹوٹ پڑی کوئی" کسی نے کہا۔

" اٹھو تیار ہو جاؤ۔ جلدی کرو" کسی نے باہر سے چیخ کر کہا" پشتہ پانی سے بہہ گیا ہے" سیکشن نمبر نو (۹) ہوشیار ہو جائے۔ گروپ نمبر سترہ (۱۷) تیار ہو جائے۔ سیکشن نمبر نو (۹) کے پشتہ کا ایک حصہ ٹوٹ گیا ہے۔ اس میں شگاف پڑ گیا ہے" لاؤڈ اسپیکر کی آواز گونجنے لگی" اس کو پاٹنے کے لئے فوراً تیار ہو جائیے۔ فوراً کام شروع کر دیجئے۔"

سوکینگ سینگ اپنے سیکشن کے ہر آدمی کو آواز دے کر بلا رہا تھا۔ لوگ بیڈ سے اٹھ کر کام کے لئے چل دیئے۔ چنگ چی خاموش بیٹھا رہا۔ جیسے اس نے کوئی بات ہی نہیں سنی ہو۔ جیسے وہ اس اعلان کا مطلب ہی نہیں سمجھ سکا ہو۔ لی اس کے پاس سے چیختا ہوا دوڑا۔ اور بہت سی آوازیں ابھریں۔ چیخ و پکار مچنے لگی۔ اور چنگ چی ایکم سے جاگ پڑا۔ اسے خیال آیا کہ۔ اس کی آخری جدوجہد ہے۔ آخری جنگ۔ اس لئے کہ اب ان کو ہاتھ میں ہاتھ دیکر پشتہ کے سامنے دیوار بننا ہو گا۔ انسانی دیوار سیلاب کے مقابل کھڑی کی جائے گی۔ بپھرتے ہوئے دریا کے سامنے انسانی گوشت سے ایک رکاوٹ پیدا کی جائے گی۔ پانی ان پر حملہ کرے گا۔ دیو پیکر موجیں اچھلتی کودتی ان کے سینوں سے ٹکرائیں گی اور بس یہ ان کا انجام ہے۔ یہ ان کا خاتمہ ہے۔ وہ صیومین کی طرف مڑا۔

"ھسیومین تم گھر جاؤ - اگر میں مرجاؤں تو مجھے بھول جانا - زندگی بڑی حسین - بڑی دلکش ہے - اس راہ میں پھول کھلے ہیں۔ ہنستے ہوئے اس راہ کو پار کرنا - کوئی نہ کوئی سہارا تم کو مل جائے گا - یاد رکھو زندہ لوگوں کا مُردوں سے کوئی ناطہ نہیں ہوتا - زندگی کا موت سے کیا تعلق ہے - زندہ لوگ اسباب پر مجبور ہیں کہ وہ مردوں کو فراموش کر دیں - سمجھیں - رنج مت کرو -- جاؤ" یہ کہہ کر اس نے ھسیومین کو دھکیلا "اب تم جاؤ چلی جاؤ ! جاتی کیوں نہیں آخر ؟" وہ چیخا -

"اوہ - چنگ - چی" ھسیومین سر سے پیر تک کانپنے لگی - اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے -

"ھسیومین گھر جاؤ" - ژانگ نے چیخ کر کہا - اس کی آواز میں غصہ اور رنج ملا ہوا تھا - آہ چین نے ھسیومین کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے ٹینڈ سے باہر کھینچ کر لے گئی - چنگ چی ایک لمحہ تک کھڑا اسے دیکھتا رہا - اور پھر فوراً ہی بھاگ کر مزدوروں میں شامل ہو گیا - جو پشتہ کی مرمت کے لئے باہر جا رہے تھے -

سیکشن نمبر نو (۹) کے پشتے کے ایک حصہ کو سیلاب کا پانی نگل چکا تھا - اور تقریباً ایک ڈیڑھ فٹ چوڑا لمبا شگاف صاف نظر آ رہا تھا - پانی اچھل اچھل کر اندر آ رہا تھا - اور پانی کے مسلسل حملے سے شگاف بڑھتا جا رہا تھا - اور اس سے پشتے کے دوسرے حصے بھی کمزور پڑتے جا رہے تھے - فوجی چیخ چیخ کر مزدوروں کو ہدایات دے رہے تھے کہ وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر پشتہ کے ساتھ پیٹھ لگا کر کھڑے ہو جائیں تاکہ پشتے کے ٹوٹے ہوئے حصہ پر شہتیر کھڑے کئے جا سکیں اور پانی کا یہ ریلا رک سکے - کچھ لوگوں کو مٹی لانے پر مامور کیا گیا تھا -

انسان اور فطرت کی اس خوفناک جنگ کو دیکھ کر وانگ چنگ چی کے دل میں ایک خیال اُبھرا۔ اس نے دیکھا کہ چوانگ کوانگ ہوا ایک طرف کھڑا ہے۔ اور اس تمام ہنگامے کو سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے وہ بے حد خوفزدہ تھا۔ اور زور زور سے چیخ رہا تھا۔ چنگ چی آگے بڑھا۔ اس نے چوانگ کوانگ ہوا کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولا۔

" آؤ کامریڈ! ہم اور تم جانبازوں کی موت مریں۔" وہ اس کو زبردستی گھسیٹ کر آگے لے آیا۔ جہاں انسانی دیوار دریا کے سیلاب کے مقابلہ میں تیار ہو رہی تھی۔ سیلاب کے زور پر قابو پانے کے لئے کلپتے ہوئے انسانی جسموں کی یہ زنجیر دور تک پھیلی ہوئی تھی وہ دونوں بھی اس کی کڑیوں میں شامل ہو گئے۔

اگر چند آدمی مر جائیں، کچھ لوگ پانی میں ڈوب جائیں، سیلاب میں بہہ جائیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ اگر لوگ پشتے کو پاٹنے والی ریت کے نیچے دب گئے تو کیا ہوا؟ سیلاب کے ریلے میں گھر کر چند لوگ جان سے ہاتھ دھو ہی بیٹھے تو پھر کیا؟ چند جانیں اگر ضائع ہو گئیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ ہزاروں انسان بھی تو بچ گئے۔

۹

آہ چین ھسیومن کو ساتھ لے کر کیمپ واپس چلی گئی ھسیومن روتی رہی۔ وہ چنگ چی اور ماں کے لئے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی کیمپ اور میند دونوں جگہ اس کے متعلقین کو خطرہ درپیش تھا۔ لیکن چینگ چی چونکہ اس کے دل سے بہت قریب تھا۔ اس لئے وہ اسے سب سے زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ اب اس کے سوا کوئی اور اس کا تھا بھی نہیں۔ اس کے کانوں میں چنگ چی کے آخری الفاظ گونج رہے تھے۔

"جاؤ! چلی جاؤ!! جاتی کیوں نہیں آخر؟!!!"

"ھسیومن" آہ چین نے دھیمے سے کہا "چنگ چی کو فی الحال کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے لیکن تمھاری ماں کے لئے یہ موت اور زندگی کا لمحہ ہے۔ وہ بہت بیمار ہے۔ بے حد بیمار" یہ کہہ کر آہ چین اسے کیمپ کی طرف لے کر چل دی۔

"مجھے چنگ چی چاہئے۔ خواہ وہ کیسا ہی ہو۔ ھسیومن کی پلکوں پر آنسو جھلملانے لگے "میں۔ میں تو اس کی طرف جاؤں گی ۔ ۔ ۔ ۔"

"میری بات سنو" آہ چین نے کہا "میری بات مانو۔ اور کیمپ چلو"

ھسیومن خاموش ہو گئی وہ اس کے ساتھ چپ چاپ کیمپ چلدی۔

وانگ چنگ چی کی ماں چٹائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں کمزوری سے آدھی کھلی ہوئی تھیں وہ آہستہ آہستہ چنگ چی کو آوازیں دے رہی تھی۔ ھسیومن نے جھک کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا۔

"چنگ چی کیسا ہے" بیگم ھسیاؤ نے سوال کیا "کیا وہ ماں سے آخری وقت بھی ملنے نہ آسکے گا"

ھسیومن نے آہستہ سے سر ہلایا۔ اور آہ چین نے اشارے سے بیگم ھسیاؤ کو منع کیا کہ وہ وہاں چنگ چی کا تذکرہ نہ کریں۔ لیکن چنگ چی کی بوڑھی ماں نے ھسیومن کی آواز سن لی تھی۔ ان کے کانوں کو یہ آواز مانوس سی لگی۔ انھوں نے سوچا یہ آواز کس کی ہے یہ آواز تو سنی ہوئی ہے" اور ان کا نیم مردہ شعور جاگ اٹھا۔ انھیں یاد آیا کہ "یہی آواز ان کے بیٹے کو بلانے گئی تھی" وہ سمجھیں کہ چنگ چی آگیا ہے۔ انھوں نے ھسیومن کو اشارے سے قریب آنے کا حکم دیا۔ بوڑھی ماں کی آنکھوں کی روشنی اب ساتھ چھوڑ رہی تھی۔ انھوں نے ھسیومن کے چہرے کو غور سے دیکھنا چاہا۔ مگر انھیں کچھ دکھائی نہ دیا۔

"چنگ چی۔ میرے بیٹے" انھوں نے تھرتھراتی ہوئی آواز سے کہا "میں تجھے اتنی دور سے نہیں دیکھ سکتی۔ میرے قریب آ۔ اور قریب" یہ الفاظ ان کے کانپتے ہونٹوں سے عجیب طرح نکل رہے تھے۔ ھسیومن نے تھما کا ہاتھ تھام لیا۔ وانگ کی ماں نے

اس ہاتھ کو کلیجہ سے لگا لیا۔
وہ سمجھ رہی تھیں کہ یہ چینگ چی کا ہاتھ ہے۔
"قریب آ میرے بچے۔ اپنی ماں کو آخری بار اپنی صورت تو دیکھنے دے میرے بیٹے"
ان کی آواز ڈوب گئی۔
صیومن کا دل زور سے دھڑکا۔ مرتی ہوئی ماں کو وہ دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی۔
وہ اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جا کر بولی "مما۔ یہ میں ہوں صیومن"
"چینگ چی! وانگ کی ماں نے پھر اس لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔۔
میرے بچے چینگ چی۔۔۔ تم۔۔۔ اور صیومن۔۔۔
اُف اللہ۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں میں کلیجہ دبا لیا۔ "تم اور صیومن شادی۔ تم
خوش۔۔۔ وانگ خاندان۔۔ چل سکے۔۔۔ تم خوش۔۔۔ خوش رہو" ان کی
آواز پھر ڈوب گئی۔ انھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔
ایک دم سے انھوں نے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ اور وحشت بھری نظروں سے چاروں طرف
دیکھنے لگیں۔ ان کا سانس اکھڑنے لگا۔ وہ بولنے لگیں "خاموشی۔ سردی، اندھیرا
اور اندھیرا۔" اور یہ کہتے کہتے ان کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔
وہ ہمیشہ کی نیند سو گئیں۔
صیومن نے ماں کا ہاتھ کس کر پکڑ لیا۔ جیسے وہ اسے موت کے پنجے سے چھین لینا
چاہتی ہے۔ "مما" وہ چیخی۔
"تمھاری مما گئی"۔ بیگم صیا نے کہا۔ انھوں نے صیومن کو سنبھالنا چاہا لیکن
وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی اور بے ہوشی کی حالت میں اسے محسوس ہوا جیسے وہ ہوا میں اڑ رہی

ہے۔ لیکن دریا اس کے چاروں طرف زور شور سے بہہ رہا ہے۔ اور وہ ہوا میں اڑتی چلی گئی۔

"ھیومن ھیومن"

ھیومن کے کان میں بہت دھیمی سی آواز آئی۔ مانوس سی آواز۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے کوئی بہت دور سے اسے پکار رہا ہو۔ یا جیسے کوئی بھولی ہوئی یاد اس کے ذہن کے گوشوں میں آہستہ آہستہ انگڑائیاں لینے لگی۔ یا جیسے۔۔۔

دھوپ بڑی تیز چمک رہی تھی۔ سیلاب سے دور کر بھاگے ہوئے مہاجر شاتسی کے قریب ٹھکے ماندے بیٹھے تھے۔

"تما کہہ رہی ہے کہ ہم دونوں کی منگنی ہو گئی ہے۔ ہماری نسبت طے ہو چکی ہے۔ اب سے تم میری منگیتر ہو۔ ہاہاہا۔ اب ہم اور تم ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ اور جب یہ سیلاب ختم ہو جائے گا، تو، تو، ہماری شادی ہو جائے گی۔" وانگ چینگ نے پھولی ہوئی سانس کے درمیان جلدی جلدی کہا۔ ھیومن نے شرما کر سر جھکا لیا۔ اسے چینگ جی سے بڑی شرم محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے کان کی لویں سرخ ہو گئیں اور وہ خاموش بیٹھی رہی۔

"ھیومن! تم کو اس وقت تحفے کے طور پر دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ہماری سب چیزیں سیلاب کی نذر ہو چکی ہیں۔۔۔" وانگ چینگ جی نے افسردگی سے کہا۔

"ہمیں ان جھوٹی اور رسمی رسومات کی پرواہ نہیں" ھیومن نے آہستگی سے

کہا"۔ تم ہی سب سے بڑا تحفہ ہو میرے لئے۔ ہم دونوں بہت قریب ہو گئے۔
ایک دوسرے سے منسوب ہو گئے۔ یہی بہت ہے۔ آخر ان ظاہری رسموں سے
کیا ہو گا۔"

"آج سے تم میری منگیتر ہو۔ ھسیومن۔ آج سے تم میری ہو۔۔۔ ہمیشہ ہمیشہ کے
لئے" اور چنگ چی نے ھسیومن کے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے چہرے
کے قریب کر لیا۔۔۔

اچانک وہ شرما گئی۔ اس نے جھٹکے سے ہاتھ چھڑا لیا اور وہاں سے بے تحاشہ
بھاگ گئی۔

ھسیومن کی آنکھ کھل گئی۔ اب وہ ہوشیار تھی۔ اس کی بے ہوشی دور ہو چکی تھی۔ اس
کے خواب بکھر چکے تھے۔ اسے محسوس ہوا۔ جیسے بھاری بھاری قدم ان کی طرف آرہے
ہیں۔ آچین نے چٹائی سے باہر جھانکا۔ اس نے دیکھا کہ چنگ چی پانی میں بھیگا
اور لڑکھڑاتا ہوا لٹھیا ڈوکے سہارے اندر آ رہا ہے۔

"چنگ چی آ گیا" آچین

ھسیومن نے سر اٹھایا۔ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس طرف دیکھنے لگی۔ جیسے وہ
کوئی بھوت ہے۔ چنگ چی اندر آ چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سے آنسو نکل رہے
تھے۔ اور اس کا چہرہ کیچڑ سے لت پت تھا۔ چنگ چی دھڑام سے چٹائی پر گر پڑا
اس نے ایک نظر ھسیومن پر ڈالی اور اس کے بعد اپنی ماں کی لاش کو دیکھا۔
چادر سے ڈھکی ہوئی بے حس و حرکت، بے جان جسم چٹائی پر پڑا تھا۔

"چنگ چی" ھسیومن اٹھ بیٹھی اور روتی ہوئی چنگ چی سے لپٹ گئی۔ لیکن

چنگ چی اس قدر نڈھال تھا کہ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ اور سینکڑوں دوسرے مزدور ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یانگ ٹزی کے سامنے سینہ سپر ہو گئے تھے۔ سیلاب کا اُمڈتا ہوا پانی شہتیروں اور لکڑی کے پھٹوں کو دھکیلتا ہوا ان کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ انسانوں کی یہ دیوار سوکھے ہوئے پتوں کی طرح کانپ اٹھی۔ لوگوں کے ہاتھ چھوٹنے لگے۔ پانی کا زور بڑھنے لگا لیکن فوراً ہی دنیا کا سب سے بڑا باغی انسان جاگ پڑا۔ فطرت کا سر پھیر ابیٹا تن گیا۔ جسم دوبارہ اکڑ گئے۔ اور یہ دیوار فولاد کی طرح مضبوط ہو گئی۔ لہریں لپیا ہو نے لگیں اسی طرح موجیں آتیں۔ سر پٹکتیں اور تھک ہار کر لوٹ جاتیں۔ لہریں اٹھتی رہیں اور لوگ دیوار بنے کھڑے رہے۔ پشتے کی مرمت ہونے لگی۔ مٹی بھری جانے لگی۔ وہ جیت گئے۔ پشتے کی مرمت ہو گئی۔ سیلاب اپنا زور نہیں دکھا سکا۔ انسان جیت گیا۔ بے رحم فطرت ہار گئی۔ لیکن یہ جیت کس قدر مہنگی تھی۔

چنگ چی ایک بار پھر موت کے پنجے سے چھوٹ گیا لیکن اب کے اس کے جسم کی تمام طاقت سلب ہو چکی تھی۔ پھر بھی وہ اس وقت مطمئن تھا۔ ماں کی لاش کو دیکھ کر وہ سمجھا کہ وہ بے خبر سو رہی ہے۔ اسے اطمینان ہو گیا۔ کم از کم اسے کچھ آرام تو ملا۔۔۔ !

ھسیُومن نے بڑی مشکلوں سے اس کے گیلے کپڑے اتارے۔ اور اسے چادروں سے ڈھانک دیا۔۔ آہ چین بھی اس کی مدد کرتی رہی۔ آہ چین نے چنگ چی کے زخموں پر پٹیاں باندھیں اور لُو پاؤ کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

"میں کمیپ سپروائزر کو میّت کی رپورٹ دے آؤں۔ تم اتنی دیر چنگ چی کو دیکھتے رہنا"

"آہ چین" ٹوپاؤ بولا "چنگ چی کا اس طرح اپنی ماں کی لاش کو تکتے رہنا ٹھیک نہیں ہے"۔

"نہیں ۔ خاموش رہو ۔ اس وقت اسے چھیڑنا اچھا نہ ہوگا" وہ بولی ۔

کیمپ کے حکام نے اس موت کو کوئی اہمیت نہ دی ۔ آہ چین ایک عورت کے ساتھ واپس آگئی ۔ یہ عورت لاشوں کو کیمپ سے لے جانے پر مامور تھی ۔ وہ آتے ہی کام میں مصروف ہوگئی ۔ وہ اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی ۔

"بیگم صیاؤ" اب آپ تھوڑی دیر سو جائیے ۔ آہ چین نے آہستہ سے کہا "میں یہاں موجود ہوں ۔ میرا خیال ہے اب آپ کی کوئی خاص ضرورت نہ ہوگی اور چنگ بالکل ٹھیک رہے گا"۔

"تم کو مجھ سے زیادہ آرام کی ضرورت ہے ۔ اس لئے کہ تم کو تو کام پر بھی جانا ہے" بیگم صیاؤ نے کہا ۔ اور اپنی ایڑی پر کھڑے ہو کر جھولنے لگی ۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ خاموشی سے باہر چلی گئی ۔

"میں جاکر ابھی سپروائزر سے مل لوں گی" آہ چین نے صیؤمن کے شانے پر محبت سے ہاتھ رکھا ۔ "تاکہ وہ کل تم کو کام پر نہ لگائے ۔ تم کو آرام کی سخت ضرورت ہے ورنہ اس طرح غم اور تکلیفوں سے تم تو ختم ہو جاؤ گی"۔

صیؤمن خاموش بیٹھی رہی ۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا ۔

"ٹوپاؤ ۔ بندرگاہ حالات کیسے ہیں ۔ ؟" آہ چین نے پوچھا ۔ "کوئی اور شگاف تو نمودار نہیں ہوا"

"شگاف ؟ ہونہہ !" ٹوپاؤ نے ٹھنڈی سانس بھری "شگاف تو انسانوں کی

سستی جالوں سے پاٹے جا سکتے ہیں۔ تم۔ آہ چین۔ تم نہیں سمجھ سکتیں یہ سب کیا ہے۔" لوپاؤ کی آواز میں درد اور تلخی شامل تھی۔ آہ چین نے لوپاؤ کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا "ششی" اس نے کہا" آہستہ بولو سب لوگ سو رہے ہیں۔ یہاں آجاؤ۔ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ اب بتاؤ، کیا ہوا، اس شگافوں میں کس قدر آدمی پاٹے گئے ہیں؟

"مجھے ٹھیک سے معلوم نہیں۔" لوپاؤ نے کہا" ویسے سب لوگ سیکشن نمبر آٹھ (۸) نو (۹) اور دس (۱۰) کے تھے۔ سب گھبرائے ہوئے تھے۔ سپروائزر چیخ رہے تھے۔ گالیاں بک رہے تھے۔ مزدور چلا رہے تھے۔ کچھ لوگ چیختے ہوئے دریا میں گر پڑے۔ ان کو کون نکالتا۔ ان کو سنبھالنے کی فرصت ہی نہیں تھی۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ اس طرح تین آدمی گر پڑے۔ اگر ان کو تیرنا آتا ہوگا تو شاید بچ جائیں۔ ایک طرف یہ ہنگامہ تھا۔ اور دوسری طرف پانی پشتہ کو توڑ کر اندر گھسا چلا آرہا تھا۔ لوگوں نے اپنی پیٹھ سے شہتیروں کو روکے رکھا۔ تاکہ وہ آگے نہ کھسک سکیں اور پانی کا ریلہ ان کو بہا نہ لے جائے۔ تم کبھی شگاف کے پاس کھڑے ہو کر دیکھو دریا کا گدلا پانی اچھلتا ہوا تمھاری آنکھوں میں بھر جائے گا۔ تمھاری حالت بگڑ جائے گی۔ تم گھبرا کر ہاتھ پاؤں مارنے لگو گے۔ اور وہیں تمھاری قبر بن جائے گی۔ اس لئے کہ تم وہاں سے حرکت نہیں کر سکو گے مٹی، پانی اور دلدل میں تمھارے قدم وہیں جم جائیں گے۔ اور تم کو مدد پہونچنے تک صدیاں بیت چکی ہوں گی۔ اور تم بہہ کر دریا میں جا چکی ہو گی یا وہیں ختم ہو چکی ہو گی۔ مثلاً لی کا قصہ سنو۔ وہ ہمارے سیکشن کے ایک حصہ کا فورمین تھا۔ پشتہ کے اوپر سے اچانک آج اس کا پاؤں پھسل پڑا۔ وہ نیچے گر گیا۔ جہاں پشتہ کی تعمیر کے سلسلہ

میں مٹی کے بورے پھینکے جا رہے تھے ۔ جیسے وہ گرا اس کے اوپر بورے پھینک دیے گئے ۔ اور ریت کے نیچے دب کر وہ چیخا ۔ کچھ آدمی اسے نکالنے بڑھے بھی لیکن اتنی سی دیر میں اس کے اوپر پندرہ بیس بورے لد چکے تھے ۔ اب اس کا بچنا محال تھا ، اور اس کو بچانے کی کوشش بے کار تھی ۔ اس لئے کہ اس کے زندہ ملنے کی کوئی توقع نہ تھی ۔

وہ مر گیا ۔ وہ ریت کے نیچے دب گیا ۔ وہ اچھا آدمی تھا ۔ ۔ ۔ وہ ۔ ۔ ۔"

ٹوپاؤ خاموش ہو گیا ۔ آہ چین نے اس کا ہاتھ تھام لیا ۔ " ٹوپاؤ یہ بُرے دن جلد ہی ختم ہو جائیں گے ۔ ہمت نہ ہارو ۔ ۔ ۔ تم توجوان ہو ، تندرست ہو ۔ تم جانتے ہو کہ روز اسی طرح کے حادثے تو واقع نہیں ہوا کرتے ۔ ۔ ۔ ہوتے ہیں کیا ؟"

"نہیں ۔ ایسے تو نہیں ہوتے ۔ لیکن کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے ۔ ہم کو ہمیشہ یہ احساس رہتا ہے کہ اب کوئی بات ایسی ہوگی جس سے معاملہ بڑھ جائے گا ۔ ڈر ، اور ۔ ۔ ۔"

وہ پھر خاموش ہو گیا ۔ اس نے آہ چین کا ہاتھ اپنے شانے پر محسوس کیا ۔ ہم کو دراصل کوئی ڈر یا خوف نہیں ہے ۔ ہمیں تو دکھ اس رویے اور سلوک کا ہے جو وہ ہم سے روا رکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ جیسے ہم انسان ہی نہیں ہیں ۔ انسانوں سے کم تر درجے کی کوئی چیز ہیں"

ٹوپاؤ بڑا شرمیلا تھا ۔ وہ عورتوں سے بات کرتے ہوئے بڑا جھجکتا تھا لیکن یہاں اندھیرے میں آہ چین سے باتیں کرتے ہوئے اسے کچھ محسوس نہیں ہوا ۔ وہ اس کے ہمدردانہ لہجے سے سب کچھ بھول گیا تھا ۔ جیسے اس کے نرم و نازک الفاظ نے اس پر جادو کر دیا ہو ۔ وہ وہاں بیٹھا باتیں کرتا رہا ، ہانگ کانگ کی باتیں ، وہ کیا تھا ۔ کس طرح رہتا تھا ۔ ۔ ۔

آہ چین بھی اپنا قصہ سناتی رہی ۔ کس طرح اس کا خاوند اور لڑکا سیلاب میں مر گئے ۔ اس

نے اپنے ارادے اور عزائم بتلائے ۔ اپنی ننھی بچی کا ذکر کیا ۔ اس بچی کا ذکر جس کے سہارے وہ زندگی بسر کر رہی تھی ۔ جس کے لئے وہ زندہ تھی ۔

رات گزرتی گئی ۔ ۔ ۔ ! ہمدردی کے الفاظ استعمال ہوتے رہے اور الفاظ کے سہارے رات کا اندھیرا دور ہو گیا ۔ مدھم سی روشنی پھیلنے لگی ۔

" ٹوپاؤ ۔ اب دن نکلنے والا ہے ۔ ہم کو دور رہنا چاہیے تھوڑی دیر" آہ چین نے مشورہ دیا

" اوہ ! ہم کتنی دیر باتیں کرتے رہے " ٹوپاؤ نے گھبرا کر کہا " میں نے اپنی بکواس سے تمھیں تھکا دیا ہے ۔ مجھے افسوس ہے ۔ ۔ ۔ "

اور اچانک ٹوپاؤ جھجک گیا ۔ اسے شرم محسوس ہونے لگی جو اس کی فطرت کا نمایاں جزو تھی ۔

آہ چین مسکرائی "میں بھی تو گفتگو کر رہی تھی آخر" وہ کھڑی ہو گئی" ۔ میں تمھارے لئے بستر لگا دیتی ہوں ۔ کام پر جانے سے پہلے تم کچھ دیر آرام کر لو ۔"

اس نے ایک چٹائی بچھا دی ۔ ٹوپاؤ لیٹ گیا ۔ سونے سے پہلے آخری بات جو اسے یاد تھی وہ آہ چین کی مسکراہٹ تھی ۔ اس کا چہرہ مسکراہٹ سے جگمگا رہا تھا ۔
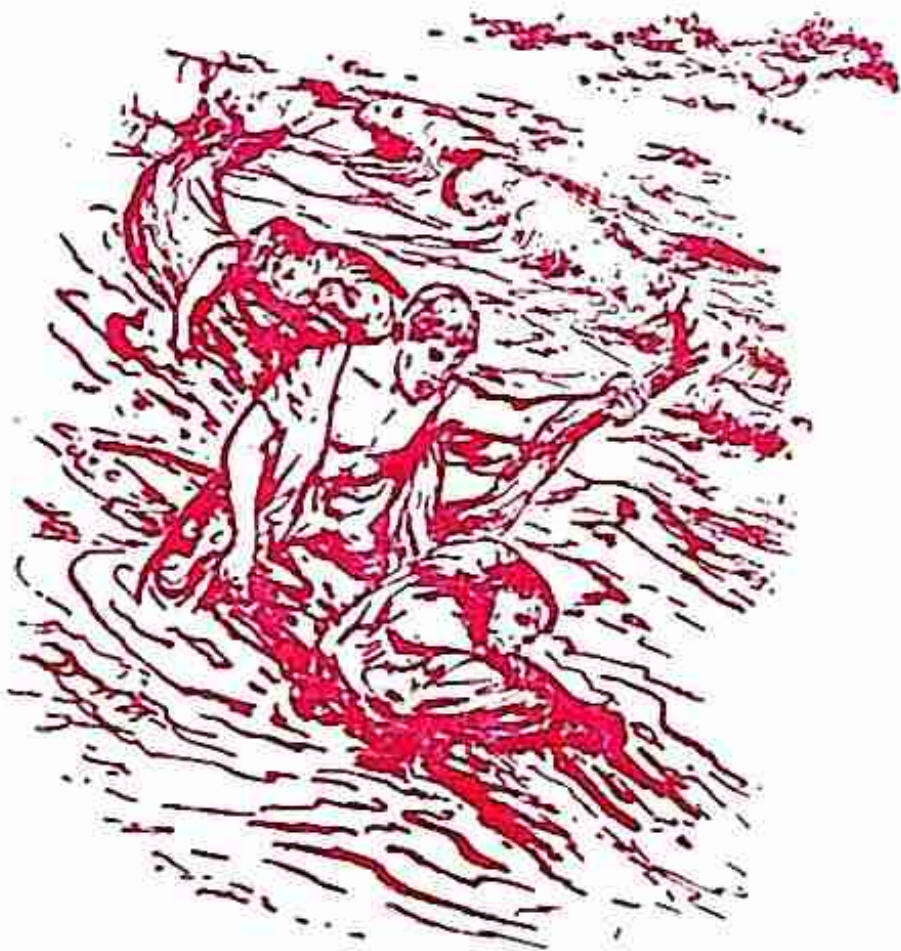
درخت موجوں کے درمیان ڈوبتا ابھرتا
دریا کی وسطی رو میں بہہ نکلا ۔

۱۰

جنگ جی دوسرے دن خاصی دیر سے اٹھا۔ اس نے دیکھا وہ اکیلا لیٹا ہوا ہے اور اس کا جسم ایک چادر سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ اس کے جسم کا انگ انگ دکھ رہا تھا۔ اس نے پانی کا جگ اپنی طرف کھینچنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ وہ اُسے بڑی مشکل سے گھسیٹ سکا۔ اور کٹورہ میں پانی انڈیلا اور پینے لگا۔ اتنی سی کوشش سے اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ لیٹ کر ہانپنے لگا۔ لیٹے لیٹے اسے اپنا خاندان یاد آگیا۔ اسے یاد آیا کہ صیون بند پر اس سے کچھ کہنے آئی تھی۔ اس کی ممّا کے متعلق شاید... ہاں، ہاں، امی کے متعلق۔ وہ کہہ رہی تھی کہ ممّا بیمار رہے بہت بیمار ... لیکن اب ممّا کہاں ہے... وہ تو موجود نہیں ہے --- اس کے معنی ہیں۔ وہ اب اچھی ہو گئی ہوگی ... بیشک اس کی طبیعت سنبھل گئی ہوگی اور وہ ... وہ کام پر

چلی گئی ہوگی"۔ اسے ہر بات تھوڑی سی یاد تھی۔ پوری طرح اسے کوئی بات بھی یاد نہیں تھی۔۔۔۔ صیونَن کی روتی ہوئی صورت اسکی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ جس طرح وہ بند پر رو رہی تھی۔ اور پھر اچانک اس کے ذہن پر چھائی ہوئی دھند صاف ہونے لگی۔ اسے اپنی بہن۔ آہ شوین یاد آگئی۔ اس کے ساتھ جو زبردستی اور زیادتی کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اسے یاد آگیا۔ وہ واقعہ جس کے صدمے سے اس کی بہن مر گئی تھی۔ غصہ کی لہریں اس کے دماغ میں گردش کرنے لگیں۔۔۔ بے بس اور غصہ۔۔۔۔ وہ جھنجھلا گیا۔ اس نے زور زور سے گالیاں بکنا شروع کر دیں۔ انتقام کی قسمیں کھائیں اور اسے یاد آگیا۔ شگاف کے موقع پر اس نے اپنی جان کی بازی لگا کر انتقام لینے کی ٹھان لی تھی۔ اس نے چوانگ کوانگ ہوا کو صرف اسی لیے پکڑ لیا تھا۔ اس لئے کہ وہ مہاجر نہ تھا۔ بزدل تھا۔ اور اس سے نپٹنا نسبتاً آسان تھا۔ چوانگ نے اپنی جان بچانے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے تھے۔ مگر وہ اسے زبردستی گھسیٹ کر اس طرف لے گیا۔ جہاں پانی کی دھارا آبشار کی طرح شگاف میں داخل ہو رہی تھی۔ چوانگ کا جسم شل ہو گیا۔ اس نے اسے لائن میں زبردستی کھڑا کر دیا۔ لیکن اس کے بعد کا واقعہ اسے یاد نہیں تھا۔ اسے صرف شور و غل یاد تھا۔ شور و غل، کیچڑ، پانی، مٹی کی یاد اس کے ذہن میں محفوظ تھی۔ پھر اس کے منہ میں، حلق میں، کان میں، آنکھوں میں دریا کا گدلا اور گندا پانی بھر گیا۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ چوانگ کوانگ ہوا کا کیا بنا۔ وہ زندہ ہے یا مر گیا؟ لیکن اسے یقین تھا کہ چوانگ اس کی طرح خوش قسمت نہیں ہو سکتا۔

"اس انتقام سے آہ شوین زندہ نہیں ہو سکتی۔ یہ ٹھیک ہے پھر بھی میں نے کچھ نہ کچھ انتقام تو لے ہی لیا" اس نے سوچا "بند پر مرنے والوں کی فہرست میں چوانگ کوانگ ہوا

کا نام بھی شامل ہونا چاہیے"۔ لیکن اسے عجیب طرح کا احساس ہو رہا تھا۔ اس لئے کہ وہ بڑا امن پسند اور صلح کن آدمی تھا۔ جان سے مارنا تو بڑی بات ہے اس نے آج تک کسی کو پیٹا تک نہ تھا۔ اور اسی لئے یہ بات کچھ تکلیف دہ سی محسوس ہو رہی تھی۔

بیگم صیاد اس کے کمرہ میں داخل ہوئیں "طبیعت کیسی ہے تمہاری" انھوں نے پوچھا "کچھ بہتر ہوئی کیا؟"

اس نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کی ماں کیسی ہے وہ ایک لمحے کے لئے رکا۔ لیکن اسے پھر یاد آگیا۔ ھیومن نے کہا تھا "بیگم صیاد کا خیال ہے کہ ماں کی حالت بہت خطرناک ہے"

"ھیومن کو ان لوگوں نے پھر کام پر بھیج دیا ہے" بیگم صیاد نے کہا۔ وہ دانستہ اس کی ماں کا ذکر نہیں کر رہی تھی۔

"بیگم صیاد!" چنگ چی آخر پوچھ بیٹھا "ماں کہاں ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کیا؟" بیگم صیاد نے فرش کو گھورا اور بولیں "جب تک تم واپس نہیں آگئے چنگ چی۔ تمہاری ماں تمہاری راہ تکتی رہیں۔ لیکن تمہارے آنے کے بعد۔۔۔ وہ سو گئی۔۔۔ وہ بہت دور چلی گئی۔۔۔ وہ ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کر ان کے جھریوں بھری گالوں پر بہنے لگے۔

چنگ چی خاموش لیٹا رہا" تو یہ ہے سب کا انجام۔ وہ سب اسی طرح مریں گے۔ آج، کل یا پرسوں" اس نے سوچا" یہ بھی تو موت ہے۔ ان کے خوابوں کی موت۔ ان کی امنگوں اور آرزوؤں کی موت، ان کی امیدوں اور خواہشوں کی موت۔۔۔"

" چنگ چی میں تھوڑے سے چاول لائی ہوں۔ میں نے اپنی پڑوسن سے ادھار مانگے

ہیں۔ یہ کھالو۔"

"مجھے کچھ نہیں چاہئے" چنگ چی نے کہا "دریا کا پانی پی جانے سے اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا اور اس کا دل بالکل ویران اور خالی پڑا ہوا تھا۔

"تم لیٹ جاؤ، میں جا رہی ہوں" بیگم صیاؤ نے کہا۔ وہ چلتے چلتے رک گیا" میری ایک بات یاد رکھنا۔ تمھاری پوری زندگی ابھی باقی ہے اور اس کے تقاضے تمھارے سامنے ہیں۔ سمجھے میں جا رہی ہوں"

چنگ چی نے اس ہمدرد بڑھیا کو غور سے دیکھا پھٹے کپڑوں میں ٹھوس جھریوں بھرا جسم۔ وہ آہستہ آہستہ وہاں سے باہر نکل گئی۔ اور اس نے سوچا۔

کیا ہماری نئی زندگی اسی طرح کٹے گی؟

بند پر ایک خبر بڑی تیزی سے گردش کر رہی تھی۔ لیکن نمبر چوہ: (۱۴) سے نو آدمی بھاگ گئے ہیں۔

موکینگ سینگ بھی اب بڑا بددل ہو گیا تھا۔ اور اس آخری شگاف نے تو اس کی کمر توڑ دی تھی۔ اب وہ بھی بھاگنے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اس نے اس سلسلہ میں چو سے رائے لی۔ تی کے مرنے کے بعد سے چو اس کی جگہ فورمین بنا دیا گیا تھا۔

"لیکن وہ لوگ فرار کیسے ہوئے۔ آخر ہانکاؤ سے نکلے کیسے؟"

"معلوم نہیں۔ لیکن اگر وہ ہانکاؤ سے باہر نہیں نکلے تو پھر بھاگنے سے فائدہ ہی کیا ہوا" "کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ وہ ہانکاؤ سے ینگ جانے والی ریل کے راستے سے گئے ہیں۔ اور یہ کہانی کچھ صحیح معلوم ہوتی ہے"

"مگر ریل کی پٹڑی تو پہلے ہی سیلاب میں بہہ گئی ہے۔ راستہ بند پڑا ہے، پھر کس طرح گئے" پی لنگ چنگ نے گفتگو میں دخل دیا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ انھوں نے ایک بڑی سی کشتی کہیں سے حاصل کر لی تھی" چو نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "جس سیکشن میں وہ لوگ کام کرتے تھے وہاں یہ کام آسان تھا لیکن یہاں تو اس قسم کی کوئی کوشش خودکشی کے مترادف ہوئی۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ بھی بچ نہیں سکیں گے۔ بہرحال یہاں سسکتے رہنے سے وہ موت بہتر ہے۔"

"میرا تو اب بھی یہی خیال ہے کہ یہاں سے فرار ناممکن ہے" سوکینگ سینگ کی اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔

وانگ آہ ہو بھی اس معاملے میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا۔ وہ نمبر اٹھارہ (۱۸) سے تبدیل ہو کر یہاں آگیا تھا۔ "میں شرطیہ ایک بات کہہ سکتا ہوں" وہ بولا "اور وہ یہ کہ اگر ہمیں سات آٹھ لکڑی کے پھٹے یا شہتیر مل جائیں تو ان کو باندھ کر ایک تختہ نما کشتی بنائی جا سکتی ہے جو کام دے سکے۔"

"فولاد کے شہتیر چاہئیں اس کے لئے۔ کیونکہ ان فوجیوں کی گولیوں کا کیسے مقابلہ ہوگا" ایک سننے والے نے دخل دیا۔

"خطرہ تو خیر ہے۔ یہ پورا معاملہ تو ہمت کا ہے ممکن ہے تختے ٹوٹ جائیں ہو سکتا ہے وہ الٹ جائیں۔ ممکن ہے ہم گولیوں سے مر جائیں۔ اور ممکن ہے ہم بچ ہی جائیں۔"

یہ کہہ کر اس نے ریت کی بوری پر ٹانگ رکھ دی اور بولا "ہم اس تختے کے دونوں طرف ریت کے بورے رکھ دیں گے۔ جو ہم کو ان گولیوں سے محفوظ رکھیں گے۔ اور اگر ہم کسی ایک مصیبت میں پھنس گئے۔ مثلاً کشتی میں چھید ہو گیا یا کچھ اور ہو گیا تو یہ مٹی اس کو بھرنے

کے کام بھی آسکتی ہے۔" اس نے کہا اور قہقہہ مار کر ہنس پڑا اور اچانک اسکی نظر سوکینگ سینگ پر جا پڑی۔ اس کو دیکھ کر اس کا دم خشک ہوگیا۔ وہ شو پر بھروسہ نہیں کرتا تھا۔ اور نہ آئندہ اس پر بھروسہ کرنے کے لئے تیار تھا۔" ویسے ایک بات اور ہے وہ یہ کہ کیا آپ لوگ اپنی جان سے بالکل ہی تنگ آچکے ہیں جو اس طرح کھلے بندوں گفتگو کر رہے ہو ممکن ہے کہ انھوں نے کچھ آستین کے سانپ پال رکھے ہوں" وانگ آہو نے کہا۔ اس لئے کہ ان فوجیوں سے گولیاں کھا کر مرنا سب سے زیادہ ذلیل موت ہوگی۔" وہ شو کو جاتا دیکھ کر بڑبڑانے لگا۔

"اے۔ آہو۔ اٹھارہ (۱۸) نمبر میں کیا حال ہے" لُوپاؤ نے سوال کیا۔

" اٹھارہ (۱۸) میں ؟ آہو نے پوچھا۔" تم نہیں سمجھ سکتے کیا؟ جو یہاں کا حال ہے سو وہاں کا حال ہے۔"

لیکن وہاں کے لوگ کیسے ہیں۔ وہ کیا سوچتے ہیں۔ کیا محسوس کرتے ہیں؟ لُوپاؤ نے وضاحت کی۔

" وہی جو ہم سوچتے ہیں۔ جو ہم محسوس کرتے ہیں۔ دن رات گالیاں بکتے ہیں۔ اپنے لفصیلوں کو پیٹتے ہیں۔ لیکن ایک عجیب بات ہے وہاں سب کو عورتوں کی دُھن ہے" وانگ آہو نے پھر ریت کے بورے پر پاؤں پھیلا دیئے" خیر یار لعنت بھیجو ان سب باتوں پر۔۔۔۔ میرے پاس تو اگر تھوڑے سے بھی ٹکے ہوتے تو میں عورت پر خرچ کرتا۔" وانگ آہو نے ٹانگ واپس کھینچ لی۔" سمجھے۔ میاں لُوپاؤ۔ یاد رکھو اگر کسی عورت کے ساتھ سوئے بغیر مر گئے۔ تو اس کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ یہ تو بڑے ہی شرم کی بات ہوگی۔"

وانگ لوپاؤ زمین پر پچھاڑ اچھلانے لگا۔ آہ ہو نے زور کا قہقہہ لگایا۔ لوپاؤ کو بڑا طیش آیا۔ لیکن وہ اس کے جملے کی طنز کو نہ بھول سکا وہ جملہ اس کے ذہن میں کانٹے کی طرح چبھنے لگا۔ یہ بات صحیح تھی۔ اس کا اب تک عورتوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس شجرِ ممنوعہ کو اس نے آج تک نہیں چکھا تھا۔ اس کی لذت سے وہ ناآشنا تھا۔ اور رہ رہ کر اسے یہ خیال ستایا کرتا تھا۔ وہ سمجھتا عورت کے بغیر زندگی اسی طرح ہے جیسے کچا پھل۔ جس میں نہ رس ہوتا ہے نہ خوشبو اور نہ ذائقہ۔ جب اس کی ماں زندہ تھی تو اس کی ماں نے کئی بار اسے شادی کے لئے زور دیا۔ اس کو اس معاملے کے تمام نشیب و فراز سمجھانے چاہئیں۔ لیکن وہ اس طرف راغب نہیں ہوا۔ وہ فطری طور پر بڑا شرمیلا اور خاموش طبیعت رکھتا تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ عورت سے کیا کہے؟ کیسی گفتگو کرے؟ لیکن جب سے وہ بندر پر آیا تھا۔ اسے بہت سی باتیں معلوم ہو گئی تھیں۔ وہ اب ایسی باتیں سننے کا عادی ہو گیا تھا۔ تمام لوگ عورتوں کے تذکرے بڑے چٹخارے لے لے کر کرتے تھے۔ اور ان کی داستانیں سن کر وہ حسرت سے دل مسوس کر رہ جاتا۔ اس کو کچھ عجیب سا محسوس ہوتا۔ اس گفتگو میں اسے بڑا لطف آتا۔ اور اسی لئے وانگ آہو کا یہ فقرہ اس کے ذہن میں گڑ گیا تھا اب ہر لمحہ وہ یہی سوچتا تھا کہ وہ مرنے سے پہلے یہ لطف ضرور اٹھائے گا۔ یہ ذائقہ ضرور چکھے گا۔ اس نے جان پہچان کی عورتوں پر نظر ڈالی۔ فینگ حسین اور چی چو۔ یہ دونوں بڑے دھڑلے کی عورتیں تھیں۔ بہت زور کی عورتیں تھیں۔ دونوں کو دیکھ کر اسے کچھ عجیب سا احساس ہوتا تھا۔ اس کا دل زور سے دھڑکتا۔ ایک نامعلوم سا احساس اس کے رگ و پے میں دوڑ جاتا۔ اور وہ کچھ بے چینی سی محسوس کرنے لگتا تھا۔ لیکن ...

وہ دونوں تو مر چکی تھیں۔ بہرحال وہ مر گئیں۔ پھر، پھر ھسیوپن تھی۔ دبلی پتلی لچکیلی سی نرم مزاج۔ لیکن وہ اس کے دوست کی منگیتر تھی۔ اس کے علاوہ ۔۔۔ آہ چین۔ ہاں اور آہ چین کے نام پر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے آہ چین کی تصویر ابھر آئی۔ بھرے بھرے رخسار، ابھرے ہوئے ہونٹ۔ شربتی آنکھیں اور بھاری کولھے اس کے تصور میں لہرانے لگے۔ وہ حیران تھا کہ "اندھیرے میں اس نے اس کا ہاتھ کیسے پکڑا تھا۔ وہ دونوں کس بے تکلفی سے گفتگو کر رہے تھے مسلسل کئی گھنٹے تک، کیا وہ بھی گفتگو کرنا چاہ رہی تھی۔ کیا وہ باتیں اسے بھی پسند تھیں۔۔ وہ آج پھر اس سے گفتگو کرے گا۔ وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھا مے لے گا۔ ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔ شاید ۔۔۔ " وہ آہ چین کے تصور میں کھو گیا۔ اس نے آس پاس چڑھتے ہوئے پانی کو نہیں دیکھا۔ پشتے کے اس حصے کی طرف لہریں بڑھ رہی تھیں۔ وہ بالکل بھیگ گیا تھا۔ لیکن وہ چپ چاپ غافل سا بیٹھا رہا۔ اس کے پاؤں کے قریب ریت کی بوری لڑھک گئی۔

" اے لوپاؤ" چن لنگ چنگ نے اس سے چیخ کر کہا" خدا کے لئے جاگو، اٹھو۔ اس سیکشن کے پشتہ کی مٹی کم ہوتی جارہی ہے۔ جلدی سے بورے بھرو" اور لوپاؤ جلدی جلدی مٹی بھرنے لگا۔ اور چین دل ہی دل میں اس کی کاہلی پر بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

" اے! چین" ہوانگ چو شیمن نے آواز دی۔ وہ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ہڈیوں کے ڈھانچے پر کھال منڈھ دی گئی ہو۔ وہ بولا "چین میں نے سنا ہے کہ گروپ نمبر گیارہ (۱۱) سے کچھ لوگ فرار ہو گئے ہیں؟"

"تو پھر کیا؟" چین کنگ چنگ نے جواب دیا۔ "میں تو بھاگنا نہیں چاہتا۔ آخر بھاگنے سے کیا فائدہ ہوگا۔"

"اگر ہم کامیاب ہو جائیں تو ۔ ۔ ۔ ؟" ہوانگ نے اس پاس دیکھتے ہوئے رازدارانہ لہجہ میں کہا۔ "پھر تو ہم کو کوشش کرنی چاہئے۔ یہاں مرنے سے تو بہتر ہے کہ ۔ ۔ ۔"

"اپنا کام کرو ٹیچی خاں" تم نے بات کاٹی۔ "آخر کوشش سے فائدہ کیا ہے۔ کیا تمھارا خیال ہے کہ یہ سیلاب صرف اسی علاقے میں آیا ہے۔ ایسی بچوں کی سی باتیں کیوں کرتے ہو ۔ ۔ ۔ " "تم سمجھتے ہو کہ یہاں کے درندے آدمی کو کھا جاتے ہیں۔ اور دوسری جگہ کے چھوڑ دیتے ہیں ۔ ۔ ۔ بھیا ہر جگہ یہی حالت ہے ۔ ۔ ۔"

"یہی حالت ہے ہر جگہ۔ پھر تو لعنت ہے اس زندگی پر" ہوانگ بولا "پھر تو ہم ایسے پھنس گئے ہیں کہ نجات کی امید بھی نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے لوپاؤ کو دیکھا۔ اس پر ایک ہمدردانہ نظر ڈالی اور بولا "اب میں پھیکی ہو رہا ہوں۔ صرف ہڈیوں کا پنجر ہے پھر بھی میں نے لطف تو اٹھایا ہے زندگی کا۔ لیکن اس لوپاؤ کو بھی دیکھو۔ کیا تندرست اور کڑیل جوان ہے۔ لیکن تمناؤں اور آرزوؤں کے علاوہ اس کے دل میں کیا ہے۔ اس نے دنیا میں ابھی دیکھا ہی کیا ہے؟"

اور وانگ لوپاؤ سوچنے لگا ۔ ۔ ۔ !

وہ زندگی۔ محبت اور آرزوؤں کے بارے میں سوچنے لگا۔ گرم ہاتھوں کی حرارت سے پگھل جانے والے برفانی جسم۔ جلتی سانسوں کی سرگوشیاں۔ دھڑکتے دلوں کی کہانیاں اور سینکڑوں ان گنت باتیں اس کے ذہن میں ابھریں۔ اور اسے اپنی

بے بسی کا خیال آگیا۔

یکایک سیکشن نمبر دس (۱۰) کی طرف سے سائرن بجنا شروع ہوگیا۔ چن کوانگ چینگ جو بڑی تندہی سے مٹی کھودنے میں مصروف تھا۔ کدال ٹیک کر کھڑا ہوگیا۔ لاؤڈ سپیکر چیخنے لگا۔

"لعنت ہو ان پر۔ جب دیکھو ہنگامی حالت۔ جب سنو کوئی بُری خبر" ہوانگ نے کہا اور نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔ اور پھر چن کی طرف مڑ کر بولا" تم کیوں رُک گئے ہو۔ ایسی دلچسپی کی کیا بات ہے۔ یہ تو سیکشن دس کا معاملہ ہے۔ ہم کو اس سے کیا واسطہ ہے؟"

"سیکشن دس کی حالت بہت خراب ہے۔" چن کوانگ چینگ نے کہا۔ اس کی بات سن کر بہت سے مزدور اپنا کام چھوڑ کر اسے دیکھنے لگے۔

" اپنا کام کئے جاؤ۔" سُوکینگ سینگ نے کہا۔ اس کے پیچھے بہت سے مسلح فوجی موجود تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد ان کو خبر مل گئی کہ پانی کے ریلے سے نمبر دس (۱۰) میں بہت سے شہتیر اپنی جگہ سے ہٹ گئے ہیں۔ جس سے بند کا وہ حصہ کمزور ہو گیا ہے۔ اور اگر اس کی فوری دیکھ بھال نہ ہوگی تو پشتہ ٹوٹنے کا خطرہ ہے بعض لوگوں نے اطلاع دی کہ مزدوروں نے ان شہتیروں کی رسی کاٹ دی ہے تاکہ بند بہہ جائے۔ کسی اور نے خبر اڑا دی کہ وہ بھاگنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ اور اس ہڑبونگ سے وہ فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ الغرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ افواہیں پھیلتی رہیں۔ ان افواہوں میں زیب داستان کے لئے نمک مرچ کا اضافہ

ہونے لگا۔ اور تھوڑے عرصہ میں ہی افواہوں کا یہ عالم ہوا کہ بند کے مزدوروں پہ قابو پانے کے لئے فوجیوں کو کرفیو نافذ کرنا پڑ گیا۔

مزدوروں کو بند سے ہٹا دیا گیا۔ مسلح فوجی بند پہ پھیل گئے۔ ھسیوَمن نے ایک ٹوکری اٹھائی اور لنگڑاتی ہوئی بند سے نیچے اترنے لگی۔ اس کا ٹخنہ اتر گیا تھا۔ اور اس کا پاؤں بہت دکھ رہا تھا۔ پشتہ کے قریب اس کی مڈبھیڑ آہ چین سے ہو گئی۔

"آؤ کھانا لے آؤ۔ آج کھانا جلدی ملے گا۔ اور کھانے کے فوراً بعد ہی چھٹی مل جائے گی۔" آہ چین نے کہا۔

" اتنی جلدی چھٹی مل جائے گی؟"

ہاں بند پہ کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔ اس لئے ہم لوگوں کو وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔" آہ چین نے وضاحت کی۔

" جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ایسا کیا جھگڑا ہو گیا"۔ اس نے بے خیالی سے پوچھا۔ اسے بند کی اتنی فکر نہیں تھی۔ اس لئے کہ چینگ جی آج کل بند پہ کام نہیں کر رہا تھا۔ اس لئے اگر بند ٹوٹ بھی جاتا تو اسے کوئی افسوس نہ ہوتا۔ بلکہ وہ دونوں بھی اگر بند پہ موجود ہوتے تو کیا فرق پڑتا۔ دونوں مر جائیں گے۔ اسے یقین تھا۔ آخر دونوں کو مرنا ہی ہوگا۔

" چینگ اب کیسا ہوگا؟" آہ چین نے کہا

" آہ چین اب اس بارہ میں مجھ سے زیادہ نہیں سوچا جاتا" ھسیوَمن کی آنکھوں میں آنسو ابھر آئے " وہ اگر اچھا ہو گا بھی تو کیا فائدہ۔ وہ اسے دوبارہ کام پہ کھینچ

لائیں گے۔ ایسی حالت میں کیا فرق پڑتا ہے۔ آدمی بند پر مرے یا کیمپ میں۔ بات تو ایک ہی ہے۔"

" اری ھسیُومِن، سن تو، میں نے سنا ہے کہ بند سے کچھ لوگ فرار ہو گئے ہیں" آہ چین نے احتیاط کے ساتھ دھیمی آواز سے کہا" مجھے یہ تو نہیں معلوم کہ وہ قصہ کیا ہے مگر میں نے سنا ہے"

" ہونہہ" ھسیُومِن زہریلے انداز سے مسکرائی" ہم لوگ بھی تو سلنگ جارج سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں۔ مگر اس سے کیا ہوا؟"

آہ چین خاموش ہو گئی۔ ھسیُومن صحیح کہہ رہی تھی۔ دونوں کھانا لینے چلی گئیں۔ انھوں نے اپنے حصہ کے چاول دال لئے اور کیمپ کی طرف چل دیں۔

ھسیُومِن لنگڑاتی ہوئی چلتی رہی۔ گلیوں میں سیلاب کا پانی بھرا ہوا تھا اسے پھسلواں زمین پر چلنے میں بڑی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ کیمپ قریب آنے لگا۔ جوں جوں کیمپ آتا گیا وہ پریشان ہونے لگی۔ جب دونوں کیمپ کے پاس پہنچی تو ھسیُومِن رک گئی۔ اور آہ چین کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

" آہ چین! میرا دل دھڑک رہا ہے۔ تو پہلے اندر جا کر دیکھ آ۔ وہ کیسے ہیں"

" اری۔ ابھی جا" آہ چین نے کہا" بہر حال اس کو دیکھنا تو پڑے گا۔ خواہ اس کی اچھی حالت ہو یا بری۔ اس لئے یہاں رکنے سے کیا فائدہ۔ چل چل ہمت کر، شاباش" اتنے میں آہ چین کی بچی دوڑتی ہوئی آئی اور آکر ماں کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

اب ھسیُومِن کے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اسے اندر جانا پڑا۔

اس کا دل اچھل کر آنکھوں میں آ گیا تھا۔ وہ دبے پاؤں اندر داخل ہوئی۔ چنگ چی لیٹا ہوا تھا۔ شام کی ڈوبتی ہوئی روشنی میں اس نے دیکھا کہ چنگ چی لیٹا ہوا تھا۔ شام کی ڈوبتی ہوئی روشنی میں اس نے دیکھا کہ چنگ چی چادر سے لپٹا ہوا خاموشی کے ساتھ چٹائی پر لیٹا ہوا ہے اس کا جسم بے حس و حرکت ہے۔ وہ اس پر جھک گئی۔ اور یہ دیکھ کر اسے اطمینان ہوا کہ وہ جاگ رہا ہے۔ اس کی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں وہ اس کے چہرے کے قریب اپنا منہ لے گئی۔ اور آہستہ سے پکارا "چنگ چی"

چنگ چی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جیسے وہ اس آواز کو پہچانتا ہی نہیں ہے

"چنگ چی" صیومن نے اس کا بازو چھوا "میں ہوں"

چنگ چی نے اپنا سر ہلایا اور اسے گھورنے لگا۔ اس کی نظریں کہہ رہی تھیں کہ وہ اسے نہیں پہچانتا۔ وہ اس کے لئے بالکل اجنبی ہے۔

یہ دیکھ کر صیومن گھبرا گئی "چنگ چی کیا بات ہے۔ تمھاری طبیعت کیسی ہے؟"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ صیومن کے چہرے کو اب تک گھور رہا تھا اور وہ درشت لہجے میں بولا "تم! تم!! تم زندہ ہو اب تک؟"

"ہاں چنگ چی۔۔۔! میں زندہ ہوں" اس نے اپنا ہاتھ اس کی پیشانی پر رکھ دیا۔ اور چنگ چی نے اس کا ہاتھ ہٹا دیا۔

"میری ماں مرگئی! میری بہن مرگئی، میرا سب کچھ لٹ گیا! لیکن، تم، تم زندہ ہو، آخر کیوں" اس کے لہجہ میں طنز شامل تھا۔

"تم فکر مت کرو۔ میں بھی بہت جلد تمھاری ماں اور بہن کے پاس پہنچ جاؤں گی"

ھسیومن نے جھنجھلا کر کہا۔ وہ تھکی ہوئی تھی۔ دن بھر کی محنت سے نڈھال تھی۔ اس
اس کا دل صدمات سے چور تھا۔ اور اس لئے وہ یہ نہ سوچ سکی کہ چینگ جی اس وقت
اپنے آپے میں نہیں ہے۔ اس نے صرف اس کے آخری جملے سنے اور اس کے
پورے تن بدن میں آگ لگ گئی "میں جا رہی ہوں" ہمیشہ کے لئے، اب تم خود اپنی
دیکھ بھال کر لینا" یہ کہہ کر وہ کھڑی ہوگئی۔ اس کی آنکھوں کے سوتے ابل پڑے
اور اس کے ذہن کے پردوں پر پرانی تصویریں اور بیتے دنوں کی یادیں ناچنے
لگیں " پیار کی باتیں۔ بیتے دنوں کی باتیں۔ ہنسی اور خوشی کا زمانہ۔ وہ آج تک چینگ جی
سے نہیں لڑی تھی، لیکن آج، آج اس کا رویہ کس قدر مختلف تھا۔ آج اس کا مزاج
کس قدر بدلا ہوا تھا۔ حقارت آمیز۔ آج اس کو ھسیومن کے جینے اور مرنے کی
بھی پرواہ نہ تھی" ھسیومن نے اپنے جوتے پہنے اور چٹائی اٹھا کر باہر بھاگ نکلی۔
وہ چلی گئی۔ چینگ جی حیران پریشان لیٹا رہا۔ ____________
وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے آخر کون سی بات ایسی کہہ دی ہے جس سے وہ اس قدر
برافروختہ ہے اور پھر اسے اپنا جواب یاد آگیا اور اسے ھسیومن کی ناراضگی کا
سبب معلوم ہوگیا۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے ھسیومن کو زور سے پکارا لیکن
وہ جا چکی تھی۔

"ھسیومن! ھسیومن" اس نے آواز دی۔

"ھسیومن ھسیومن" کیمپ گونجنے لگا۔ اور صدائے بازگشت سنائی دینے لگی
مگر ھسیومن کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ کھڑا ہوگیا۔ وہ اپنا دکھ درد
اور بیماری بھول چکا تھا۔ اس کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ اس کی آنکھوں کے نیچے

سیاہ دھبے ناچنے لگے۔ لیکن وہ باہر کی طرف لپکنے لگا اور بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔

وہ کیمپ سے اتر کر باہر نکل آیا۔ اس نے ھسیومن کو جا کر پکڑ لیا۔

"ھسیومن" اس کا سانس پھول گیا تھا۔ "میں نے تم سے کیا کہہ دیا ھسیومن میں نے آخر تم سے کیا کہہ دیا۔ بتاؤ" اس نے ھسیومن کا بازو پکڑ لیا۔ ھسیومن نے خود کو چھڑانا چاہا اور غصہ سے چیخی۔

" مجھے جانے دو۔ میں اب جینا نہیں چاہتی۔ میں مرنا چاہتی ہوں۔ اور تم کو کیا پرواہ ہے۔ میں زندہ رہوں یا مر جاؤں۔ اس لئے میں دریا کی طرف جا رہی ہوں ۔۔۔"

تم ایسا نہیں کر سکتیں۔ ھسیومن تم ایسا نہیں کر سکتیں" چنگ چی نے ھسیومن کو اپنی طرف گھسیٹا۔

" مجھے جانے دو" ھسیومن پھر تلملائی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ سسکیاں بھرنے لگی۔ چنگ چی نے اسے سینے سے چمٹا لیا۔

اور اسی لمحہ بیگم ھسیاؤ نے ان کے لڑنے کی آواز سن لی۔ "یہاں تم دونوں کیا کر رہے ہو" انھوں نے کہا۔

وہ دونوں خاموش رہے۔ !

"ہونہہ۔ بے وقوف ہو۔ ایسے موقعے پر جبکہ تم ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ محبت دے سکتے ہو۔ جب دونوں ایک دوسرے سے پوری پوری ہمدردی کر سکتے ہو۔ ایسے موقعہ پر تم لڑ رہے ہو۔ "چلو اندر چلو" انھوں نے سرزنش کی اور ان دونوں کو بازو سے پکڑ کر اندر لے آئیں۔ وہ ان کے ساتھ اندر آ گئے۔ !

دونوں آکر چپ چاپ چٹائی پر بیٹھ گئے جسیومن نے اپنا سر گھٹنوں میں دبالیا وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ چنگ اس شفقت سے تھک گیا تھا۔ وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ اور بیگم صیاؤ کے باہر جانے کا منتظر تھا جب وہ باہر چلی گئی تو وہ صیئومن کے پاس جھک کر بیٹھ گیا "صیئومن میں نے کیا کہہ دیا تھا۔۔۔" چنگ چی کو اپنی بات پوری طرح یاد نہ تھی۔ لیکن اسے یہ احساس ضرور ہو گیا تھا کہ اس نے کوئی غلط بات کہی ہے، بہت زیادہ غلط، جس سے وہ اس قدر رنجیدہ ہے۔

"مجھے معاف کر دو صیئومن، میں نے آخر کیا کہہ دیا تھا۔؟ مجھے کچھ یاد نہیں۔۔۔ میں نے بخار کی حالت میں کچھ بک دیا ہو گا۔"

"صیئومن کا جسم کانپنے لگا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپالیا۔

"صیئومن میں سوچ رہا تھا کہ میں اب تم سے کبھی نہیں مل سکوں گا۔" اس نے صیئومن کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ میں سارا دن تمہارا اور ممّا کا انتظار کرتا رہا۔ پھر۔ پھر میں نے سنا کہ ممّا مر گئی۔۔۔ اور۔۔ اور میں نے سوچا کہ تم بھی چلی گئی ہو۔ تم بھی مجھے تنہا چھوڑ کر ممّا کے ساتھ چلی گئی ہو" وہ رک گیا۔ "میں نے سوچا صیئومن: کہ تم، تم بھی مر چکی ہو۔۔۔ اور۔۔۔ اور میں پاگل ہو گیا۔۔۔ ہاں میں پاگل ہو گیا تھا۔"

صیئومن کی سسکیاں رک گئیں۔ اس نے نظریں اٹھائیں اور فسردگی سے چنگ چی کو دیکھا اور ایک لمحہ کے بعد دونوں بے اختیار ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ محبت اور پیار کی لہریں دونوں کے دلوں میں موجزن تھیں۔ تمام

شکوک، گلے، شکایتیں اور شکوے ختم ہو گئے - انھیں پہلی بار احساس ہوا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے اس قدر شدید محبت کرتے ہیں کہ اب کوئی چیز ان کے درمیان حائل نہیں ہو سکتی -

۱۱

۲۵ اگست کو "یوم ماتم" تھا ۔ اس دن اس بند کی مرمت کے سلسلہ میں ہلاک ہونے والوں کا تعزیتی جلسہ منعقد ہونے والا تھا ۔ یہ تعزیتی جلسہ جس جگہ پہ ہونے والا تھا ۔ وہاں زور زور سے ماتمی بینڈ بج رہا تھا ۔ بینڈ کی حُزنیہ لے فضا میں تیر رہی تھی ، پریشان حال ، افسردہ ، تھکے ماندے اور مضمحل مزدور ادھر اُدھر گھوم رہے تھے

چنگ چی بیمار تھا ۔ اور پانچ دن سے اپنے کام پر نہیں گیا تھا ۔ لیکن آج کے دن سُپروائزرز نے اسے خاص طور پہ حکم دیا تھا کہ وہ اس تعزیتی جلسے میں ضرور شریک ہو ۔ اس لئے کہ یہ ایک خاص اور اہم تقریب تھی ۔

اور چنگ چی سوچ رہا تھا کہ " یہ ان تمام مزدوروں کی یاد میں منعقد ہو رہا ہے ۔ جو اس سیلاب کا مقابلہ کرتے ہوئے اس بند پہ ہلاک ہو گئے تھے ۔ یا صرف ان ستّر مٹھ

مزدوروں کی یاد میں منعقد کیا گیا ہے۔ جو کل ہی مرے ہیں۔ ایک دن میں ستر اٹھ آدمی!۔۔ اور اس کی ماں ۔۔۔ اس کی بہن۔ آخر ان کا کیا ہوگا۔ ان کا ماتمی جلسہ کہاں منعقد ہوگا۔ ان کی یاد میں کون سا یوم منایا جائے گا۔ اور پھر اتنے آدمی۔ ایک دن میں ۔۔۔ ستر اٹھ آدمی ایک دن میں آخر کیسے مر گئے؟" اس نے سوچا۔ اس راز سے کوئی بھی واقف نہ تھا۔ وہ آخر کیا کر رہے تھے۔ وہ کیوں مر گئے ۔۔۔۔؟ کس طرح مر گئے؟ ۔۔۔۔ بہر حال وہ مر گئے ۔۔۔ ان مرنے والوں میں سے اس کے گروپ کے کتنے آدمی تھے؟ کیا معلوم۔"

جلسہ میں فوجی ہتھیار چمکائے بڑے کرّوفر سے ادھر ادھر گھومتے پھر رہے تھے۔ پٹے ہوئے مہروں کی طرح سرنگوں مہاجر آہستہ آہستہ پنڈال میں جمع ہونے لگے۔ پنڈال میں سیاہ اور سفید جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ اسے چند جانے پہچانے چہرے نظر پڑے۔ لیکن گروپ نمبر سترہ (۱۷) کا کوئی بھی آدمی دکھائی نہ دیا۔" کیا وہ سب کے سب ختم ہو گئے؟" اس نے سوچا" نہیں حالت اس قدر تباہ نہیں ہو سکتی۔ کل ہی اسے نویاد ملا تھا۔ اگر حالات اتنے خراب ہوتے تو وہ ضرور بتاتا۔

بگل بجنے لگے۔ مہتمم جلسہ نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور چند پرانی اور فرسودہ رسمیں ادا ہونے لگیں۔ ان رسموں کے ختم ہوتے ہی ایک مقرر پلیٹ فارم پر چڑھ گیا۔ چینگ چی خوب جانتا تھا کہ وہ اب کیا کہنے والا ہے۔ اس لئے اس نے اپنی توجہ اس طرف سے ہٹا کر مجمع پر مرکوز کر دی۔ وہ اپنے جان پہچان والے چہروں کی تلاش کرنے لگا۔ وہ بند پر کئی دن سے نہیں گیا تھا۔ اور وہ آج کل کے تازہ حالات معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ سیلاب کا آ ایک دن گوناگوں حادثات اور واقعات

کی بنا پر ایک سال کے برابر ہوتا ہے۔ اور ایسی جگہ پہ کام کرنے سے لوگوں میں ایک دوسرے کے لئے بڑی محبت اور ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔ اچانک اسے لوآیاؤ نظر آگیا۔ وہ اس کے پہلو ہی میں بیٹھا ہوا تھا۔

"تم کیسے آ گئے" چنگ چی نے دھیمے سے پوچھا۔

میں ڈیوٹی پر نہیں تھا۔ بلکہ سو رہا تھا۔ سوکینگ سینگ نے بتایا کہ اس جلسہ میں شریک ہونا لازمی ہے۔ اس لئے میں اور وانگ آہو دونوں یہاں چلے آئے۔ نہ معلوم وانگ آہو کدھر بچھڑ گیا ہے"۔

" وانگ آہو ؟" چنگ چی نے اپنی یادداشت پر زور دیا۔

ارے بھئی وہ سیکشن اٹھارہ والا۔ وہ جو پہلے بھی کبھی کبھی آیا کرتا تھا۔ وہ جو ہمیشہ عورتوں کی باتیں کیا کرتا ہے۔ اب وہ ہمارے سیکشن میں آگیا ہے۔ وہ بھی بڑے مزے کا آدمی ہے۔ جب دیکھو عورت۔ جب سنو عورت کی باتیں۔ اس کے دماغ پر ہر وقت عورت سوار رہتی ہے۔ معلوم نہیں اس وقت کہاں چلا گیا۔

چنگ چی نے ایک اچٹتی سی نظر مقرر پر ڈالی اور بولا" ہمارے سیکشن کے کیا حال ہیں؟ سب ٹھیک ہے؟ تو کیسا ہے؟"

" تو ٹھیک ہے۔ اور ہمارا گروپ بڑا خوش قسمت رہا۔ اتفاق سے، یعنی ایک آدمی بیمار ہے اور دو زخمی ہیں۔ اس کے علاوہ جو تھا کیا نام ہے۔ اس کا چانگ یائی سنگ وہ غائب ہو گیا ہے۔ نہ معلوم کیا ہو گیا اس کو۔ ویسے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ فرار ہو گیا ہے"۔

" پھر یہ ستر ساٹھ آدمی کون مر گئے۔ یہ آخر کس گروپ کے ہیں"۔

یہ سب سیکشن نمبر دو (۲) کے لوگ تھے ۔ وہاں اتنے شگاف پڑ جاتے ہیں کہ یہ مزدور پاٹتے پاٹتے تھک کر چور ہو جاتے ہیں۔ اور آخر ایک دن انہوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ اور بہت سے دوسرے مزدور بھی ان میں شامل ہو گئے ۔ اس بات پر فوجیوں نے گولی چلا دی اور بہت سے لوگ اس جھگڑے سے ہلاک ہو گئے ۔کچھ گھبرا کر دریا میں گر پڑے اور کچھ کو دریا میں پھینک دیا گیا ۔ اور اس طرح سترّ ۷۰ کی تعداد پوری ہو گئی ۔

" یہ سب ہوا کیسے ؟؟"

" وہی پرانا جھگڑا تھا ۔ لوگ مرنے کے لئے راضی نہیں تھے ۔ اسی لئے ان کو اس طرح جان سے مارا گیا تھا ۔"

" ہونہہ اور ابھی کے لئے یہ ماتمی جلسہ منعقد ہو رہا ہے ۔ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ اپنے گلے میں خود پھانسی کا پھندا ڈال لیا کریں ۔ لوگ آسانی سے مرنے کے لئے راضی ہو جایا کریں ۔"

چینگ جی نے طنزیہ کہا ۔

" آہستہ بولو ! بے وقوف !" لوپاؤ نے کہا " اب سیلاب پر کچھ قابو تو پا لیا گیا ہے ۔ لیکن مزدور تھک چکے ہیں ۔ ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے ۔ ان میں سے کچھ فرار ہو گئے ہیں اور ہر وہ شخص جو زندہ بچا ہے وہ ہر لمحہ مرنے مارنے کو تیار ہے ۔ سیکشن آٹھ کے لوگوں نے ایک فوجی ٹھیکیدار کو اٹھا کر دریا میں پھینک دیا ۔"

" پھر کیا ہوا ؟" چینگ جی نے جلدی سے پوچھا ۔

"ہوتا کیا ! ایک کے بدلے دس مارے گئے" اور چپ ہو گیا پھر آہستہ سے بولا " چینگ جی ، تم نے آہ چین کو دیکھا ہے ؟ کیا وہ یہاں آئی ہے ؟"

"معلوم نہیں" چینگ چی نے کہا "میں نے کیمپ سے رخصت ہونے کے بعد اب تک اس کو نہیں دیکھا۔"

"کیا وہ کیمپ میں ہوگی؟"

"معلوم نہیں" چینگ چی نے جواب دیا۔ وہ وانگ لوپاؤ کی اچانک تبدیلیِ موضوع سے کچھ حیران ہوگیا تھا۔ آخر وہ ایک دم سے آہ چین میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے اور آخر وہ پوچھ بیٹھا "کیا کرو گے اسے مل کر؟ کیوں ملنا چاہتے ہو؟"

"وہ --- وہ" لوپاؤ سٹپٹا گیا "کوئی خاص بات نہیں ہے۔ ایک آدمی نے میری معرفت پیغام بھجوایا تھا۔" اس نے بات بنائی "پھر کہوں گا... میں ذرا وانگ آہ ہو کو تلاش کرلوں"

یہ کہہ کر وہ بھیڑ میں غائب ہوگیا۔

پلیٹ فارم پر کھڑا ہوا مقرر تمام مجمع کو جانبازوں کی داستانیں سنا رہا تھا۔ کہ کس طرح انھوں نے ہتھیلی پر جان رکھ کر حالات کا مقابلہ کیا۔ کس طرح وہ جدوجہد کرتے ہوئے مارے گئے۔ وہ چوبائی ہنگ کا ذکر کرنے لگا۔ چینگ چی نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔ اب مقرر چوانگ کوانگ ہوا کا ذکر کر رہا تھا۔ اس کا نام سنتے ہی چینگ چی کا دل دھڑکنے لگا۔ اس لئے کہ اگر چینگ چی نہیں ہوتا۔ تو کوانگ ہوا ابھی نہ مرتا۔ اس لئے کہ وہ تو چینگ چی کے انتقامی جذبے کا شکار ہوگیا تھا۔

چینگ چی کو اس لمحے چوانگ کوانگ ہوا کی موت کا افسوس ہونے لگا۔ وہ جوان تھا۔ جوان، بے وقوف اور ڈرپوک، اگر اس کی ماں کو معلوم ہوجائے کہ اس کا لڑکا کس طرح مرا ہے تو ------ اور چینگ چی کا دل اپنے ہی کام

کے انجام سے متنفر ہو گیا۔

ھسیوین اپنی چٹائی پر لیٹی تھی۔ وہ پیچش میں مبتلا تھی۔ کمزوری کے سبب اس سے اُٹھا تک نہیں جارہا تھا۔ آہ چین برابر اس کا کام کرتی رہتی اور ہر طرح اس کی مدد کرنے کی کوشش کرتی۔ لیکن حالات اس قدر ناگفتہ بہ تھے کہ اب سوائے زبانی اور نفسیاتی ہمدردی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ دوائیں ملتی نہ تھیں اور جو تھوڑی سی دوائیں میسر آ بھی جاتیں وہ معجزہ تو دکھا نہیں سکتی تھیں۔ گندگی تعفن خراب غذا اور اس پر ستم بالائے ستم مسلسل محنت۔ بیماری نہ پھیلے تو اور کیا ہو۔

ھسیوین لیٹی ہوئی آہ چین سے باتیں کر رہی تھی۔ "بیماری سے جو موت آتی ہے اس میں تکلیف اور درد نہیں ہوتا" وہ بولی

" اے چپ کر ھسیوین۔ تم ایسی جوان جہان لڑکی کا ان ذرا سی بیماریوں پر موت کا گمان کرنا، بڑی حیرانی کی بات ہے" آہ چین نے کہا۔

اس پیچش سے تو بہت سے لوگ مر چکے ہیں کیمپ میں تو کئی لوگ اسی مرض میں مبتلا رہ کر مر چکے ہیں۔ اس لئے میرا خیال یہی ہے کہ میں اس بیماری سے مر جاؤں گی" اس کے علاوہ جینے سے فائدہ بھی کیا ہے۔ آخر ایسی زندگی کا کیا فائدہ۔

"ہشت۔" آہ چین نے کہا۔" میں احمقانہ موضوع پر تم سے بات نہیں کروں گی۔ اس کے علاوہ مجھے جانا بھی ہے۔ ۔ ۔ ۔" اور یہ کہتے کہتے آہ چین کچھ پریشان سی ہو گئی جیسے وہ کسی فکر میں مبتلا ہو۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر ھسیوین کو کچھ تعجب سا ہوا۔ اس لئے کہ آہ چین عام طور پر بڑی ٹھنڈے دل و دماغ کی عورت تھی۔ اور اسی لئے

وہ پوچھ بیٹھی کہ آخر وہ فکرمند کیوں ہے؟

"تم تو موت، بیماری اور تکلیفوں کے علاوہ کوئی اور بات ہی نہیں کرتیں۔ یہ باتیں سنتے سنتے میرے کان پک گئے ہیں۔" آہ چین نے کہا۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ مجھے وہ بات بتاؤ جس کی وجہ سے تم اتنی فکرمند ہو" ھسیومِن نے اصرار کیا۔ "بتاؤ۔ ممکن ہے میں تمہاری مدد کر سکوں۔"

آہ چین چپ ہو گئی۔ اسے کچھ شرم سی محسوس ہو رہی تھی "ایک بات ہے۔ بلکہ ایک مسئلہ ہے وہ مجھے حل کرنا ہے۔ اور میں نہیں جانتی کہ وہ کیسے حل ہوگا؟"

"کیا بات ہے؟ مجھ سے کہو!" ھسیومِن نے کہا۔

"وہ ۔۔ وہ لُوپاؤ کو جانتی ہو تم؟" آہ چین نے پوچھا۔

"ہاں" ھسیومِن دھیمے سے مسکرائی۔

"وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے"

"آج کل؟ ان حالات میں لُوپاؤ شادی کرنا چاہتا ہے۔" ھسیومِن حیران رہ گئی۔

اس نے کئی بار مجھ سے کہا ہے کہ ۔۔۔ وہ ۔۔ وہ" اور وہ خاموش ہو گئی۔

اسے اپنا مفہوم ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ "وہ بہت اچھا آدمی ہے ۔۔۔ اتنا اچھا کہ ۔ میری توقع سے بھی زیادہ ۔۔۔ پھر۔ وہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے، تندرست، خوبصورت، ہنس مکھ اور پھر اس کی شادی بھی ابھی تک نہیں ہوئی ۔۔۔ لیکن میری شادی ہو چکی ہے، میں بیوہ ہوں" وہ تمام اعتراضات بتلانے لگی، اور آہستگی سے چٹائی پر بیٹھ گئی۔

"تو تم اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتیں" حسین نے کہا۔

"مگر یہ ناممکن ہے ۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا" آہ چین نے سر ہلایا اور خاموش ہو گئی۔ پھر آپ ہی آہستہ آہستہ بڑبڑانے لگی "آخر اس سے شادی کس طرح ہو سکتی ہے۔ میں اس سے شادی کس طرح سے کر سکتی ہوں۔ حسین تم کو تو سب حالات معلوم ہیں۔ ابھی چند دن پہلے جو ذلتیں میں نے اٹھائی ہیں تم تو اُن سے واقف ہو۔ اور سب لوگ میری حرکتوں کو جانتے ہیں۔۔۔ اگر ٹوپاؤ مجھ سے شادی کر بھی لے تب بھی کیا ہوگا۔ سب لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے۔۔۔۔ وہ طنز کا نشانہ بن جائے گا۔ تضحیک کا مرکز بن جائے گا۔۔۔۔ وہ ۔۔۔ وہ بہت اچھا آدمی ہے اور میں اسے کوئی تکلیف پہنچانا نہیں چاہتی"۔

"تو تم نے اس سے کیا کہا۔"

"میں نے اسے یہ سب باتیں بتا دیں"۔

"پھر وہ کیا بولا!"

"اس نے کہا۔ ماضی پر خاک ڈالو۔ بھوکے آدمی کو زندہ رہنے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ اس نے کہا کہ تم جیسی بھی ہو۔ میری ہو۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اور۔ اور بس یہی کہا اس نے"

"پھر تو ٹھیک ہے۔ جب سب واقعات اس کے علم میں ہیں۔ اور وہ اتنا فراخ دل ہے کہ ان تمام باتوں کو جاننے کے باوجود وہ تم سے شادی کرنے کو تیار ہے۔ تو تمھیں کیا اعتراض ہے۔ پھر تمھاری شادی میں تو کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔ اگر تم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو۔ پھر تو ٹھیک بات ہے"

"نہیں ! یہ اس قدر آسان بات نہیں ہے"۔ آہ جین نے کہا۔ اس کے دوست مذاق اڑائیں گے ۔ اس شادی پر ہنسیں گے اور وہ بھی پچھتائے گا۔ اس کی زندگی اجیرن ہو جائے گی اور ہماری سرّتوں کے تمام خواب بکھر کر رہ جائیں گے

" تم تو بہت دور کی باتیں سوچ رہی ہو"۔ ھسیُومن نے کہا " تم اس انداز سے سوچ رہی ہو کہ آئندہ حالات بدل جائیں گے ۔ یہ دن ختم ہو جائیں گے ۔ زندگی پُرسکون ہو جائے گی ۔ یہ تلخیاں اور چھوٹے چھوٹے حادثات فراموش کر دیئے جائیں گے ۔ ہنسی خوشی زندگی بسر کرنا ہوگی ۔ ہونہہ ۔ ہمارے کیمپ کے کتنے مہاجر اب اس قابل رہ گئے ہیں کہ وہ پہلے جیسی آزاد زندگی بسر کرسکیں ۔ میرا خیال ہے کہ لوٹیا وتم سے شادی کر کے کبھی نہیں پچھتائے گا ۔ ۔ ۔ "

" ہونہہ ۔ تمھاری عمر ہی ابھی کیا ہے ۔ عورت اور مرد کے ازدواجی تعلقات کیا ہوتے ہیں ۔ یہ تم کیا جانو " آہ جین نے کہا۔ اگر وہ اپنی وقتی طمانیت کے لئے مجھے حاصل کرنا چاہتا ہے تو کوئی بات ہو سکتی تھی ۔ اور اس کا کوئی مطلب بھی سمجھ میں آسکتا تھا ۔ لیکن وہ ایسا آدمی نہیں ہے ۔ وہ اس معاملے میں بہت سنجیدہ ہے"

" میری تو خاک سمجھ میں نہیں آرہا ہے ۔ تم کہنا کیا چاہتی ہو اور وہ کرنا کیا چاہتا ہے " ھسیُومن نے کسی قدر بیزاری سے کہا ۔

میں تم کو پورا واقعہ سنائے دیتی ہوں ۔ ہم دونوں نے اس مسئلہ پر کئی مرتبہ گفتگو کی ۔ شروع شروع میں تو میں سمجھتی رہی کہ وہ صرف میرا جسم حاصل کرنا چاہتا ہے ۔ وہ مجھ سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے ۔ اور چونکہ وہ غریب ہے ۔ اس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اس لئے وہ اپنے میٹھے لفظوں کے جال میں مجھے پھانسنا

چاہتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ مجھے احساس ہوا کہ میں غلط سوچتی رہی۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں اور وہ کئی مرتبہ تنہائی میں ملے۔ لیکن وہ شرماتا رہا۔ اسی طرح میٹھی میٹھی باتیں کرتا رہا۔ اور سنجیدگی کا دامن کبھی اس کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ تم ہی بتاؤ۔ سیمن۔ آخر اس کا مطلب کیا ہے؟ آخر ان تمام برائیوں کو جانتے ہوئے جو مجھ میں موجود ہیں، ان تمام خرابیوں سے واقف ہونے کے باوجود وہ میری عزت کیوں کرتا ہے؟ وہ مجھ سے محبت کیوں کرتا ہے۔ اور اسی لئے آخری بار میں نے اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں اس کی محبت کے قابل نہیں ہوں ......

میں اس سے شادی کرنے کے لائق نہیں ہوں"

"تم نے انکار کرنے کا بالکل تہیہ کر لیا ہے؟"

"میں۔ میں ... کچھ نہیں کہہ سکتی۔ میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے جیسے میں دو حصوں میں بٹی ہوئی ہوں۔ میں اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میں اسے پسند کرتی ہوں۔ اس سے محبت کرتی ہوں اور اس لئے میں اس سے شادی نہیں کر سکتی۔ مجھے اس سے محبت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے ....

ابھی وہ یہی جملہ کہہ رہی تھی کہ ٹوپاؤ تے جھاڑی سے سر نکال کر اندر جھانکا سیمن نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے جلدی سے آہ چین کو ٹھوکا دیکر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ آہ چین مڑ کر دیکھنے لگی۔

"اوہو۔ آہ چین" ٹوپاؤ نے خوش ہو کر کہا۔ "میں اور آہ تو دونوں ہاتھی جلسہ سے بھاگ آئے"

"چینگ چی ملا تھا۔؟" سیمن نے سوال کیا۔

"ہاں - وہ وہاں تھا - شاید اب بھی وہ وہیں موجود ہوگا۔" ٹوپاؤ نے کہا۔
"لٹوپاؤ!" آہ چین بولی "اگر انھوں نے تم کو اس جلسہ سے غائب دیکھا تو، تو کچھ بُرا تو نہیں ہوگا؟"

"نہیں! اس سے کچھ نہیں ہوگا۔ اول تو وہاں مجمع بہت زیادہ ہے۔ ایک آدھ آدمی کی غیر موجودگی سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ میں اس وقت چھٹی پر ہوں۔ کام سے فرصت ہے۔" ٹوپاؤ نے سیکومن کی طرف مڑ کر دیکھا اور پھر آہ چین سے مخاطب ہو کر بولا "مجھے تم سے ایک بات کرنا تھی۔ ذرا تنہائی میں۔ کیا ہم الگ چل سکتے ہیں؟" ٹوپاؤ کا چہرہ شرم سے سرخ ہوگیا تھا سیکومن اس کی گھبراہٹ اور شرم دیکھ کر ہنس پڑی۔ آہ چین ایک لمحہ کے لئے ہچکچائی اور پھر اٹھ کر اس کے ساتھ باہر چلی گئی۔!

جیسے ہی وہ تنگ راستے میں پہنچے ٹوپاؤ نے اسے روک لیا "تم سے رخصت ہونے کے بعد سے اب تک میں تمھارے ہی بارے میں سوچتا رہا۔ آہ چین تم نے کہا تھا کہ آئندہ ملاقات پر تم مجھ کو جواب دیدوگی۔ بولو، اب بتاؤ تمھارا کیا فیصلہ ہے؟"

آہ چین خاموش رہی۔ وہ دونوں پھر چلنے لگے۔ چلتے چلتے وہ اس حصہ میں پہنچ گئے جہاں آہ چین مقیم تھی۔ وہ دونوں چٹائی کے پاس کھڑے ہوگئے"

"تم کو آخر جلدی کیا پڑی ہے؟" آہ چین بولی۔ "ویسے ٹوپاؤ... میرا خیال ہے کہ... میں... تمھارے لئے موزوں نہیں ہوں"

"آہ چین تم ہمیشہ یہی بات دہرا دیتی ہو" وہ چٹائی پر بیٹھ گیا: "مجھے صرف یہ بتاؤ کہ تم مجھ

سے شادی کروگی یا نہیں کروگی۔
"یہ صرف اقرار یا انکار کی بات نہیں ہے۔ مجھے دراصل تمہاری فکر ہے" آہ چین نے
دبے لفظوں سے کہا اور زبردستی سکرانے لگی۔
"لوپاؤ" وہ بولی "تم کو اچھی سے اچھی لڑکیاں مل جائیں گی۔ میں تمہاری شادی
کرادوں گی۔" اور اس نے لوپاؤ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔
لوپاؤ کا ہاتھ کانپنے لگا۔ اس نے آہ چین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔
"میں صرف تمھیں چاہتا ہوں"
آہ چین نے اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں جھانکا اور اس کے ذہن میں ماضی کی یادیں
ابھرنے لگیں۔ اسے وہ دن یاد آگئے جب وہ جوان تھی حسین تھی، جب اس نے
پہلی بار محبت کی تھی۔ اسے وہ پیارے پیارے دن یاد آگئے۔ اس کا دل زور
سے دھڑکا۔ اس کی رگوں میں خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ اس کا سانس تیز
ہوگیا۔ اس نے لوپاؤ کو لپٹا لیا۔ اور بڑے جذباتی انداز میں اسے چومنے لگی۔
دونوں اسی طرح بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد لوپاؤ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اور بولا "میں
کمپ سپروائزر سے بات کراؤں"
"اس قدر بے چین مت ہو" آہ چین نے سر ہلایا۔
نہیں! ہم کو جلد از جلد شادی کر لینا چاہیئے۔ جتنی بھی جلدی ہو سکے بہتر ہے۔" اس
نے آہ چین کو لپٹا لیا اور اس کے کان میں آہستہ سے کہنے لگا۔ آخر ہماری شادی
کیوں نہ ہو۔ بولو"
آہ چین لوپاؤ کے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرتی رہی اور لوپاؤ اس کے

جسم پر ہاتھ پھیرتا رہا۔ آہ چین اسے یہ بتانا چاہتی تھی کہ پیار کرنے کے مقصد ہمیشہ محبت نہیں ہوتا۔ دوستی اور ہمدردی کے اظہار کے لئے بھی یہی طریقہ ہوتا ہے۔ اسے لوپاؤ کے بھولے پن پر بڑا ترس آیا۔ وہ کتنا معصوم اور سیدھا سادا ہے۔ اس کا جی چاہا کہ وہ بھی اسی کی طرح ہو جائے۔ وہ لوپاؤ کو بتا دے کہ وہ شادی کے لئے اب تک آمادہ نہیں ہے۔ لیکن وہ اس کا دل توڑنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اس کے نظریہ محبت کو جھٹلانا نہیں چاہتی تھی۔

اسے خیال آیا کہ یہ نظریہ محبت کتنا معصوم ہے ـــــ کیسا ناتجربہ کار ــــ الھڑ .. وہ خود بھی کبھی ایسے ہی سوچتی تھی۔ وہ بھی ایسی ہی الھڑ، نادان اور معصوم تھی۔ اس وقت اس نے شوہر کے بوسوں کے علاوہ اور کسی کا پیار نہیں دیکھا تھا ... مگر ... !"

"آہ چین" لوپاؤ نے اس کے خیالات کے تانے بانے بکھیر دیئے "مجھے معلوم ہے میں غریب ہوں، بالکل قلاش۔ مجھے تم سے شادی کی درخواست نہیں کرنا چاہئے تھی۔ میں خاندان کا بوجھ فی الحال برداشت نہیں کر سکتا۔ میں خرچ کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ اور جب تک ہم اس مہاجر کیمپ میں مقیم ہیں ہم میاں بیوی کی سی زندگی بسر نہیں کر سکتے لیکن ان تمام باتوں کو جاننے کے باوجود میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ میں ہمیشہ مفلس نہیں رہوں گا۔ میں جوان ہوں، صحت مند ہوں، اور ہم تم خوشی کی زندگی بسر کر سکیں گے۔

"خوشی کی زندگی؟" آہ چین نے سر ہلایا" مجھے اس کا کوئی خیال نہیں ہے۔ میں بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتی ہوں جس قدر تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ اس معاملے میں اصل رکاوٹ میرا ضمیر ہے۔ میں جانتی ہوں کہ میں تمھاری گھریلو بیوی نہیں بن سکتی میں تمھارے قابل نہیں ہوں ـــ"

میں نے تم سے ہزار بار کہا ہے کہ مجھے تمھارے ماضی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اچھا گزرا یا برا جیسا بھی گزرا گزر گیا۔ تم مجھے صرف ہاں کہو یا نہ۔ تم مجھے انتظار کی اذیت میں مبتلا نہ کرو۔ جواب دو، ابھی، اسی وقت۔ خواہ انکار ہی کردو" لوٹپاؤ نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ وہ خاموش بیٹھی رہی۔ وہ اسے تکلیف نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اس لئے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔ اور وہ خود بھی اس سے محبت کرتی ہے۔ لیکن ... یہ شادی کامیاب ہوسکے گی ... اسے یقین نہ تھا۔ ممکن ہے وہ کچھ دنوں بعد اس سے تھک جائے۔ جب اس کو تمام چیزیں حاصل ہوجائیں۔ تو وہ اس کو چھوڑ دے۔ آہ چین کو بڑا ڈر لگا۔ وہ اس کی محبت کی پیش کش سے انکار نہ کرسکی۔ اس نے اقرار میں سر ہلایا۔

"آہ چین" وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ میں ابھی جاکر سپروائزر سے بات کرتا ہوں۔ پھر ہم لوگوں کی شادی ہوجائے گی۔ لیکن ہم شادی کیسے کریں گے۔ وہ پھر اداس ہوگیا۔

"ہمارے پاس پیسہ تو ہے نہیں" وہ ہچکچایا۔

"آرام سے بات کرو، گھبراؤ مت۔ ابھی تو کچھ دن لگیں گے ..." وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"مجھے بہت جلدی ہے۔ ہم کو جلدی ہی کچھ کرنا ہوگا" لوٹپاؤ کو ڈر تھا کہ کہیں زندگی کا دامن اس کے ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے۔ جس طرح "ریت گھڑی" (شیشۂ ساعت) میں سے ریت پھسلتی رہتی ہے اسی طرح اس کے ہاتھوں سے زندگی نہ پھسل جائے۔ اس لئے کہ یہ بند تو موت کا گھر تھا۔ موت کا کھیت تھا۔ وہاں موت اگا کرتی تھی ..."

انھیں قانون کے مطابق عدالت میں شادی کی درخواست دینا تھی ۔ اور پرانی رسموں کے مطابق انھیں بزرگوں کی روحوں کے سامنے عبادت کرنا تھی اور ایجاب وقبول کرنا تھا ۔
ٹوپاؤ اس دوسرے طریقہ کو ہی پسند کرتا تھا ۔ اس میں زیادہ رومان تھا ۔ لیکن وہ کس سے مشورہ کرتا ؟ آہ جین اب اس بات پر خاموش تھی ۔ وہ اب ٹوپاؤ سے شرما رہی تھی اس آدمی سے جو اس سے محبت کرتا ہے ۔ جس نے اسے نئے سرے سے امنگیں خواہشیں اور آرزوئیں دی تھیں ۔ جس نے اسے نئی زندگی واپس دی ۔ جس نے اس کی عزتِ نفس واپس دلا دی تھی ۔ جو اس سے میٹھی میٹھی نرم نرم باتیں کرتا ہے ۔ وہ اس سے شرما رہی تھی ۔ ۔ ۔

اب جانے کا وقت ہو گیا ہے ۔ ٹوپاؤ نے کہا کہ وہ اس مسئلہ پر اپنے دوستوں سے مشورہ کرے گا ۔ اگر انھوں نے کوئی جواب دے دیا تو ٹھیک ہے ۔ ورنہ کل تم سے ملوں گا ۔

"اچھی بات ہے" آہ جین مسکرائی ۔ "ویسے اس قدر گھبراہٹ یا جلد بازی کی ضرورت نہیں ہے سب کام آہستہ آہستہ ہو جائے گا ۔"

بند پر باجے بج رہے تھے ۔ ڈھول تاشے اور بند کی آواز ہر طرف گونج رہی تھی دریا کے شور کے ساتھ یہ آوازیں مل جل کر ایک عجیب دردناک اور مضحکہ خیز ماحول پیدا کر رہی تھی ۔ آسمان پر گہرے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے ۔ ہوا بند تھی ، حبس کا عالم تھا ۔ مزدور بارش کے خوف سے لرز رہے تھے ۔ مسلح فوجی ہتھیاروں سے لیس تیار کھڑے تھے ۔ سیکشن نمبر دو کے جھگڑے کے بعد سے مزدوروں میں اضطراب اور بڑھ گیا تھا ۔ وہ تعداد میں ان فوجیوں سے بہت زیادہ تھے ۔ اور اس وقت سخت غصہ

میں تھے ۔ ایسی حالت میں وہ بند کو تباہ کر سکتے تھے ۔ جس سے ہانکاؤ کے دس بارہ لاکھ آدمی یقیناً مر جاتے"۔

اس تعزیتی جلسے کا مقصد ان مزدوروں پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اس حادثے پر بہت زیادہ غمگین ہیں اور ان کو اتنی جانوں کے ضائع ہونے کا بہت قلق ہے ۔ لیکن ! مزدور اب کمیونسٹوں کی ان گھسی پٹی چالوں کو خوب جان گئے تھے ۔ وہ ان پرانی چالوں میں نہیں آسکتے تھے ۔ اور مسلح فوجیوں کی موجودگی ان کی اس جھوٹی ظاہرداری کی گواہ تھی ۔ وہ آخر ان پر اعتماد کس طرح کرتے سامنے بندوقیں تھیں اور پیچھے موت پھر بھروسہ کیسے ہو؟

" ہونہہ چوہے کو مار کر گوبر لگھا رہے ہیں " کسی نے طنز سے کہا ۔

۱۸ ار سے ۲۵ ر اگست تک پانی مسلسل گھٹتا رہا تھا اور ۲۰ ر اگست کو پانی اتر کر اس سطح پر آگیا تھا ۔ جو ۱۹۳۱ء کے سیلابوں کی آخری حد تھی ۔ دن رات کے شگافوں نے لوگوں کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی ۔ اب لوگ بند ٹوٹنے کے خیال سے اس قدر پریشان نہیں ہوتے تھے ۔ اور جب کبھی بھی موقع مل جاتا وہ ادھر ادھر گھومتے پھرتے اور گپیں ہانکا کرتے ۔ عام طور سے ان کا موضوع گفتگو عورت ہی ہوتا تھا ۔

سوکینگ سینگ اب بالکل بدل گیا تھا ۔ اس کی تبدیلی بڑی حیران کن تھی ۔ گروپ فورمین کی حیثیت سے آج تک اس نے اس بند پر جو خدمات انجام دی تھیں ۔ ان کے پیش نظر وہ ممکن تھا ۔ " مثالی مزدور " یا " ہیرو " منتخب ہو جاتا ۔ لیکن اس کا خیال تھا کہ اس سے کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا ۔ سوائے اس کے کہ عام مزدور اسے ناپسند کرنے لگے تھے ۔ اور اس سے کھنچے رہتے ۔ گروپ فورمین کی حیثیت سے

اس کی جان کو دوسروں کی نسبت کم خطرہ تھا۔ لیکن وہ مزدوروں کی نفرت بھری نگاہوں کا کیا علاج کرتا؟ وہ اس طرح سب سے الگ تھلگ نہیں رہنا چاہتا تھا۔ وہ قربانی کا بکرا نہیں بننا چاہتا تھا۔ جب نمبر دس (۱۰) میں جھگڑا ہوا تھا تو اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ وہاں کے مزدوروں نے مل کر اپنے فورمین کو پانی میں دھکیل دیا تھا۔ اس حادثہ نے اس کے تمام خواب بکھیر دیئے تھے۔ وہ ڈرنے لگا تھا۔ کہ شاید کسی دن اس کی باری بھی آجائے۔ ایک مہینہ کے عرصہ میں اس کے گروپ کے بیس سے زیادہ آدمی مر چکے تھے۔ دریا کے پانی کو عام سطح پر گرنے کی امید نومبر سے پہلے نہیں تھی۔ اس لئے سوکینگ سینگ اپنے مستقبل کے بارے میں بہت غور و فکر کرنے لگا تھا۔ وہ اس مسئلہ پر عموماً چین کوانگ چینگ سے گفتگو کرتا۔ اور اس کے ساتھ مل کر بھاگ نکلنے کی ترکیبیں سوچا کرتا تھا۔

چین کوانگ چینگ کا پلان تھا کہ" وہ ایک کوآپریٹو بینک میں ڈاکہ ڈالیں۔ اس کا خیال تھا کہ کوآپریٹو بینک کو لوٹنا بہت آسان ہے۔ وہاں سے کم ازکم ایک کروڑ ڈالر بڑی آسانی سے مل سکتے ہیں۔ اس کے بعد وہاں سے بھاگا جائے۔" سوکینگ سینگ کو اس پلان سے بنیادی اختلاف تھا۔ وہ ڈاکہ ڈالتے وقت گرفتاری وغیرہ سے دوچار ہونا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے کہ اس حالت میں ان کے پکڑے جانے کا امکان بہت زیادہ تھا۔ اور صحیح سلامت بچنے کے مواقع کم تھے۔ سوکینگ سینگ کا کہنا تھا کہ روپیہ حاصل کر کے بھی اگر ہم بھاگ نہ سکے اور گولیوں کا نشانہ بن گئے تو اس روپے کا کیا ہوگا۔ وہ دو دن تک مسلسل گفت و شنید کے بعد بھی کوئی لائحہ عمل متعین نہیں کر سکے تھے۔

تعزیتی جلسہ کے موقع پر جین کوانگ مینگ آہستہ سے سوکیننگ سینگ کی طرف آیا اور آہستہ سے بولا۔

" گروپ نمبر اٹھائیس میں ایک نئی مصیبت کھڑی ہونے والی ہے "۔

" تم سے کس نے کہا؟ کیا ہونے والا ہے ؟ " سُو نے سوال کیا۔

" مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ میرے اپنے آدمی نے اطلاع دی ہے "

" وہ لوگ بند کو ڈھانے کی اسکیم بنا رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ تو وہ ہیں جن کو کمونسٹوں نے مارا پیٹا ہے۔ وہ اب زیادہ عرصہ یہ جبر برداشت نہیں کر سکتے "۔

سوکیننگ سینگ خاموش رہا۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ اور اپنا گال سہلانے لگا۔

" ان کے ساتھ ملنے کا ارادہ ہے " جین نے سوال کیا۔

سو تھوڑی دیر خاموش رہا اور پھر انکار میں گردن ہلا دی اور بولا " اتنے بہت سے فوجیوں، پہریداروں اور سپر وائزروں کی موجودگی میں ان کی کامیابی کی توقع بہت کم ہے۔ اور اگر وہ کامیاب ہو گئے تو اس سے ہزاروں کو نقصان تو پہنچے گا۔ فائدہ کسی کو نہ ہو گا۔

" بہرحال ہم کو یہاں سے فرار ہونا چاہئے۔ " جین نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ ہم یہاں سے بھاگ کر کیو کیانگ یا انگنگ چلے جائیں گے اور وہاں چھپ رہیں گے کچھ عرصہ وہاں رہیں گے۔ وہاں ہم کو کوئی نہیں جانتا ہے۔ پھر ہم آگے نکل جائیں گے ..... اور "۔

" میرا خیال ہے کہ یہ بات اس قدر آسان نہیں ہے " سُو نے ٹوکا " میرا اب بھی وہی خیال ہے۔ بینک میں ڈاکہ ڈالنے کے بجائے۔ اگر ہم کسی کے گھر چوری کریں تو

ہم کو ایک دو لاکھ ڈالر مل جائیں گے۔ اس میں پکڑے جانے کا خطرہ بھی نہیں ہے۔ اور یہ رقم دو چار مہینے کے لئے کافی ہوگی۔ اتنے عرصے ہم کہیں ہانگ کانگ میں چھپ رہیں گے اور جب سیلاب ختم ہوجائے گا تو ہم بھاگ نکلنے کا پروگرام بنالیں گے۔

"ہانگ کانگ میں چھپے رہیں گے؟" چین نے مذاق اڑایا "واہ واہ، خوب کہا، یہاں تو پکڑے جانے کا خطرہ سب سے زیادہ ہے اگر کسی فوجی کی نظر پڑگئی پھر تو چھٹی ہی ہے" "کچھ نہ کچھ خطرہ تو بہرحال ہوگا۔ اس کے علاوہ کمیونسٹ فوجیوں کے پاس جادو کا ڈنڈا تو ہے نہیں کہ آپ چھپے ہوں گے۔ تو انہیں علم ہوجائے گا۔"

اس کے علاوہ شہر میں میرا ایک دوست ہے۔ مجھے اس پر پورا بھروسہ ہے۔ ہم کچھ عرصہ اس کے یہاں چھپ سکتے ہیں۔ وہ بہت اچھا آدمی ہے۔ اور اگر ہم اسے یہ بات بتادیں گے۔" ہمارے پاس تھوڑا سا روپیہ تھا۔ اور ہم مہاجر کیمپ سے علیحدہ ہونا چاہتے تھے۔

تو وہ ہم کو کھانا وغیرہ مہیا کردے گا۔ میرا خیال ہے کہ اسے بھی مجھ پر اعتبار ہے۔ اگر ہم ذرا ہوشیاری سے کام لیں اور خواہ مخواہ ادھر ادھر ٹانگ نہ اڑائیں تو چند مہینے وہاں بڑی آسانی سے کاٹے جاسکتے ہیں" سو کینگ سینگ رک گیا "یونہی بھاگنے کی کوشش کرنے سے یہ منصوبہ بہتر ہے۔"

"لیکن میں اس منصوبے کو غلط سمجھتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ ہانگ کانگ میں تو چند دنوں کے لئے بھی رہنا موت کو دعوت دینے کے برابر ہے" چین کوانگ چینگ نے اس کی رائے سے اختلاف کیا "میں یہ جانتا ہوں کہ میرا منصوبہ خاصا خطرناک ہے۔ اور اس میں بڑی دلیری اور ہمت کی ضرورت ہے لیکن وہ اچھا ہے۔ اگر ہمارے پاس ایک کروڑ ڈالر نقد ہوئے تو ہم کچھ تجارت وغیرہ بھی کرسکیں گے اور دریا کے کنارے کسی

شہر میں بس جائیں گے۔ اس طرح ہم شاید بچ جائیں۔"

"خیر، چھوڑو، پھر بات ہوگی۔ اگر گروپ نمبر اٹھائیس (۲۸) نے اس سے پہلے بند تباہ کردیا تو پھر سب کے سب آسانی سے ڈوب جائیں گے۔ اور بھاگنے وغیرہ کی وقت سے نجات مل جائے گی۔ ورنہ بصورت دیگر پھر دیکھا جائے گا۔"

اور ٹھیک اس وقت گروپ نمبر اٹھائیس (۲۸) کے لوگ بند کو بارود سے اڑا دینے کے لئے سرنگیں کھود رہے تھے۔ تاکہ پشتہ اور بند ایک ساتھ تباہ کیا جاسکے۔ وہاں ہر شخص یہ کام کرنے پر تلا ہوا تھا۔ اور اس کے لئے جان کی بازی لگا دینے پر راضی تھا۔ لیکن وہ پکڑے گئے۔ اور یہ معاملہ ختم ہوگیا۔ اس منصوبہ کی ناکامی کی خبر شام کو سوکینگ سینگ کو مل گئی۔ وہ یونہی بے خیالی سے دریا کو دیکھنے لگا۔ وہ اس وقت بھاگ جانے کے پروگرام پر غور کر رہا تھا۔ اور تمام ممکن خطرات سے بچنے کی تدابیر سوچ رہا تھا۔ وہ اب اس عمر کو پہنچ گیا ہے۔ جہاں آدمی خاصا محتاط ہوجاتا ہے۔ اور ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے لگتا ہے۔

چین کوانگ چینگ کو ہیڈکوارٹر طلب کرلیا گیا۔ اور پھر وہاں سے واپس نہیں لوٹا اپنے ساتھی کے بچھڑ جانے سے سوکینگ سینگ کی ہمت ٹوٹ گئی۔ وہ پھر سیلاب کے مقابل جا ڈٹا۔ ایسے مقابلہ کے لئے جس کے انجام سے وہ بالکل لاعلم تھا، بے خبر تھا۔!

۱۴

۷ر اگست کی دوپہر کو چنگ چی کام پر لوٹ آیا۔ وہ کوانگ چنگ کی جگہ اسکویڈ فورمین مقرر ہو گیا تھا۔ چین ہیڈ کوارٹر سے واپس نہیں لوٹا تھا۔ چنگ چی اپنے کمپ سے بڑی بددلی سے روانہ ہوا تھا۔ اس لئے کہ ھسیئومن کی حالت بہت خراب تھی۔ اور وہ روز بروز کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے اس کی زندگی رفتہ رفتہ گھٹتی جا رہی ہے۔ چلتے وقت جب وہ اس سے رخصت ہونے لگا تو ھسیئومن نے اسے بلایا۔ اور کہا، چنگ چی اپنا خیال رکھنا۔ تم اپنے خاندان کے اکلوتے فرد ہو۔ اس لئے خواہ مخواہ تنگافوں کو پاٹنے کی کوشش میں اپنی صحت مت خراب کرنا۔ مجھے اس بیماری سے بچنے کی امید بہت کم ہے۔ مجھے اگر کچھ ہو جائے تو یہ یاد رکھنا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور میری خواہش ہے کہ تم

زندہ رہو، اچھے رہو، سکھی رہو، وہ خاموش ہو گئی ۔ اس کا دل بھر آیا۔ چنگ چی نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن اس کے ہونٹ لرزنے لگے ۔ اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی ۔ وہ چپ چاپ وہاں سے چلا آیا ۔ اور اب یہ الفاظ اس کے دماغ میں گونج رہے تھے ۔

بند پر آ کر اس نے دیکھا کہ یہاں بہت سی تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ سُوکینگ سینگ جو پہلے شفقت سے پیش آتا تھا ۔ جیسے وہ اس کے باپ کی جگہ ہو ۔ وہ اب اس سے کھنچا کھنچا اور علیحدہ رہنے لگا تھا ۔ اور بڑی سرد مہری سے پیش آتا تھا۔ چنگ چی نے اگر کبھی اس سے بات کرنا چاہی بھی تو اس نے ہمیشہ یونہی ٹال دیا ۔ اس کے علاوہ چنگ چی کو محسوس ہوا جیسے اب مزدور کچھ اس کے خلاف ہو گئے ہیں۔ بلکہ ایک روز اس نے اپنے کانوں سے سنا۔ ایک شخص کہہ رہا تھا ۔

" لعنت ہو اس پر سالے کو کسی دن اٹھا کر دریا میں پھینک دوں گا۔ " وانگ چنگ چی اس شخص کی آواز نہیں پہچان سکا۔ لیکن دوسرے مزدوروں کی طرف سے اس جلسے کا جس طرح پرجوش خیر مقدم کیا گیا تھا ۔ اس کو دیکھ کر وہ سہم گیا ۔ اسے خیال آیا کہ یہ تمام لوگ کومنتاں اور ان کے چھوڑے ہوئے پالتو کتوں سے سخت نفرت کرتے ہیں ۔ اور چونکہ وہ اب فورمین بن گیا ہے اس لئے اس کو بھی کومنتاں کا جاسوس سمجھتے ہیں چنگ چی فوراً سوکینگ سینگ کے پاس پہونچا اور بولا " مجھے اس عہدے سے ہٹا دو میں فورمین ہونا نہیں چاہتا "

" جب تک میں زندہ ہوں یہ نہیں ہو گا ۔ انتظار کرو " سوکینگ سینگ نے آہ بھری " میں اب مجسّم شیطان بن گیا ہوں ۔ ہر طرف سے مجھ پر لعنتوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔

میرے افسر مجھ سے ناخوش ہیں۔ اور میرے ماتحت میرے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ اس لئے مجھے خود زیادہ جینے کی امید نہیں رہی ہے۔"

چنگ چی حیران رہ گیا۔ وہ خاموش کھڑا رہا۔ آخر بولا۔ "چچا سو۔ مجھے یہاں سے گئے ہوئے صرف چند ہی دن ہوئے ہیں۔ آخر حالات اس قدر کیسے بدل گئے۔ اب تو ہر چیز پہلے سے مختلف نظر آتی ہے۔"

جب آدمی موت کے منہ میں پہنچ جاتا ہے صاحبزادے تو اسے کوئی خوف نہیں رہتا۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کے بعد پھر ڈر کا کیا کام ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مجھے دریا میں پھینک دیں" سُوکینگ سینگ نے قہقہہ لگایا۔ "شاید ٹھیک ہی ہو۔ یہی بہتر ہو۔"

چنگ چی حیران تھا۔ وہ پشتے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے دل کو یقین تھا کہ سیلاب تیزی سے گھٹ رہا ہے۔ اور اگر زیادہ پانی نہیں آیا تو آئندہ ہفتہ تک سیلاب ختم ہو جائے گا۔ دریا اپنی عام سطح پر بہنے لگا۔ بس اب سیلاب اپنے آخری دور میں ہے۔" اس نے سوچا" ہنگامی حالات جلد ختم ہو جائیں گے۔ اور اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آخر سیلاب کے آخیر میں لوگ اس قدر وحشی کیوں ہو گئے ہیں۔۔۔

لیکن یہ ہنگامی حالات کا آخری دور نہ تھا۔ وانگ اپنے خوابوں میں مست تھا۔ یہ دراصل اس کی سمجھ کا پھیر تھا۔ وہ یہ بھول گیا تھا کہ بند ان مسلسل جھٹکوں سے بالکل خستہ ہو چکا ہے۔ اور سیلاب کے دب جانے کے بعد بھی اس کے گرنے کا خطرہ باقی تھا۔

مزدوروں کے سپرد نئے کام ہونے لگے۔ بیشتر کو پشتے پر لگا دیا گیا تھا۔ تاکہ پشتہ اور مضبوط بنایا جا سکے۔ اور بقیہ بند کے شگاف پاٹنے کے لئے مٹی ڈھونے پر مامور تھے بند کسی قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے بوڑھے کی طرح ہزاروں قسم کی بیماریوں میں مبتلا تھا؛ بند کی مرمت تشفی بخش اس وقت تک نہیں ہو سکتی تھی۔ جب تک کہ سیلاب ختم نہ ہو جائے چھوٹے موٹے شگاف بند کے ہر حصہ پر روزانہ نمایاں ہوتے رہتے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ چنگ چی کا تجربہ بڑھتا گیا۔ وہ اب خطرہ کی علامتیں سمجھنے لگا تھا۔ وہ اب جانتا تھا کہ اگر کوئی شگاف فوراً نہ پاٹا جائے تو بند کے لئے کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ لاؤڈ اسپیکر سے مزدوروں کو آگاہ کیا جانے لگا کہ "پانی کا ایک نیا ریلہ آنے والا ہے۔ اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیے۔ یہ ریلہ بڑی تیزی سے اس طرف بڑھ رہا ہے۔ ہوائی جہاز اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

محکمہ موسمیات نے اطلاع بھیجی تھی کہ عنقریب ایک سخت طوفان آنے والا ہے۔ اور یہ تمام باتیں مل کر ایک زبردست ہنگامی حالات کو جنم دینے والی تھیں چنگ چی نے شاسی کے دو مہاجر مزدوروں کو گفتگو کرتے سنا تو وہ اور بے چین ہو گیا۔ یہ دونوں دریائے چینگ کا رخ بدلنے والے دروازے کو گالیاں دے رہے تھے۔

ہونہہ۔ سیلاب کا رخ پلٹ دینے والے دروازے! کیا نام ہے، اسے سبحان اللہ۔ آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ حرامزادے عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے کیسے کیسے نام گھڑ رکھے ہیں۔ اور نتیجہ؟ وہ آپ نے دیکھ لیا۔ ہونہہ!"

اگر یہ دروازے نہ ہوتے تو بہتر ہوتا" کم از کم سیلاب کے پورے زور سے یہ بند تو ٹوٹ ہی جاتا۔" دوسرے نے کہا۔

" چھوڑ دیار" ایک اور شاسی کا مہاجر بولا۔ " تم کو یہ پتہ نہیں کہ اس سیلاب کا رُخ موڑنے والے دروازوں کی بھینٹ کتنے آدمی چڑھ چکے ہیں۔ پورے دو لاکھ آدمی ان دروازوں پر خواہ مخواہ قربان کر دیے گئے ہیں۔ اس لئے کہ ان دروازوں سے پانی دوسری طرف بھی بہنے لگا ہے۔ نتیجے کے طور پر دریائے یانگٹزی کا سیلابی علاقہ اور بڑھ گیا۔ اور چونکہ وہاں کے لوگ اچانک اس آفت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ ان کو تو اس بات کا گمان بھی نہ تھا۔ کہ یہ بلا ان کے سر بھی نازل ہو سکتی ہے۔ اس لئے وہ بے خبری میں مارے گئے۔ انھوں نے اپنے بند بچانے کی ہزاروں کوششیں کیں۔ لیکن بے کار۔ چپہ چپہ پانی سے بھر گیا "

وانگ چِنگ جی ان سیلاب کا رُخ موڑ دینے والے دروازوں کا زیادہ قایل نہ تھا۔ اور ان کو زیادہ مفید نہیں سمجھتا تھا۔ لیکن یہ تو اسے خیال بھی نہ تھا کہ یہ بالکل ہی ناکام منصوبہ ہے۔ بلکہ اس سے الٹا کچھ نقصان پہنچ رہا ہے۔ اسے یہ باتیں سن کر بڑی ناامیدی ہوئی وہ اس صورت حال پر سوچنے لگا۔ سینگ۔ سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اسے گروپ نمبر سترہ (۱۷) میں ادھر ادھر ہر جگہ ڈھونڈا۔ لیکن وہ اسے نہ ملا۔ اسے بڑی فکر ہوئی کہ وہ کہاں چلا گیا۔ اس نے چوؔ سے پوچھا۔

" وہ چھٹی پر ہے ! " چوؔ نے جواب دیا۔ " اور آج کل جب کبھی وہ چھٹی پر ہوتا ہے بند سے غائب ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے کسی عورت کے چکر میں ہو۔۔۔ یا۔۔۔ "

" لیکن پہلے تو وہ ایسا نہیں کرتا تھا " چنگ نے کہا۔

" ممکن ہے پہلے نہ کرتا ہو۔ مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔ پہلے وہ فورمین تھا۔ مزدور اس کی عزت کرتے تھے۔

لیکن۔ اب تو موقع ملتے ہی اس کو جان سے مارنے کی فکر میں ہیں۔"

"اوہ" چینگ چی نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"ارے۔ چینگ چی" چو نے آواز دی "مجھے ایک بات یاد آگئی۔ ابھی چند منٹ پہلے مجھے کامریڈ زوئی نے ہیڈ کوارٹر بلوایا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ٹنگ چینگ کو تلاش کر کے بھیج دوں۔"

"کیوں؟ چینگ چی کا دل دھڑکنے لگا۔

"معلوم نہیں" چو نے کہا۔ لیکن معاملہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"زوئی؟ پورا نام کیا ہے اس کا؟" چینگ نے پوچھا وہ بوکھلا گیا تھا۔ کامریڈ چوانگ کوانگ ہوا کی موت کے بعد سے وہ بہت محتاط ہو گیا تھا۔ اور ہر فوجی سے کترانے لگا تھا۔

اس کا پورا نام زوئی پائی لن ہے۔ وہ ہماری سیکشن کا سپروائزر ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ مل لوں اس سے جا کر۔

"تم جانو۔ وہ یہیں کہیں ہو گا۔ تلاش کرو تو کہیں نہ کہیں مل جائے گا۔ ویسے میں اگر تمہاری جگہ ہوتا تو حتی الامکان اس سے دور ہی رہتا۔ اس لئے کہ ان حرامزادوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔"

وانگ نے یہ بات اپنے ذہن سے نکال دی۔ وہ اس مسئلہ پر چند دوستوں سے مشورہ لینا چاہتا تھا۔ لیکن اسے کوئی شناسا نہ مل سکا۔ اس کے علاوہ کام کے اوقات میں ان کا ملنا بھی خاصا دشوار تھا۔ اور پھر لیشتہ کی مرمت کے اہم کام کے موقع پر کسی کے ملنے کی توقع فضول تھی۔ اس کی بے چینی بڑھتی گئی اور آخر کار وہ زوئی کی بات

جاننے کے لئے بے تاب ہو گیا۔ اس نے کامریڈ زدئی سے ملنے کا تہیہ کر لیا اُسے معلوم ہوا کہ وہ سیکشن نمبر دس میں ہے۔ وہ وہاں پہنچا۔ لیکن کامریڈ زوئی اسے نہ مل سکا اندھیرا پھیلنے لگا۔ اور وہ مجبوراً اپنے سیکشن میں واپس آگیا لیکن اس کا دل اب بھی بے چین تھا۔۔۔

بند کے دونوں طرف روشنیاں جگمگا رہی تھیں۔ ان کا عکس پانی میں تیر رہا تھا چنگ چی کو بند پر اپنی پہلی رات یاد آگئی۔ ہر چیز اسی طرح نظر آرہی تھی۔ لیکن یہ دھوکا تھا نظر کا دھوکا، عقل کا دھوکا، وہ اطمینان اور سکون جو بند پر ایک ماہ پہلے موجود تھا۔ اب بالکل ناپید ہو گیا تھا۔ ایک مہینے کے مختصر عرصے میں انھوں نے سینکڑوں رنجیدہ واقعات دیکھے تھے۔ سینکڑوں صدمے اٹھائے تھے۔ اور یہ سب اس دریا کے کارن تھا۔ یہ دریا ان سب کا مرکز تھا۔ ان کا محور تھا۔ اور اسے اپنی ابتدائی کلاس میں پڑھی ہوئی نظم کے شعر یاد آگئے۔ یہ نظم اس نے اسکول میں پڑھی تھی۔

تھی دہشت آفریں چنگھاڑتی موجوں کی بیباکی — سرِ ساحل سراسیمہ تھی بیراکوں کی پیراکی

ہر اک ریلے میں خونی موت کے قدموں کی آہٹ تھی — فضائے بحر میں پیلِ بلا کی سنسناہٹ تھی

ہوائیں تیز کر دیتی تھیں جب تیور دریڑوں کے — کنارا ہم سے گر کر پاؤں چھوتا تھا تھپیڑوں کے

جدھر پانی کا رخ ہوتا تھا ساحل گرتا جاتا تھا — کسانوں کی عرق ریزی پہ پانی پھرتا جاتا تھا

(دانش)

وہ آہستہ آہستہ ان مصرعوں کو گنگناتا بند پر ٹہلنے لگا۔

"کیا گا رہے ہو چنگ چی" کسی نے پوچھا۔ چنگ چی نے مڑ کر دیکھا۔ وانگ لوپاؤ اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔ چنگ چی اس کو دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھا۔

"کہاں رہے اتنا عرصہ تم۔ بڑے دنوں کے بعد دکھائی دیتے ہو۔"

"میں ڈیوٹی پر ابھی آیا ہوں۔ شکر ہے مجھے دیر نہیں ہوئی۔ ان دنوں بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے اور نہ معلوم کیا چیز اندر ہی اندر مجھے کھائے جا رہی ہے"۔ لڑپاؤ بولا

"تم کیمپ سے کب آ رہے ہو؟" چنگ چی نے سوال کیا "صیومن کی طبیعت کیسی ہے؟"

"صیومن؟" اس نے ماتھے پر بل ڈالے "میرا خیال ہے وہ اب ٹھیک ہے۔ ایسے میں اس سے ملا نہیں۔ میں آہ چین کے پاس تھا۔ اس سے شادی کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔"

"تم واقعی شادی کر رہے ہو؟" چنگ چی نے پوچھا۔

ہم نے طے کر لیا ہے۔ ۲ ستمبر کو ہماری شادی ہو جائے گی۔ یہ دن سٹرتو نے بتایا ہے۔ سٹرتو بڑے اچھے جوتشی ہیں۔ انھوں نے ستاروں کا حساب دیکھ کر یہ شبھ دن نکالا ہے۔ اس دن چاند کی سات تاریخ ہوگی۔ تم جانتے ہو اس دن میلہ ٹھیلہ بھی ہوتا ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے؟ ویسے ہم نے طے کیا ہے کہ ہم کوئی رسم ادا نہ کریں گے۔ صرف عبادت کریں گے اور بزرگوں کی روحوں پر فاتحہ پڑھیں گے بس۔"

"شادی تو بہر حال شادی ہے۔ خواہ کتنی ہی مختصر اور سادہ رسمیں ہوں۔ تم اس سلسلے میں خاصے خوش نصیب ہو کہ تمھاری شادی ہو رہی ہے۔ یہ بات میرے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔" چنگ چی کو اپنی بیمار منگیتر کا خیال آگیا اور خاموش ہو گیا۔

"تم شادی کیوں نہیں کر لیتے آخر کس چیز کا انتظار ہے؟" لڑپاؤ نے سوال کیا۔

"میں کیسے کر سکتا ہوں۔ صیومن تو سخت بیمار ہے" چنگ چی نے نظریں اٹھائیں۔

"میرا تو خیال ہے کہ ہم کبھی میاں بیوی بن ہی نہیں سکتے" اس نے ایک آہ ٹھنڈی بھری

"ہمارے گاؤں میں دو مریض تھے۔ ان کا علاج تو شادی کے ذریعہ ہی ہوا تھا۔ خود

میں نے بزرگوں کو کہتے سنا ہے کہ کسی مریض کی شادی کر دی جائے تو وہ یقیناً اچھا ہو جاتا ہے۔" لوپاؤ نے بتایا "ہم آخر اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔"

"یہ ناممکن ہے" چنگ چی نے سر ہلایا۔ "بغیر دوا کے بیماری کس طرح دور ہو گی جتنی بھی رقم میرے پاس تھی وہ میں نے اس کے دوا دارو پر صرف کر دی۔ لیکن وہ اچھی نہیں ہوئی اور میں کام پر چلا آیا۔۔۔۔!"

"میرا اب بھی وہی خیال ہے۔ تم اس طریقے کو آزما کر تو دیکھو۔ تمھارا حرج کیا ہے۔ ممکن ہے۔ وہ اسی طرح ٹھیک ہو جائے۔ میری ماں کہا کرتی تھی کہ ہمارے چچا کی جان بھی اسی طرح بچی تھی۔۔۔ اور۔۔"

وہ ابھی یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ وانگ آ ہو وہاں آگیا۔ وہ بہت پریشان تھا اس نے بتایا کہ "دس نمبر (۱۰) میں کوئی آفت آگئی ہے۔ اور تھوڑی دیر میں ہنگامی حالات کا کرفیو لگنے والا ہے۔

"ہوا کیا ہے؟" وانگ لوپاؤ نے سوال کیا۔

"پشتے کے کنارے ایک سپروائزر کی لاش ملی ہے۔ اسے کچھ دیر پہلے کسی نے مار ڈالا ہے۔۔۔"

"کون تھا وہ؟" وانگ چنگ چی نے سوال کیا۔

"معلوم نہیں" کچھ لوگ سرگوشیاں کر رہے تھے۔ کہ سنا ہے کہ اس کی گردن میں ایک رسی بندھی ہوئی ہے اور اسے پانی میں ڈبو دیا گیا ہے۔ شاید اندھیرے میں کسی نے ایسا کیا ہو۔"

"خیر۔ چھوڑو" لوپاؤ نے انگڑائی لی "یہ کام ایک آدمی کا تو ہو نہیں سکتا۔ یہ تو کئی آدمیوں

نے مل کر کیا ہوگا۔ معلوم نہیں کس نے کیا ہوگا۔"

"وہ تھا کون آخر۔ کیا کسی کو معلوم نہیں ہے" چنگ جی نے پھر پوچھا۔

معلوم نہیں کون تھا۔ میں خود بھی اس کا نام جاننا چاہتا تھا۔ مگر یہ دریافت کرنا خطرناک بات تھی۔ بہرحال آج رات تفصیلات آ جائے گی۔ یہ شکر ہے کہ یہ معاملہ نمبر دس سیکشن کا ہے۔ ہمارے یہاں کا نہیں۔ ورنہ ہم سب بھی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے"۔

یہ خبر ایک کان سے دوسرے کان میں پہنچتی چلی گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں ہر شخص کو یہ راز معلوم ہو گیا۔ لوگوں میں بے چینی پھیل گئی۔ ان کے تیور کچھ بگڑتے نظر آنے لگے فوجیوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ انھوں نے پورے بند پر قبضہ کر لیا۔ اس نے دیکھا کہ فوجی اکثر اس کے سیکشن میں بھی جمع ہونے لگے۔ اتنے میں اس کی نظر سوکینگ سینگ پر پڑ گئی وہ کھسکتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ سوکینگ سینگ کا چہرہ شراب سے سرخ تھا۔ وہ ایک بانس کے سہارے کھڑا ہوا سستا رہا تھا۔ اس نے لال لال دیدوں سے چنگ جی کو گھورا اور بولا

"کیا بات ہے برخوردار۔۔؟"

"دس نمبر میں کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔ سنتے ہیں کہ ایک سپروائزر۔۔۔"

"ہاں۔ مجھے معلوم ہے" تھو نے ٹوکا "زدئی یا ئی کن کا کسی نے گلا گھونٹ دیا ہے"

"کیا؟ زدئی یائی کن؟" چنگ جی نے گھبرا کر پوچھا۔ "وہ۔۔۔۔"

"وہ کیا؟۔ وہ مر گیا" سوکینگ سینگ چٹائی پر بیٹھ گیا "ہونہہ۔ ایک انسان کے مرنے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ لیکن قتل سے آخر کیا ہوگا؟"

دانگ چنگ جی پریشان ہو گیا۔ وہ زدئی یائی کن کو چند گھنٹے پہلے ڈھونڈھتا پھر رہا تھا۔ اور یہ بات بہت سے لوگوں کو معلوم تھی۔ اس قتل سے اس کو تو کوئی نقصان

ہنیں ہوگا ؟" وہ چاہتا تھا "کسی کو یہ حال سنا کر اس سے مشورہ لے۔ مگر کس سے ؟
وہ کس کو یہ تمام خطرات بتائے۔ وہ آخر کس کو ھیئومن کا حال سنائے، چچا ٹمو۔
مگر وہ اس وقت شراب کے نشہ میں مدہوش ہیں۔"

"چچا ٹمو! کیا تم نے بہت پی ہے۔؟" اس نے دھیمے سے پوچھا۔

"ہونہہ۔ چچا نے ہچکی لی" بہت پی ہے۔ میں نے اپنے دو سونے کے دانت بیچ
دیئے۔ اس سے جو پیسے ملے۔ اس کی میں نے شراب پی اور عورتوں میں گھومتا رہا۔
کیا مزے کا سودا ہے۔ ہا ہا ہا ہا۔ تمہارا چچا سو بڑا تاجر ہے۔ ہے نا۔"

"چچا اب کام کا وقت آگیا ہے" چنگ چی نے کہا۔

"ہوں مجھے معلوم ہے۔ ابھی پورا آدھ گھنٹہ باقی ہے۔" یہ کہہ کر اس نے آنکھیں بند
کر لیں۔ "چنگ چی!" وہ پھر بولا "اپنے بوڑھے چچا کی ایک بات مان لو۔ آج رات
بند سے باہر ہرگز مت جانا۔ چھٹی ہونے کے بعد بھی۔ اس لئے کہ ہر شخص کے صبر کا
پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اب چھلکنے ہی والا ہے۔ شاید کچھ ہو جائے۔ کوئی گڑبڑ ہو جائے"

"ہوں میں سمجھ گیا۔" چنگ چی نے کہا۔ اور پشتہ کے اوپر کے حصہ پر چڑھ گیا پشتہ
بالکل ویران اور خالی تھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ ہلکی ہلکی پھوار
پڑ رہی تھی۔ ہوا بڑی تیزی سے بند پر بھاگ رہی تھی۔ دریا کی روشنی کا عکس ایسا لگ رہا
تھا۔ جیسے سینکڑوں آنکھیں آنسو بہا رہی ہوں۔!

سیٹیاں بجنے لگیں رات کے کام کرنے والے اپنی ڈیوٹیوں پر چل دیئے۔
جیسے سو کیننگ سیننگ شیڈ سے نکلا اسے ایک فوجی بلا کر لے گیا۔ کوئی آدھ گھنٹے کے
بعد وہ لوٹا اور شکر کر شیڈ میں کھڑا ہو گیا۔ باہر پھوار برابر جاری تھی۔ وہ چنگ چی کی

طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"ابھی چوتھے ڈویژن کے ہیڈ کوارٹر میں ایک خاص میٹنگ ہوئی تھی۔ اس میں کیا کہا گیا ہے۔ کہ اگر مزدوروں پر زیادہ دباؤ ڈالا گیا تو ممکن ہے کہ یہ لاوے کی طرح پھٹ پڑے۔ اس لئے طے کیا گیا ہے کہ سیکشن دس کے حادثے پر کوئی تحقیقات یا کارروائی نہیں کی جائے گی۔ سوکینگ سینگ نے زمین پر تھوک دیا۔

"لیکن میری بات مانو۔ ان دنوں زبان پر قابو رکھنا۔ یونہی بے کار گفتگو کرنے سے کوئی مصیبت کھڑی ہو سکتی ہے۔"

وانگ چنگ جی نے اپنی پیشانی سے پسینے کے قطرے پونچھے اور شیڈ میں گھس گیا۔ پانی کا شور سنائی دے رہا تھا۔ بارش کی ٹپ ٹپ اور ہوا سائیں سائیں جسم میں سردی کی لہر دوڑا رہی تھی۔ اسے تباہی کا احساس ہونے لگا۔ اور اس احساس کے ساتھ ہی اسے صیئومن یاد آگئی۔

اسے خیال ہوا کہ وہ اپنی چٹائی پر لیٹی ہوگی۔ چپ چاپ! تنہا! اکیلی! اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے ہوں گے۔ وہ سخت بیمار ہے اور ہر لمحے زیادہ کمزور ہوتی جا رہی ہے۔

"کیا میں اس کی زندگی بچا سکوں گا" اس نے سوچا "کیا زندہ بچ سکے گی، شاید بزرگوں کا قول صحیح ہو۔ شادی سے ہی اسے کچھ فائدہ ہو جائے۔ اس لئے یہ سوچ کر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور اپنی قسمت کو رونے لگا۔

"دریا کا پانی پھر چڑھنے والا ہے" کسی نے اطلاع دی۔

"بڑھنے دو، اور بڑھنے دو" کسی نے غصہ سے کہا۔

لیکن چینگ چی کا دماغ سیلاب کے خیال سے بالکل خالی تھا۔ وہ سیئومن کے گرد چکر کاٹ رہا تھا۔ سیئومن بیمار تھی۔ مرنے کے قریب تھی۔ وہ اگر مرگئی ۔؟ تو ۔۔۔ تو شاید آسمان گر پڑے گا۔ شاید اس صدمے سے اس کی روح اور اس کا جسم دونوں پگھل جائیں۔" اس نے سوچا۔

۱۳

وانگ ۔ ٹو یا دُ بہت بے چین اور مضطرب تھا ۔ آج موتمبر تھی ، اس کی شادی کا دن ۔ اس کا ذہن خوشیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا ۔ اس کی آنکھیں دریا پر لگی ہوئی تھیں ۔ لیکن اس کا تصور کہیں اور تھا ۔ عرش سے بھی پرے ۔ اس کے ذہن میں پھلجھڑیاں چھوٹ رہی تھیں ۔ وہ اپنے مستقبل کے بارے میں سوچ رہا تھا مستقبل کی خوشیوں کے بارے میں اسے یقین تھا کہ اگلے سال تک وہ ایک بچہ کا باپ بن جائے گا ۔ اس دوران میں یہ سیلاب دب چکا ہوگا ۔ اور وہ لوگ پُرسکون زندگی بسر کر رہے ہوں گے ۔ شروع میں تو اس کے دماغ میں صرف ایک خواہش تھی کسی بھی عورت سے ہمبستری کی خواہش ۔ لیکن اب وہ خواہش مٹ چکی تھی ۔ اب اس عورت نے اس کے دل پر قبضہ جما لیا تھا ۔

اب وہ محبت کے لئے شادی کر رہا تھا۔ اپنی خوشیوں کے لئے۔ اپنے تابناک مستقبل کے لئے۔ ۔ ۔ ۔

رات ڈھلتی گئی۔ صبح کے دھندلے اُجالے پھیلنے لگے۔ بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوائیں جھومتے چلے جا رہے تھے۔ کل کی بارش سے دریا کی سطح پھر بلند ہو گئی تھی۔ پانی کا ریلہ کچھ اور زوردار اور خوفناک ہو گیا تھا۔ پانی کے اس نئے ریلے کے بارے میں کوئی کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ شنا آسی سے آئی ہوئی اطلاعات کے مطابق ڈر تھا کہ پانی کی سطح ۱۸ اگست کے ریکارڈ کی سطح کے برابر ہو جائے گی۔ لیکن لوپاؤ نے ان تمام خبروں سے اپنا دھیان ہٹا رکھا تھا۔ اس نے افواہوں پر بالکل کان نہیں دھرا۔ اس کو آج خاص طور پر چھٹی مل گئی تھی۔ اس نے اپنے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ ڈیوٹی سے چھٹی ملتے ہی وہ شیڈ میں جا کر تھوڑی دیر سو رہے گا۔ اس کے بعد وہ بال کٹوائے گا۔ اور کپڑے وغیرہ بدل کر دولہا بننے کی تیاری میں مصروف ہو جائے گا۔ وہ آج اس سیلاب کے بارے میں کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ وہ بہت خوش تھا۔

چنگ چی بھی لوپاؤ کے برابر کام کر رہا تھا۔ لیکن وہ اسی قدر پریشان اور مضمحل تھا کہ اس نے صبح کے وقت بڑی مشکل سے ھیوئمن کو ایک نظر دیکھنے کے لئے وقت نکالا۔ لیکن ھیوئمن کی طبیعت پہلے سے زیادہ خراب تھی۔ اس کے گال پچک گئے تھے۔ اس کا چہرہ کھچ کر لمبوترا سا ہو گیا تھا۔ اس کا جسم سوکھ کر کانٹا سا ہو گیا تھا۔ کمزوری کے سبب اس کے منہ سے آواز نہیں نکلتی تھی۔

پانی چڑھنے کی اطلاع سے رات کا کام خاصہ سخت ہو گیا تھا۔ ہانکاؤ سے تمام

بوریاں اور تھیلے منگائے گئے تھے۔ ان بوریوں میں ریت تھی۔ اور گارا بھرا جا رہا تھا۔ تاکہ پشتہ کو اونچا کر کے پانی کو روکا جائے۔ لیکن اس انتہائی نازک موقع پر بھی مزدوروں کی بد دلی اور بے حسی اسی طرح قائم تھی۔ چنگ چی لالٹین کی روشنی میں لوگوں کے کھچے ہوئے چہروں کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے ان کے باغیانہ تیور دیکھے، اور خاموش ہو گیا۔ وہ ان کی لاپرواہی اور سستی کا سبب اب جان گیا تھا۔ وہ خود بھی اب اسباب کی کم ہی پرواہ کرتا تھا۔ اس لئے کہ اس کا ذہن اب حسیوسن کی طرف لگا ہوا تھا۔ اس نے مٹی کا ایک بورا اٹھایا اور آہستہ آہستہ وانگ لڑپاؤ کی طرف چل دیا۔

"لڑپاؤ" چنگ چی نے کہا" یار ایک معاملے میں مجھے تم سے مشورہ لینا تھا"

"کیا معاملہ ہے بتاؤ" لڑپاؤ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا" ذرا آسمان کو تو دیکھو آج میری شادی کے دن موسم بھی کتنا سہانا ہو گیا ہے!"

چنگ چی نے زمین پر تھوک دیا اور لڑپاؤ کے پاس بیٹھ گیا۔ "تم کو یاد ہو گا۔ تم نے کہا تھا کہ شادی سے علاج بھی ہو جاتا ہے۔۔۔"

"ہاں! کہا تھا میں نے" وہ بولا

"تم مجھے ذرا تفصیل سے بتاؤ۔ کہ اس میں کیا خاص بات ہوتی ہے اور کس طرح علاج ہوتا ہے"۔ چنگ چی نے پوچھا۔

"معلوم نہیں" لڑپاؤ نے کہا" میں نے تو صرف اپنی ماں سے اتنا ہی سنا تھا"

"اچھا" چنگ چی نے ناامیدی سے سر کھجایا "لڑپاؤ بات یہ ہے کہ حسیوسن بہت بیمار ہے، بہت زیادہ، مجھے اس کے بچنے کی امید اب بہت کم ہے۔ اس لئے میں سوچ رہا ہوں کہ تمہارے اس طریقے کو بھی آزما کر دیکھ لوں۔ وہ شاید اس سے

ٹھیک ہو جائے ... شاید"

"ہوں" لوپاؤ سنجیدہ ہو گیا۔ مجھے بڑا افسوس ہے چنگ چی ... وہ لیکن ..
ارے ہاں میرا خیال ہے بیگم صیاؤ کو ضرور کچھ نہ کچھ معلوم ہو گا۔ میں ان سے پوچھوں گا"
"یہ ٹھیک ہے" چنگ چی بولا "صیؤمن اور میں غیر رسمی طور پر ایک دوسرے سے منسوب ہو چکے ہیں۔ مجھے اس کی پرواہ بالکل نہیں ہے کہ آئندہ کیا ہو گا۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ ایک بار ہماری باقاعدہ شادی ہو جائے۔ بس!"

"میرا خیال ہے صیؤمن ٹھیک ہو جائے گی۔ لوپاؤ نے اسے ڈھارس دی۔
چنگ چی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور بولا۔ آج صبح جب میں اسے دیکھنے گیا تھا تو وہ بہت کمزور تھی، اتنی کمزور کہ مجھ سے بات بھی نہ کر سکی۔ یہ کہہ کر اس کا گلا بھر آیا۔ وہ چپ ہو گیا "کاش میرے پاس کچھ روپے ہوتے اور میں اس کا علاج کرا سکتا۔"
"بے چاری" لوپاؤ بولا۔ وہ اس وقت ظاہر داری سے ہمدردی کر رہا تھا۔ اس لئے کہ وہ اس وقت بہت خوش تھا، لیکن اپنے دوست کی مصیبتوں کو سن کر اس کا دل تھوڑا سا بجھ گیا تھا۔ "آہ چین اور میں آج شام کو رسومات کے ادا ہونے کے بعد میاں بیوی بن جائیں گے۔ آج ہماری شادی کی پہلی رات ہو گی ... ذرا سوچو، مہاجر کیمپ کا گندا ماحول اور ہم لوگ اپنی سہاگ رات منا رہے ہیں" وہ تلخ ہنسی ہنسنے لگا ...

چنگ چی زبردستی مسکرا دیا۔ لیکن تم پر آج اتنی پابندی نہیں ہو گی۔ تم تھوڑی دیر اپنی بیوی کے ساتھ بسر کر سکتے ہو"

" نہیں بھائی! سؤ نے مجھے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ اس نے میرے ساتھ بڑی رعایت

کی ہے کہ مجھے ایک دن کی چھٹی دے دی ہے ۔ لیکن چونکہ پانی کے زیادہ بڑھنے کی توقع ہے ۔ اس لئے زیادہ ڈھیل نہیں مل سکتی ۔"

" ہونہہ ۔ فکر مت کرو ، تم تھوڑی دیر سے ہی آنا " وانگ کھڑا ہو گیا " اور ہاں بیگم ھسیاؤ سے وہ ضرور معلوم کر لینا ۔ تم ان سے ملو تو یہ بات ضرور پوچھ لینا ۔ اس لئے کہ مجھے شاید کیمپ تک آنے کی فرصت نہ ملے ۔"

" ہاں ۔ ہاں ۔ بے فکر رہو ۔ میں ان سے ضرور پوچھ لوں گا ۔ اور واپسی میں تم کو بتا دونگا "

صبح ہو گئی ۔ اُجالا ہر طرف پھیلنے لگا ۔ سیٹیاں بجنا شروع ہو گئیں ۔ بند پر جگمگاتی لالٹینیں ایک ایک کرکے بجھنے لگیں ۔ رات بھر کے تھکے ہوئے مزدور اپنے اپنے شیڈ میں آرام کے لئے جانے لگے ۔ وہ نیند کے مارے جمائیاں لے رہے تھے ۔ سو کینگ سینگ شیڈ سے باہر نکلا اور ایک اسکوڈ فور مین سے کام کے متعلق سوالات کرنے لگا ۔ تمام حالات کی تفصیلی روداد معلوم کرکے وہ سپروائزر کی طرف روانہ ہو گیا ۔ تاکہ اسے رات کے کام کی رپورٹ دے سکے ۔

لوپاؤ زمین پر بیٹھا ناشتے کا انتظار کر رہا تھا ۔ وہ بھی تھکا ہوا تھا ۔ لیکن چونکہ اس کا دل آج بہت خوش تھا ۔ اور اس کی رگوں میں بجلی دوڑ رہی تھی ۔ اس لئے وہ اپنے دوستوں سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا ۔ وہ ان سے کہہ رہا تھا کہ وہ ناشتہ کرکے وہاں سے چل دیگا ۔
"بھیڑیے کی طرح کو دتے مت پھرو" موٹے کھچڑی ہوانگ چو سینگ نے کہا " ابھی ناشتہ آنے میں ایک گھنٹے کی دیر ہے ۔ اتنی دیر تم سو رہو ۔ سمجھے "

" لیکن مجھے نیند ہی نہیں آ رہی ہے ۔ آج آنکھیں بند کس طرح ہوں گی ۔" لوپاؤ نے

قہقہہ لگایا۔

"ابے جا یار۔ جا سو جا! جب ناشتہ ملے گا تو میں تجھے جگا دوں گا۔" ہونگ نے اسے شیڈ کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

سو کینگ سینگ واپس لوٹ آیا۔ وہ چنگ چی اور چو کو پکڑ کر ایک طرف لے گیا۔

"حکام بالا کو جو خبریں آج ملی ہیں۔ اس میں درج ہے کہ آج اتنا پانی چڑھے گا کہ اس سے قبل کبھی نہیں چڑھا تھا۔ اس لئے ہر شخص ہوشیار رہے۔ تاکہ ضرورت کے وقت باری وغیرہ کا خیال کئے بغیر ہر شخص کو کام پر جھونک دیا جائے۔ مجھے اوپر سے حکم ملا ہے۔ چنگ تم دوپہر کو کام کے لئے اٹھ جاؤ گے اور چو تم ذرا جا کر یہ دیکھ آؤ۔ کہ عورتوں کی قلی گیری کی رپورٹ آگئی یا نہیں آئی۔"

"ہوں اچھا" چو نے کندھے جھٹکائے "کوئی فولادی جسم کا آدمی ہی یہ مشقت برداشت کر سکتا ہے۔"

"بکواس مت کرو" سو نے ڈانٹا "چار دن پہلے تم کو سونے کے لئے خاصا وقت ملتا تھا۔" یہ کہہ کر وہ سر کھجانے لگا اور بولا "ہاں ایک اور بات بھی انہوں نے کہی تھی۔ اور وہ یہ کہ وہ اب سستی اور کاہلی کو بالکل برداشت نہیں کریں گے۔ اور اس سلسلہ میں خاص سختی برتیں گے۔ کچھ نئے افسران بھی سپروائزر مقرر ہوئے ہیں۔"

"وہ تو تمہارا سر کھلیں گے اور کیا ہوگا" چو نے قہقہہ لگایا۔ "تم ہمارے سپروائزر رہو گے وہ تمہارے سر پہ سوار رہیں گے۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگلتی رہے گی اور کیا ہوگا۔"

بے وقوفی کی باتیں مت کیا کرو ہر وقت۔ یہ نئے سپروائزر مسلح ہوں گے۔ زوئی پان کی موت نے ان سب کو ڈرا دیا ہے۔"

چنگ جی کو لوہائی پنگ یاد آگیا ۔ اس کا مونبد توں والا منصوبہ یاد آگیا اور وہ بولا۔
" اگر لوہائی پنگ زندہ ہوتا تو یہ سپر دائزر اس کے منصوبے کیلئے بہت موزوں تھے "
" لوہائی پنگ ۔ اسے تو مرنا ہی تھا ۔ وہ اگر ڈوب نہیں جا تا تو اور کس طرح ختم ہوتا
اس لئے کہ اس کی زبان تو بہت بے باک تھی ۔ اور بند پر اگر زندہ رہنا چاہتے ہو ۔ تو
زبان بند رکھو" چو بولا وہ سر کو انگلیوں سے کھجلانے لگا " اب یہ دیکھو ۔ یہ میرا سر ہے ۔ میرے
کاندھوں پر رکھا ہوا ہے مگر نہ معلوم کس لمحے یہ کٹ کر گر جائے ۔ واہ واہ کیا زندگی ہے ؟"
وہ ہنسنے لگا ۔

" بس برخوردار ! اب بہت ہو چکا ۔ اب اپنا منہ بند کرو " سوکینگ سینگ بولا ۔ اور دریا کو
دیکھنے لگا ۔ " کوئی نئی مصیبت یقیناً آنے والی ہے "

چنگ جی نے سوکینگ کی نگاہوں کی سیدھ میں دیکھا ۔ اس نے دیکھا کہ پانی میں ہزاروں چیزیں
بہتی چلی آرہی ہیں ۔ موجیں بڑے زور زور سے اچھل رہی تھیں !
اب لاؤڈ اسپیکر سے حسب معمول سیلاب کی رپورٹ سنائی جارہی تھی ۔
" دھان کی ہنگی جو کی پر پانی کی سطح ۲۱ ، ۲۹ میٹر ہے ۔ لیکن دناس کے علاقہ میں دریا کی سطح
۱۴ ، ۴۴ میٹر ہو گئی ہے "

" ارے یہ تو بڑی تیزی سے چڑھ رہا ہے " وانگ آہ ہوس کر اچھل پڑا ۔
" توقع ہے کہ پانی کی سطح اور بلند ہو جائے گی ۔ جھیانگ کے علاقہ میں صورت حال
اب پہلے سے بہتر ہے ۔ دو جنگ میں سنگیانگ کے بند پر کچھ ہنگامی حالات پیش آئے
تھے ۔ لیکن ہمارے جانباز مجاہدوں نے جو آج کل سیلاب کی روک تھام میں ڈٹے
ہوئے ہیں ۔ ان پر فوراً قابو پا لیا ۔ ان مزدوروں اور رضاکاروں کی کوششوں کو ہیڈکوارٹر

سے نے بہت سراہا ہے۔

اور اس سلسلہ میں کام آ جانے والے جانبازوں کے لئے ایک تعزیتی جلسہ منعقد۔۔۔۔"

"ہونہہ۔ لعنت ہو ان پر" وانگ آد ہونے دانت کٹکٹائے "اب تو روز تعزیتی جلسے اور ماتمی قرار دادیں منظور ہوں گی" یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور لوگوں کے ساتھ ناشتہ کرنے بیٹھ گیا۔ اور ٹوپاؤ نے اپنا

"اسے ٹوپاؤ!" وانگ آد ہو نے ہنس کر جواب دیا۔ ہر طرح چاک و چوبند ہو۔ یا کچھ اور سکھانا پڑے گا"

"چل بے جہنم میں جا تو۔۔۔۔" ٹوپاؤ نے ہنس کر جواب دیا۔ سب لوگ قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔ ٹوپاؤ شرما گیا۔ اور گھبرا کر وہاں سے چل دیا۔ تھوڑی دیر میں مسلح فوجیوں کی قطاریں وہاں آ پہنچیں۔ ان میں سے دو فوجی گروپ نمبر سترہ (۱۷) پر متعین تھے۔ اور سوکینگ سینگ یہ سوچنے لگا کہ ان فوجیوں کی آمد کے بعد اب اس کے سیکشن میں کتنے مسلح آدمی موجود ہیں۔ پہلے سے مقرر کردہ مسلح رضا کار اور پہریداروں کے علاوہ اب یہ دو نئے فوجی اور مقرر ہو گئے تھے۔ گویا پچاس مزدوروں پر مشتمل یہ ننھا سا گروپ اب قیدیوں کا گروپ بن گیا تھا۔ اور یہ محسوس کر کے اسے بڑی تکلیف ہوئی۔ اس نے چاروں طرف مزدوروں پر نظر ڈالی۔ دُبلے، پتلے، مریل مزدور۔ جن کو نہ ڈھنگ کا کھانا میسر تھا۔ نہ پہننے کو کپڑا، نہ سر چھپانے کو کٹیا۔ یہاں بند پر وہ ہر وقت کولھو کے بیل کی طرح جُتے رہتے۔ اور اس جان توڑ محنت کے معاوضہ میں۔ بلکہ بعض اوقات ان کی جان کے عوض ان کو کیا ملتا تھا۔ خراب اور سڑی ہوئی غذائیں، متعفن گھر، ہر وقت کا انتظار، گالیاں، مارپیٹ اور بس! ان کے مقابلہ میں فوجیوں کی حالت کس قدر عمدہ تھی،

وہ کیسے تندرست تھے۔ ان کے لباس کس قدر عمدہ اور صاف تھے "ہونہہ اس قید کی بجائے ہم جانور ہوتے تو بہتر تھا۔" اس نے سوچا۔

آہ چین اپنی شادی کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ وہ اپنے موجودہ دکھ بھول گئی تھی، وہ لوٹ پاؤ کے لئے جیکٹ سی رہی تھی اور آہستہ آہستہ گنگنا رہی تھی۔ اس نے تھوڑے سے پیسے بچا رکھے تھے۔ اور اب ان پیسوں کو لوٹ پاؤ پر خرچ کر رہی تھی۔ اس لئے کہ لوٹ پاؤ کے پاس تو پھوٹی کوڑی تک نہ تھی۔ اس کے پاس صرف اتنے پیسے تھے کہ وہ اپنے بال کٹوا کر گرم حمام میں غسل کر سکتا تھا۔ اور بس!

آہ چین بیٹھی سیتی رہی۔ وہ آپ ہی آپ مسکرا رہی تھی۔ وہ لوٹ پاؤ کے متعلق سوچنا چاہتی تھی لیکن اس کے خیالات کی رو نو 9 سال پیچھے چلی گئی۔ "نو سال پہلے جب اس کی شادی ہوئی تھی بڑے دھوم دھام کے ساتھ اس نے بھاری کام کا سرخ جوڑا پہنا تھا۔ اس کے پاس اس کی شوخ سہیلیاں تھیں اس کے عزیز واقارب تھے۔ اور اس کی اس شخص سے شادی ہوگئی۔ جس کو وہ بہت پسند کرتی تھی، لیکن، آخر وہ چلا گیا، اس کا بچہ بھی چلا گیا۔ آہ چین اور اس کی لڑکی اس دنیا میں تنہا رہ گئی" یہ سوچ کر اس کے ذہن میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ اور اب وہ پھر شادی کر رہی ہے۔ کیا دوسری شادی کا بھی انجام وہی ہوگا۔ اس نے ایک لمبا سانس لیا۔ اور جیکٹ سے ڈورا توڑ کر جیکٹ کو طے کر کے سرہانے رکھ دیا۔

اس نے خود اپنے لئے کوئی خاص تیاری نہیں کی تھی۔ نہ اس نے اپنے لئے کوئی عروسی جوڑا تیار کیا تھا۔ بلکہ اس نے اپنا سب سے عمدہ لباس دھو کر استری کر لی تھی۔ ہلکے نیلے رنگ کا جیکٹ۔ نیلا پھولدار پاجامہ اور بس یہ تھا کل لباس

لیکن وہ اس دن خوب مل مل کر نہائی تھی۔ اس نے اپنے سر میں تیل ڈالا۔ آنکھوں میں کاجل لگایا۔ پوڈر اور سرخی کی ہلکی سی تہہ گالوں پر جمائی۔ ہونٹوں پر سرخی سے آگ لگا دی اس تمام آرائش کے بعد جب اس نے پڑوس سے آئینہ مانگ کر اپنی صورت دیکھی تو اسے اپنی صورت بہت پیاری لگی۔ اس کے پیلے رنگ پر یہ نیلے کپڑے بڑے خوبصورت دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے جمے ہوئے پٹی دار بالوں سے اس کا چہرہ بڑا چمک رہا تھا۔ اس نے اپنی گدڑی میں سے دو سونے کے آویزے نکال کر کانوں میں ڈال لئے بس یہ اس کی کل آرائش تھی۔!

شادی کی خبر پورے کیمپ میں پھیل گئی تھی۔ چونکہ کیمپ کی تمام عورتیں دن رات روتے دھوتے تنگ آگئی تھیں۔ اس لئے اس بدنصیب کی زندگی میں یہ ذراسی تبدیلی ان کو بڑی فرحت بخش محسوس ہوئی۔ وہ سب اس کے پاس جمع تھیں۔ ہر عورت اپنی بساط کے مطابق کچھ نہ کچھ خبرے کرا رہی تھی۔ وہ سب آچین کو مبارک باد دے رہی تھیں۔ آچین ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہوا کرتی تھی۔ اس نے ہر ایک کی مدد کی تھی۔ کسی کا بچہ سنبھالا تھا۔ کسی کا کوئی اور کام کیا تھا۔ کسی کو زبانی مشورہ ہی دیا تھا۔ اس لئے اس کے ہمدرد اس کیمپ میں بہت تھے۔ لیکن اب اس وقت اپنے ہمدردوں اور بہی خواہوں کی تعداد دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔

ٹوپاؤ بال کٹوا کر۔ گرم حمام میں غسل سے فارغ ہو کر آگیا تھا۔ وہ اسوقت بہت خوش تھا۔ تندرست، چاق و چوبند اور دل کش تو وہ ہمیشہ سے ہی تھا۔ لیکن وہ اس وقت بہت زیادہ خوبصورت معلوم ہو رہا تھا۔ وہ کیمپ کے دروازہ پر رک گیا۔ اسے لوگوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور اس کو مبارک باد دینے لگے۔ وہ ہنس ہنس کر ہر ایک کا شکریہ ادا کرنے لگا۔

آخر وہ اندر جا پہنچا۔ عورتیں باہر چلی گئیں۔ وہ دونوں اکیلے رہ گئے۔

"تمھیں دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم رات بھر کام کرتے رہے ہو" وہ مسکراتے ہوئے بولی

لُوپاؤ اسے دیکھتا رہا۔ ٹکٹکی لگائے، مسلسل، وہ اس پر سے اپنی نظر ہٹانا نہیں چاہتا تھا۔ اور آخر اس نے جھک کر اسے چوم لیا۔ "تم بھی تو بہت خوبصورت لگ رہی ہو؟" اس نے جواب میں کہا۔

"چلو ہٹو۔ . . . اب ذرا کام کی بات بھی سن لو" آہ چین نے ہنس کر اسے علیحدہ کیا" وہ جو ہے نا جو تنتی مسٹر لُو اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہماری مدد کرے گا۔ اسے بہت سی رسمیں وغیرہ معلوم ہیں؟"

"یہ تو بہت اچھا ہوا۔ تم آج ملی تھیں اس سے؟ آہ چین"

"ہاں۔ میں آج گئی تھی اس طرف۔ اس نے ہم کو شادی پر ایک تحفہ دینے کا وعدہ کیا ہے"

"شادی کا تحفہ؟ یہ تو اچھی بات ہے۔ لیکن ہمیں اس سے کوئی چیز نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ ہم سب سیلاب سے بھاگے ہوئے مہاجر ہیں۔ اور ہمارے پاس کسی کو تحفہ وغیرہ دینے کو کچھ نہیں ہے؟

"میں نے اس سے یہی کہا تھا۔ مگر انھوں نے کہا کہ اس تحفے پر ان کا ایک پیسہ بھی خرچ نہ ہوگا" یہ کہہ کر اس نے لُوپاؤ کا ہاتھ تھام لیا۔ "میں سیر بھر گوشت لائی ہوں اور تھوڑی مچھلی بھی ہے۔ تاکہ شام کو ہم مزیدار کھانا کھا سکیں۔ میں نے رات کے کھانے پر مسٹر لُو کو بھی دعوت دیدی ہے؟"

مسٹر لُو کمرے میں داخل ہوئے۔ ان کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ وہ زندگی کا مطالعہ کرتے کرتے تھک چکے تھے۔ لُوپاؤ مسٹر لُو کو آتا دیکھ کر ان کے استقبال

کے لئے اٹھ کھڑا ہوا "مسٹر تو ہم آپ کے بہت احسان مند ہیں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو پتہ نہیں ہم کیا کرتے۔ اس سلسلے میں ہم دونوں آپ کے بڑے مشکور ہیں۔"
مسٹر تو کے ہاتھ میں تہہ کئے ہوئے کاغذ تھے "کوئی بات نہیں ہے۔ یہ تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔ میاں میرے۔ خیر یہ دیکھو میں تمہارے لئے کیا تحفہ لایا ہوں۔ ان کاغذوں پر میں نے اپنی خوشخطی دکھائی ہے۔" اس نے ان کاغذوں کو کھولتے ہوئے کہا۔ یہ دو سرخ چمکیلے کاغذ تھے۔ دونوں پر بہت ہی خوبصورت انداز سے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ اور بیچ میں انتہائی خوشخطی سے دعائیہ مصرعے لکھے تھے۔ ایک پر لکھا تھا۔

ع "تم سلامت رہو ہزار برس"

وہ انھوں نے چنگ جی کے حوالے کر دیا۔
دوسرے پر یہ تحریر تھا۔

ع "صندل سے مانگ بچوں سے گود بھری رہے"

"یہ آہ چین کا ہے" انھوں نے کہا
لُوپاؤ بوڑھے جوتشی کی اس دوستی اور ہمدردی سے بہت متاثر ہوا۔ مسٹر تو ان دونوں کو دیکھ کر مسکرایا اور بولا "تم ان رسموں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں اتنی دیر میں آتا ہوں" یہ کہہ کر وہ چلنے لگا۔ لیکن پھر رک کر لُوپاؤ سے بولا "میں نے سنا ہے کہ پانی پھر چڑھ رہا ہے۔ کیا یہ خبر صحیح ہے؟"
"ہاں۔ پانی چڑھ رہا ہے" لُوپاؤ نے کہا۔ "مسٹر تو میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

مسٹر تو چلے گئے ۔ لُوپاؤ آہ چین سے لگ کر بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں کاغذوں کو سرہانے رکھ دیا اور بولا "ہزار برس تو کیا ہم سو برس بھی سلامت رہیں گے یا نہیں ۔ آہ چین" وہ اس کے قریب کھسک گیا " ویسے میں ایک وعدہ کرتا ہوں اور وہ یہ کہ میں تم کو خوش رکھنے کے لئے دنیا کا ہر کام کرنے کو تیار ہوں ۔ میں تم کو ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتا ہوں ۔ اور بس"

" میں بھی " آہ چین آہستہ سے بولی ۔ اس نے لُوپاؤ کو نیا جیکٹ نکال دیا ۔ لُوپاؤ اسے پہننے لگا۔ آہ چین اس کی مدد کرنے لگی ۔ لُوپاؤ کو اس خیال سے بڑی شرم محسوس ہوئی کہ اس کی ہونے والی دلہن اسے کپڑے پہنا رہی ہے ۔ آہ چین اس کے کندھوں کو درست کر رہی تھی ۔ اور پیچھے کھڑے ہو کر یہ دیکھ رہی تھی کہ یہ جیکٹ کیسا سلا ہے؟

"ہوں اچھا لگ رہا ہے" وہ بولی

"آہ چین ۔ یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہے کہ میں تم کو کچھ دینے کے بدلے الٹا تم سے کچھ وصول کر رہا ہوں" اور اسے بڑی شرم محسوس ہوئی ۔

"بچوں کی سی باتیں مت کیا کرو لُوپاؤ ! ہم اور تم میاں بیوی بننے والے ہیں ہم ایک دوسرے کے شریک حیات بن جائیں گے" ۔ آہ چین مسکرائی ۔ جب یہ سیلاب ختم ہو جائے گا اور ہم واپس گھر لوٹ چلیں گے ۔ تو تم جو چاہے مجھے دیدینا ۔ اچھا"

یہ سن کر لُوپاؤ کو کچھ اطمینان ہوا وہ ہنس پڑا ۔ اس نے بڑھ کر آہ چین کو لپٹا لیا ۔ اور اچانک اسے حسیومن یاد آگئی ۔ اسے چِنگ چی کا خیال آگیا ۔ اسے یاد آیا کہ چنگ چی نے کہا تھا کہ وہ حسیومن سے شادی کرنا چاہتا ہے ۔ تاکہ اس کا علاج ہو سکے ۔ لُوپاؤ نے یہ سب باتیں آہ چین کو بتا دیں ۔ "لیکن حسیومن سمجھ جائے گی کہ یہ شادی اس کو بچانے کی آخری

کوشش ہے۔ اس لئے اس سے فائدہ ہونے کے بدلے الٹا نقصان کا اندیشہ ہے"
وہ بولی۔
مگر چنگ چی نے کہہ دیا تھا کہ میں بیگم صیاؤسے اس مسئلہ پر ضرور گفتگو کروں۔ اس نے کہا تھا کہ وہ صیئومن سے غیر رسمی طور پر منسوب ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ صرف اس خیال سے کہ شاید وہ اس طرح مرنے سے بچ جائے"۔
"پہلے چلکر صیئومن کو دیکھ لیتے ہیں۔ اس کے بعد بیگم صیاؤ سے کوئی بات کریں گے" آہ چین نے کھڑے ہو کر کہا" میں نے صبح سے اسے دیکھا بھی نہیں ہے"
صیئومن اب اٹھ کر بیٹھنے کے قابل نہیں رہی تھی۔ گو اس کا دماغ اب بھی بالکل صحیح کام کر رہا تھا۔ لیکن اسے اپنی طاقت گھٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ چنگ چی کو دیکھنے کے لئے بے تاب تھی۔ اس نے جب لوپاؤ اور آہ چین کو آتے دیکھا تو وہ مسکرائی اس نے دونوں کو مبارکباد دی اور ان کے لئے کامیاب زندگی بسر کرنے کی دعا کرنے لگی۔
وانگ لوپاؤ نے محسوس کیا کہ وہ بہت کمزور ہو چکی ہے۔ اور اس لئے اس نے چنگ چی کی بات فوراً کہنے کا تہیہ کر لیا۔ وہ بولا" چنگ چی کہہ رہا تھا کہ وہ تم سے جلد شادی کرنے والا ہے"۔
" ہونہہ۔ وہ مسکرائی اور ایک لمبی سانس کھینچ کر بولی"۔ اب مجھے دلہن بننے کی کوئی امید نہیں ہے"۔
" تم ضرور دلہن بنو گی"۔ آہ چین نے ہمت بندھائی" جب اس قدر سخت بیماری تم نے جھیل لی تو اب کیا ہے؟ اب تم جلد اچھی ہو جاؤ گی"۔
صیئومن نے ناامیدی سے سر ٹیک دیا" یہاں آنے کا بہت بہت شکریہ..."

اس نے کمزور آواز سے کہا " خدا تمھیں خوش رکھے ۔ آباد رکھے ۔۔۔ " اس کی آواز ڈوب گئی ۔ آہ چین کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے ۔ وہ یہ دردناک منظر نہ دیکھ سکی اس نے لوٹیاؤ کو وہاں سے چلنے کا اشارہ کیا ۔

ھیئومن نے آنکھ کھول دی " لوٹیاؤ ۔ چنگ جی ٹھیک ہے " اس نے پوچھا ۔

" بالکل ۔ وہ شاید آج کیمپ نہ آسکے ۔ اس لئے کہ آج پانی چڑھنے والا ہے ۔ اس نے مجھے کہا تھا کہ میں کل کسی وقت ھیئومن سے ملنے کیمپ آؤں گا "

" کل ؟ ۔۔۔ " ھیئومن نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا " چنگ جی ۔ کیا میں کل تک تمھارا انتظار کر سکوں گی ؟ "

" بیشک ۔ تم انتظار کر سکو گی " آہ چین نے کہا ۔ اسے امید تھی کہ ھیئومن بظاہر جس قدر کمزور محسوس ہو رہی ہے ۔ شاید اتنی کمزور نہیں ہے ۔ اس لئے وہ بولی " تم چپ چاپ لیٹی رہو ۔ آرام کرو ۔۔۔ میں پھر تم کو دیکھنے آؤں گی ۔ اور دیکھو تم فکر مت کرو ۔ تم اچھی ہو جاؤ گی ۔۔۔ "

ھیئومن خاموش لیٹی رہی ۔ وہ کل سے چنگ جی کو دیکھنے کے لئے بیتاب تھی ۔ اور اب اسے محسوس ہو رہا تھا ۔ جیسے وہ بالکل تھک چکی ہے ۔ اسے خیال تھا کہ اب کوئی کل نہیں آئے گی ۔ اس لئے کہ شاید وہ کل تک زندہ ہی نہ رہے " اس کے رخساروں پر آنسو ڈھلکنے لگے !

سہ پہر کو بیگم ھیاؤ وہاں آگئیں ۔ یہ مہربان عورت آج کل عموماً اس کے پاس بیٹھی رہتی اور اس کا کام کاج کر دیا کرتی تھی ۔

" بیگم ھیاؤ " ھیئومن نے کہا " تم نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے کہ میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی ۔ افسوس میں ان مہربانیوں کا بدلہ بھی چکا نہیں سکوں گی ۔ "

"ایسی باتیں مت کرو بیٹی" بیگم ھسیاؤ نے ٹوکا "اور میری بات سنو ۔ چنگ جی کی خواہش ہے کہ وہ شادی سے علاج کرنے کے پرانے طریقے کو آزمائے ۔ اور یہ ٹھیک بھی ہے ۔ یہ ضرور ہے کہ تمھاری حالت خاصی تشویشناک ہے ۔ لیکن اس رسم کے ادا ہونے کے بعد اللہ نے چاہا تو بزرگوں کی دعائیں اور برکتیں تمھارے شامل حال ہو جائیں گی ۔ اور تم انشاءاللہ اچھی ہو جاؤ گی" ۔ وہ رُک گئیں اور ھسیو من کے چہرے کا جائزہ لینے لگیں ۔ جیسے وہ اس کے تاثرات معلوم کرنا چاہتی ہوں ۔ وہ پھر بولنے لگیں ۔ "چنگ جی چاہتا ہے کہ تم جلد از جلد اس کے خاندان کی فرد بن جاؤ ۔ اس لئے کہ اس رسم میں جادو کا اثر ہوتا ہے ۔ بالکل ایسا جیسے معجزہ ہو گیا ۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ اس طریقے کو آزمانے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ اور خاص طور پر اس زمانے میں جب ہم مہاجر کیمپ میں ہیں یہ طریقہ خاصہ فائدہ مند ہو سکتا ہے ۔ اس کے علاوہ اس میں کوئی دقت نہ ہو گی صرف دو موم بتیاں روشن کی جائیں گی ۔ اور تم دونوں مل کر اپنے بزرگوں کی روحوں پر فاتحہ پڑھو گے" ۔

" بیگم ھسیاؤ" ھسیو من نے افسردگی سے کہا ۔ "میری حالت تو دیکھئے ۔ میں اٹھ بھی سکتی ہوں ۔ آخر بزرگوں کی روحوں پر فاتحہ کس طرح پڑھی جائے گی ۔۔۔ اوہ ۔۔ بیگم ھسیاؤ ۔ آپ" اس کی آواز بھرا گئی ۔

" نہیں ۔۔ یہ بڑی سادہ سی رسم ہے ۔ تم کو اٹھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ لیٹے ہوئے سب کام ہو جائے گا ۔ اور اس سے انشاءاللہ تم کو فائدہ ضرور پہنچے گا ۔

اس کیمپ کے ایک دوسرے حصہ میں سٹر تو ان دونوں کا نکاح پڑھا رہے تھے دو موم بتیاں جل رہی تھیں ۔ آچین اور لوٹا پاؤ گھٹنوں کے بل بیٹھے تھے ۔ دونوں کے اس

پاس عنبر اور لوبان سلگ رہا تھا ۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھائے اپنے بزرگوں کا فاتحہ پڑھ رہے تھے ۔ فاتحہ پڑھنے کے بعد دونوں ہاتھ ملائے اور زندگی بھر ساتھ رہنے کا اقرار کیا۔ مسٹر تو نے ایک مختصر سی تقریر کی ۔ تمام کیمپ کی عورتیں اس تقریب میں جمع تھیں ۔ یہ تمام رسمیں زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ میں ختم ہو گئیں ۔ دولھا دلہن اور مہمان چٹائیوں پر بیٹھ گئے ۔ آہ چین نے سب کو شکر کا شربت پلایا ۔ مہمانوں نے اس شربت پر دولھا دلہن کا جام صحت نوش کیا ۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر یہ مہمان رخصت ہونے لگے ۔ جب آخری مہمان بھی ان کے حصے سے چلا گیا ۔ تو ٹویاؤ نے وہ چٹائی کا دروازہ اندر سے باندھ دیا اور آہ چین کی طرف مڑ گیا ۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں ۔ اس نے بڑے بھوکوں کے سے انداز میں آہ چین کو اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا ۔

" ٹویاؤ ۔ آہستہ سے ہوشیاری سے ، دیکھو یہ موم بتیاں مت گرا دینا " آہ چین نے ٹوکنا چاہا ۔ لیکن ٹویاؤ نے کچھ نہیں سنا ۔ اس کے بازو آہ چین کے جسم کو گرفت میں لینے لگے ۔ اور اس کی گرفت سخت ہوتی گئی ۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا ۔ اس کے سینے میں ایک طوفان امڈ آیا تھا ۔ وہ آہ چین کو بڑے جذباتی انداز میں لپٹ کر پیار کرنے لگا ۔ وہ اسے چومتا رہا ۔ وہ جذبات کی رو میں بہہ گیا ۔ یکایک اس کا توازن بگڑ گیا ۔ وہ ٹیڑھا ہو کر گرنے لگا ۔ اس نے اپنے ہاتھ گھبرا کر پھیلائے ۔ شمعدان الٹ گیا ۔ دونوں موم بتیاں گر پڑیں ۔ سرہانے رکھے ہوئے لال کاغذوں نے آگ پکڑ لی ۔

اس نے گھبرا کر آہ چین کو چھوڑ دیا ۔ اس نے شمعدان اٹھا لیا ۔ دونوں موم بتیاں اس میں جما دیں ۔ اس نے ان لال کاغذوں کو بچانا چاہا ۔ لیکن اتنی دیر میں وہ آدھے

سے زیادہ جل کر راکھ ہو گئے تھے۔

ع "تم سلامت رہو ہزار برس"

جل کر راکھ ہو گیا تھا۔

ع "صندل سے مانگ بچوں سے گود بھری رہے"

یہ بھی نصف سے زائد جل چکا تھا۔

آہ چین اٹھ کر اس کی مدد کرنے لگی۔ لوٹو باؤ نے قہقہہ لگا کر اس حادثے کو دماغ سے نکال دیا "شکر ہے کمپ میں آگ نہیں لگی"۔ وہ ہنسا۔ لیکن آہ چین کا دل دھڑکنے لگا۔ ان دونوں دعائیہ فقروں کے جل جانے سے اسے بہت دکھ ہوا تھا۔ یہ بہت برا شگون ہے۔ اس نے سوچا۔ وہ افسردہ ہو گئی۔ اس نے اپنے شوہر کو اپنی آغوش میں گھسیٹ لیا۔ دونوں کے دل ایک ساتھ دھڑکنے لگے۔

بیگم ضیاؤ صیئومن کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ ایک شخص ان کو لوٹو باؤ اور آہ چین کی شادی کا حال سنا رہا تھا۔ وہ وہیں سے آیا تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس کی شادی اس شخص سے ہو گئی جس کو وہ پسند کرتی تھی۔ ہمارے کمپ میں آنے کے بعد ہم کو پہلی اچھی خبر ملی ہے!"

"کیا شادی ہو گئی؟" صیئومن نے ایک دم سے آنکھ کھول دی۔

"ہاں اور کل انشاء اللہ تمہاری شادی بھی ہو جائے گی"۔ بیگم ضیاؤ نے کہا۔

"کل؟ ---- ہونہہ۔ کل، کل تو بہت دور ہے۔ کل کبھی نہیں آئے گی ---"

صیئومن کا پورا جسم درد سے اکڑ گیا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر بیگم ضیاؤ کو یقین ہو گیا کہ وہ کل تک زندہ نہیں رہے گی۔ وہ فکرمند ہو گئیں۔ وہ سوچ رہی تھیں کہ

چنگ چی کو پیغام کیسے پہنچے گا۔ آخر وہ کس کے ہاتھ پیغام بھجوائے۔ یہ مسئلہ بڑا ٹیڑھا ہے تمام لوگ جو کچھ کام کر سکتے تھے۔ وہ سب بند پر ڈیوٹی پر گئے ہوئے تھے۔ سب عورتیں شہر میں کوڑا کرکٹ اکٹھا کر رہی تھیں اور بند پر مٹی ڈھونے میں مصروف تھیں۔ وانگ لڑپاؤ اور آہ چین کی ابھی ابھی شادی ہوئی ہے وہ دونوں بند پر جانے پر رضامند نہ ہوں گے۔" بیگم ھیاؤ تھوڑی دیر اسی طرح ہچکچاتی رہیں کہ آیا وہ اس نئے بیاہتا جوڑے کو تکلیف دیں یا نہ دیں۔ لیکن جب آہ چین ان کو کھانے پر بلانے آئی تو انھیں موقع مل گیا۔ انھوں نے اپنا سر ہلایا اور بولیں " ذرا جا کر ھیئومن کو دیکھو تو وہ بہت دیر سے خاموش ہے۔ ابھی اس کے گالوں میں تھوڑا رنگ ہے لیکن وہ اب تھوڑی ہی دیر کی مہمان رہ گئی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ چنگ چی کے آنے تک زندہ نہ بچے گی۔

" بیگم ھیاؤ" آہ چین چیخ مار کر رو پڑی۔

" جاؤ دیکھو"

آہ چین آہستہ سے ھیئومن کی طرف بڑھی۔ شام کا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ چراغ کی مدھم پیلی روشنی نے ہر چیز پر ہلدی سی مل دی تھی۔ اس رنگ سے ایک عجیب غمگین اور اداس تاثر پیدا ہو رہا تھا۔ ھیئومن نے آنکھ کھول دی۔

" چنگ چی آگیا" اس کی آواز نسبتاً صاف تھی۔

" ھیئومن" بیگم ھیاؤ نے جھک کر اُسے لپٹا لیا۔ جیسے وہ اس کے مردہ جسم میں روح پھونکنا چاہتی ہوں۔ " وہ آنے والا ہے"

ھیئومن کے ہونٹ تھرتھرائے۔ وہ خاموش ہو گئی۔ ایک منٹ بعد اس نے پھر

آنکھ کھولی اور چاروں طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

"کیا چاہئے، میری بچی، کچھ ضرورت ہے حسینومین" بیگم صیاؤ نے آگے بڑھ کر پوچھا

"....نہیں ... کچھ نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ شکریہ" وہ بولی۔

کیمپ کی چھت پر بارش کی بوندیں شور مچا رہی تھیں۔ مہاجر کیمپ کی چٹائیوں کے درمیان سے ہوا سرسراتی ہوئی گزر رہی تھی۔

یہ بارش اور ہوا آہ چین کے لئے ایک مرد کی گرم آغوش کا روپ دھار کر آئی تھی ایک مضبوط بازوؤں کا حصار اس کے جسم کے گرد کسا ہوا تھا۔ مضبوط اور طویل بازو جن میں حرارت تھی۔ محبت تھی۔ اور طاقت تھی ...... !

یہ بارش اور ہوا حسینومین کو الوداع کہنے آئی تھی۔ ہمیشہ کے لئے۔ الوداع ! الوداع !! الوداع !!!

۱۴

رات کی تاریکی پھیلتی گئی اور اس کے ساتھ دریا کا پانی بھی چڑھنے لگا۔ اب پانی کی سطح بہت بلند ہو گئی تھی۔ دریا میں ہزاروں چیزیں بہتی چلی جا رہی تھیں۔ ٹوٹے ہوئے مکانات کا حلیہ۔ جڑ سے اکھڑے ہوئے بڑے بڑے درخت، گھاس پھوس اور مختلف سامان بڑی تیزی سے سیلاب میں اچھل اچھل کر بہہ رہا تھا۔ یہ چیزیں بہتی ہوئی آتیں اور بند سے اس زور سے ٹکراتیں کہ پورا بند لرز اٹھتا۔ چند دنوں کی پرسکون اور اطمینان بخش سطح کے بعد پانی کا یہ زور بند کے لئے بے حد خطرناک تھا۔

دریا ۹، اگست کے ریکارڈ تک تو بلند نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس کا زور پہلے سے زیادہ تھا۔ اس کی تیزی پہلے سے بڑھ چڑھ کر تھی اور جوں جوں چینگ کنگ کے بند پر یہ حملہ بڑھتا، اسی تیزی کے ساتھ شہر کی زمین پھٹنے لگی۔ اب جگہ جگہ سے زمین پھٹ

پڑتی۔ سیلاب کا پانی دندناتا باہر نکل آتا۔ اس بپھرے ہوئے پرجوش دریا کو دیکھ کر مزدوروں میں ایک عجیب خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ پاگل پن اور وحشت سے ملی جلی لہریں ہر مزدور کے دل میں دوڑ گئیں۔ کسی نے افواہ پھیلا دی کہ دانگ چنگ بہہ گیا ہے۔ کسی نے خیال ظاہر کیا کہ ھسیاما کا پشتہ بہہ گیا ہے۔ تھوڑی دیر میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ ہر شخص ان افواہوں پر تبصرہ کرنے لگا۔

اس سیلاب میں سینکڑوں درخت جڑ سے اکھڑ اکھڑ کر اس طرف آرہے تھے۔

"ایک درخت اس طرف آرہا ہے۔ ہوشیار ہوجائیے" سیکشن نو (۹) کی معائنہ چوکی سے ایک شخص نے چیخ کر کہا۔

فوراً ہی بانس اور ڈنڈوں سے اسے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ اس لئے کہ اگر وہ اس پورے زور کے ساتھ بند سے ٹکرا جاتا تو بند کے ٹوٹ جانے کا خطرہ تھا۔ ورنہ نقصان تو اسے ضرور ہی پہنچتا۔ ایسا نقصان جس سے یہ سارا علاقہ خطرے میں پڑ جاتا۔ اس لئے اس بات کی سخت نگرانی ہو رہی تھی۔ اب کام دگنی طاقت اور تیزی سے ہو رہا تھا۔ بہتے ہوئے سامان اور درختوں وغیرہ سے بند کو محفوظ رکھنے کے لئے مزدور بند پر کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ میں بانس وغیرہ تھے۔ سرچ لائٹ کی تیز روشنی دریا کی سطح پر پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن بارش کے سبب روشنی کچھ مدھم پڑ گئی تھی۔ اس دھندلی روشنی میں یہ بہتی ہوئی چیزیں بڑی خوفناک دکھائی دے رہی تھیں۔ مزدور کام کرتے رہے۔ انہیں امید تھی کہ اب کسی لمحے میں کسی چیز سے ٹکرا کر بند پاش پاش ہو جائے گا۔ مسلح فوجیوں کی تعداد بہت بڑھا دی گئی تھی اور مزدوروں کو بند چھوڑنے کی اجازت نہ تھی۔ اس بحرانی کیفیت میں مزید اضافے کی خاطر عورتوں کو جوسٹی کھودنے پر مامور تھیں اب بند پر

متعین کر دیا گیا تھا تاکہ ضرورت کے وقت وہ کام آسکیں۔

چنگ چی، دریا اور بارش کے مسلسل تھپیڑوں سے بالکل تر تھا۔ لیکن چونکہ وہ گروپ فورمین کی حیثیت سے مٹی ڈھونے اور زمین پاٹنے پر مامور تھا۔ اس لئے وہ جان توڑ کر کام کر رہا تھا۔ وانگ آہو اس کے سامنے رُک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی پیٹھ پر بورا لدا ہوا تھا وہ بارش اور دریا کو گالیاں دے رہا تھا۔ اس نے وانگ لوٹیاؤ کو بھی گالیاں دینا شروع کر دیں وہ وانگ لوٹیاؤ کو اس لئے گالیاں دے رہا تھا کہ وہ اس وقت وہاں ان کے ساتھ موجود نہیں تھا۔ اور وانگ آہو کے قول کے مطابق "جورو کے ساتھ گلچھرے اڑا رہا تھا۔۔۔"

"ہونہہ گھر میں بیٹھا عیش کر رہا ہو گا پٹھا" وہ بڑبڑایا "ہم سب آخر۔۔۔۔"

"اے" کسی نے اسے ٹوکا۔ ایک سخت ہاتھ اس کے شانوں پر آکر پڑا۔ وانگ آہو اس اچانک حملے سے منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ ریت کا بورا اس کے اوپر گر گیا۔ اس نے گالی بکتے ہوئے بورا علیحدہ کیا اور فوراً اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک مسلح فوجی اس کے سامنے کھڑا ہے:

"میں تمھیں وقت ضائع کرنا سکھلاؤں، آؤ، حرام خور، یہ ضرورت کا وقت ہے اچل اٹھ؛ جلدی سے" وہ فوجی غرایا۔

وانگ چنگ نے ریت کا بورا اٹھا کر وانگ آہو کے کندھے پر لاد دیا۔ اور آگے سے آگے دھکیل دیا۔ وانگ آہو کچھ نہیں بولا۔ وہ منہ ہی میں گالیاں دیتا وہاں سے چل کھڑا ہوا۔

"کیا نام ہے تمھارا" اس فوجی نے چنگ چی سے پوچھا۔

"وانگ چنگ چی" اس نے کہا

"ہوں جلدی کام کرو۔ اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

"جلدی کام کرو۔ ہونہہ" اس نے نقل اتاری۔ "لعنت ہو ان سب پر آخر وہ سمجھتے کیا ہیں ہمیں۔ ہم انسان ہیں یا حیوان۔

سیکشن نمبر تین (۳)۔ چار اور پانچ میں شگاف پڑ گئے ہیں۔ ہر شخص ہوشیار رہے اور اپنی جگہ پر تیار ہو جائے"۔ موکینگ سینگ نے چیخ کر کہا اور چنگ چی کے پاس آکر بولا تم ذرا بوریوں کی تعداد گن لو۔ اس لئے کہ پانی کو قطع کرنے والے تختے اور شہتیر پشتہ کی دیوار سے لگائے جائیں گے اور پشتہ کو زیادہ مضبوط کرنا ہوگا۔

ہائی کمان نے اطلاع دی ہے کہ لکڑی بہت کم ہے۔

آدھی رات کے وقت جب سپروائزر حسب عادت رخصت ہو گئے۔ تو مزدوروں کو ذرا سانس لینے کا موقع مل گیا۔ وہ اب کمر سیدھی کر سکتے تھے۔ ان کی آوازیں بند پر گونجنے لگیں۔

"جب لکڑی نہیں دیں گے تو پشتہ پر تختے اور شہتیر کس طرح لگیں گے" چو نے غراتے ہوئے کہا۔

"میں کیا بتا سکتا ہوں" موکینگ سینگ نے جواب میں کہا۔ "مجھے تو ایس۔ او۔ پی ایس نے حکم دیا ہے کہ جس طرح بھی ہو اس صورت حال کا مقابلہ کیا جائے۔ ایسے خطرناک موقعوں پر وہ ہمیشہ اس کی ذمہ داری ہم پر چھوڑ دیتے ہیں۔

"ہم شہر جا کر لکڑی تو لا نہیں سکتے۔ آخر پھر ہو گا کیا"، چو نے زمین پر تھوکتے ہوئے کہا "یہاں کچھ لکڑی کی خالی پیٹیاں پڑی ہوئی ہیں۔ پہلے انھیں استعمال کریں گے" نو نے کہا۔

"ان پیٹیوں سے کیا ہو گا۔ یہ بے کار ہیں" چو نے ایک صندوق پر لات ماری وہ چرڑ سے

ٹوٹ گیا۔ "میرا خیال ہے کہ اب کے پھر انسانوں سے ہی پشتہ پاٹا جائے گا۔
اور ٹھیک اسی لمحے وانگ لو پاؤ وہاں آگیا۔ اس نے اپنا جیکٹ پہن رکھا تھا۔ اس کے سر پر بانس کی تیلیوں کا بنا ہوا ہیٹ تھا۔ وہ اس وقت بہت خوش تھا۔ بند کی ابتر حالت سے وہ بالکل ناواقف تھا۔ "ہاہا۔ چیونٹیوں کی طرح مصروف ہو" اس نے ہنستے ہوئے کہا" راستہ میں بھی بڑا سخت پہرہ لگا ہوا ہے۔ ہم بند پر آتو سکتے ہیں۔ مگر واپس نہیں جا سکتے "شاید" لو پاؤ نے اطلاع دی۔
سوکینگ سینگ نے ایک لمحہ کے لئے اسے دیکھا اور لہجہ تخلی سے بولا "اپنا ہیٹ اتار کر الگ رکھو، اور کام شروع کر دو۔ آج رات کسی کو مہلت نہیں ملے گی۔"
"ہونہہ۔ اس قدر غصہ میں ہو۔ ذرا سی مہلت بھی نہیں دو گے۔ کیا واقعی آج بہت کام ہے؟" اس نے حیرانی سے کہا۔ وہ ایک منٹ تک ہچکچاتا رہا۔ اپنا نیا ہیٹ اتار کر رکھنے کو اس کا جی نہیں چاہتا تھا۔ وہ اپنے نئے جیکٹ کو خاک میں ملانا بھی نہیں چاہتا تھا۔
"تم بہت بے وقوف ہو! آخر اس وقت بند پر آنے کی ضرورت کیا تھی" چو نے آہستہ سے کہا۔
"تو نے تو مجھے صبح تک چھٹی دے دی تھی۔ لیکن ایک فوجی کیمپ میں آگیا۔ اس نے مجھے فوراً واپس جانے کا حکم دیا اور اس لئے مجھے مجبوراً آنا پڑ گیا۔" لو پاؤ نے وضاحت کی۔
"ٹھیک ہے۔ کام کرو۔ دولھا میاں" چو نے اسے کام کرنے کے لئے اشارہ کیا اور خود جھک کر لکڑی کا ایک شہتیر درست کرنے لگا۔

"یارو۔ آج رات بڑے مزے کی ہے۔ ہے نا" لُوپاؤ نے ہوا میں ہاتھ پھیلائے یکایک ایک ہاتھ اس کے پیٹ پر آ گرا۔ اس نے غصہ سے کچھ کہنا چاہا لیکن مسلح فوجی کو اپنے پیچھے کھڑا دیکھ کر وہ خاموش رہ گئی۔

"سب لوگ کام کر رہے ہیں اور تم مزے اڑاتے پھر رہے ہو۔ کیا تم کو عیش کرنے کے لئے یہاں بلایا گیا ہے" یہ کہہ کر اس نے ایک ہاتھ اور جڑ دیا اور لُوپاؤ کا ہیٹ نیچے گر پڑا۔

"میں، میں ابھی ابھی کام پر لوٹا ہوں" لُوپاؤ نے جواب دیا اور جھک کر ہیٹ اٹھانے لگا۔ چنگ جی کو ڈر ہوا کہیں لُوپاؤ کسی آفت میں نہ پھنس جائے۔ اس لئے وہ بظاہر غصہ سے چیختا ہوا آگے بڑھا۔ "لُوپاؤ۔ جلدی بڑھو۔ یہ ریت کا بورا اٹھاؤ" یہ کہہ کر اس نے ایک ریت کا بورا اس کی کمر پر لاد دیا۔ اور لُوپاؤ کو آگے دھکیل کر لے گیا۔

کام ہوتا رہا۔ فوجی واپس لوٹ آئے تھے۔

"لکڑی کا کیا ہوگا۔ اس کے بغیر کچھ کام نہیں ہو سکتا" چو نے چیخ چیخ کر کہا

"لیکن لکڑی اب موجود نہیں ہے۔ کوئی اور طریقہ سوچو" سوکینگ سینگ نے لقمہ دیا۔

"کہیں سے لکڑی حاصل کرنا ہوگی" ایک فوجی غرّایا

"کسی بہتے ہوئے درخت کو اوپر کھینچ لیا جائے تو اس سے لکڑی مل سکتی ہے"۔ وانگ ادہو نے ہانک لگائی

"ہو۔ یہ ٹھیک ہے۔ اسی طرح لکڑی حاصل کی جائیگی۔ اگر ذرا ہوشیاری سے کام لیا جائے تو درخت کو ہم بہ آسانی اوپر اٹھا کر کاٹ لیں گے۔

سپروائزر نے کہا۔

"اس سے بند کو نقصان پہنچ سکتا ہے"۔ سوئینگ سینگ نے ٹوکا۔

"نہیں ذرا احتیاط سے کام لو۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ جلدی۔ اب اس کے بغیر اور کچھ نہیں ہو سکتا" ایک فوجی نے اس کی پیٹھ پر مکّہ مارا۔

سب لوگ پانی کی طرف دیکھنے لگے

"کام جاری رہے"۔ سوئینگ سینگ چیخا "مٹی کی تہہ جماتے رہو پشتہ پر۔ لکڑی بھی حاصل ہو جائے گی"۔

"ہونہہ" دانگ آہ ہو غرّایا۔ اور زمین کھودنے میں مصروف ہو گیا۔ چنگ چی بھی زمین کھود رہا تھا۔

ایک مزدور جو ابھی کیمپ سے بند پر آیا تھا۔ بوری لے کر چنگ چی کے پاس آیا۔

"بیگم ھسیاؤ نے کہا تھا کہ میں تم کو اطلاع دے دوں کہ تمھاری منگیتر چل بسی" اس نے آہستہ سے کہا اور مٹی بھر کر واپس چل دیا۔

چنگ چی حیران کھڑا رہ گیا۔ "ھسیو مِن مر گئی، اس کی ھسیو مِن، اس کی منگیتر، اس کی سب کچھ، وہ اس سے شادی کرنے والا تھا۔ وہ اس کا علاج کرنا چاہتا تھا۔

"وہ ... وہ" اور اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ابل پڑے۔ وہ کدال کو ٹیک کر بیٹھ گیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر بچوں کی طرح رونے لگا۔

"ایک بڑا سا درخت اس طرف آ رہا ہے۔ ہوشیار رہیے" سیکشن نو کی معاینہ چوکی سے کسی نے خبر دی۔

"ہوشیار ہو جاؤ"۔ سپروائزر نے پستول نکال لیا۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"اس درخت کو احتیاط سے باہر نکالنا ہے"۔ فوجی نے کہا۔

"یہ بہت بڑا درخت ہے ۔ اسے نکالنا مشکل ہوگا" سوکینگ سینگ نے کہا

"بڑے درخت سے زیادہ لکڑی حاصل ہوگی ۔ چلو، جلدی کرو، احتیاط سے کام لو،
جلدی" فوجی نے آواز لگائی ۔

درخت پر رسے پھینک دیئے گئے ۔ رسے اس کی شاخوں میں اُلجھ گئے ۔ ان رسوں
کو بند پر گرائے ہوئے لوہے کے چھلّوں سے باندھ دیا گیا ۔ درخت کا بہاؤ
رک گیا ۔

"یہ اس طرح اوپر نہیں کھینچا جاسکتا" کوئی بولا ۔ "پہلے درخت کو چاروں طرف
سے کس کر باندھنا ہوگا"

"پانی میں کود کر درخت کو رسّوں سے باندھ دو" سپروائزر دہاڑا ۔ مگر کوئی اپنی
جگہ سے نہیں ہلا ۔

" اے ۔ تم کیسے بیٹھے ہو ۔ اُٹھو" پیچھے سے کسی نے کہا ۔ چنگ چی نے مڑکر دیکھا
ایک سپروائزر پستول لئے کھڑا تھا ۔ اسے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی ۔ مجبوراً
چنگ چی آگے بڑھ گیا ۔

"کود جاؤ" سپروائزر چیخا ۔ سوکینگ سینگ نے مڑکر پستول کو ایک نظر دیکھا اور دریا
میں کود گیا ۔ اس نے اپنے دانتوں میں رسّہ پکڑ رکھا تھا ۔ اس کے ساتھ ہی چنگ
اور لو یاؤ بھی پانی میں کود پڑے وہ پانی کے ایک زبردست تھپیڑے سے آگے کی
طرف بڑھنے لگے ۔ انھوں نے خود کو سنبھالنے کے لئے درخت کو مضبوطی سے پکڑ لیا
اور درخت پر چڑھنے لگے ۔ سُو آدھا اس درخت پر چڑھ گیا تھا ۔ اور آدھا حصّہ پانی کے
اندر تھا ۔ وہ درخت کے آس پاس رسا باندھنے لگا ۔ پانی کا ایک اور زبردست ریلہ

آیا اور درخت منجدھار کی طرف بہنے لگا۔ رسہ ٹوٹ گیا۔ اور جھٹکے سے بند میں گڑے ہوئے لوہے کے چھلے اکھڑ گئے۔ سپروائزر چیخ چیخ کر مزدوروں کو کام کرنے کی ہدایتیں دینے لگے۔ سرچ لائٹ کی روشنی میں درخت صاف دکھائی دینے لگا بند کے تمام کُنڈے اکھڑ گئے۔ درخت منجدھار کی طرف بہنے لگا۔ یکایک پانی کا ریلہ اور آیا۔ درخت کا رخ مڑ گیا۔ وہ تیزی سے آکر بند کی دیوار سے ٹکرا گیا۔ منجدھار سے واپسی میں درخت کی رفتار بہت تیز ہوگئی تھی۔ اس لئے وہ بڑے زور سے ٹکرایا تھا۔ پورا بند لرز اٹھا تھا۔ اور بند کی دیوار کا ایک بڑا سا حصہ دھم سے پانی میں جا گرا درخت اب بند سے بندھا ہوا نہیں تھا۔ اس اچانک حملے اور شگاف نے بند پر ہلچل مچادی۔ سپروائزر چیخ چیخ کر گالیاں بکنے لگے۔ مزدور دوڑ دوڑ کر ریت اور ملبہ اس شگاف میں بھرنے لگے۔ تمام لوگ اس درخت کو بھول چکے تھے۔ وہ رسہ وغیرہ سب کچھ بھول چکے تھے۔

سوکینگ سینگ نے زور سے پکارا۔ لیکن نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ اس افراتفری میں کسی نے اس چیخ پر دھیان نہیں دیا۔ وہ ایک منٹ تک درخت بند کے قریب ادھر اُدھر ڈگمگاتا رہا اور اس کے بعد پانی کے ایک ریلہ کے ساتھ پھر منجدھار کی طرف روانہ ہوگیا۔ جیسے ہی درخت دریا کے بیچ میں پہنچا اس کی رفتار تیز ہوگئی۔ اور وہ آگے بڑھنے لگا۔

سوکینگ سینگ نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا۔ وہ درخت کے تنے پر چڑھ گیا اور بیٹھ کر ہانپنے لگا۔ چنگ چی بھی درخت کے دوسری طرف تنے سے لپٹا بیٹھا تھا اس کا سانس پھول گیا تھا۔ اچانک اس کو ایک چیخ سنائی دی۔ مدھم سی روشنی میں

اس نے دیکھا کہ ٹوپاؤ درخت کی شاخوں میں پھنسا ہوا بڑی بے تابی سے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ وہ درخت پر چڑھنا چاہتا تھا۔ اس کا جسم پانی میں لٹکا ہوا تھا۔ اور پانی کے تیز ریلے سے اس کا ہاتھ چھوٹنے والا تھا۔

چنگ چی آگے بڑھا۔ اس نے جھک کر ٹوپاؤ کی کلائی پکڑ لی۔ اور اسے اوپر گھسیٹ لیا سوکینگ سینگ دوسری طرف چانگ کو اوپر گھسیٹ رہا تھا۔ چانگ اوپر آکر بڑی بے بسی سے منہ کھول کر ہانپنے لگا۔

"کتنے لوگ کود سے تھے اوپر سے" چانگ نے سُو سے سوال کیا۔

"معلوم نہیں" وہ بولا اور درخت کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ درخت اس طرح دریا میں جھومتا ڈگمگاتا تیر رہا تھا۔ جیسے طوفانی سمندر میں جہاز تیرتا ہے۔

کتنے لوگ اس درخت پر ہیں" سُو نے آواز لگائی۔ "جو کوئی موجود ہو جواب دے"۔

"ہم دو ہیں" ٹوپاؤ اور چنگ چی نے دوسری طرف سے چیخ کر کہا۔

"تو ہم کل چار آدمی ہیں" سُو نے کہا۔

"چچا سُو! تم کہاں ہو۔ اب ہم کیا کریں"۔ وانگ چنگ چی نے چیخ کر سُو سے کہا۔ دریا کے کان پھاڑ دینے والے شور میں ان کی چیخیں بڑی ہی ہلکی سنائی دے رہی تھیں۔

"کیا کریں؟" یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے" سُو نے چیخ کر جواب دیا۔ "ویسے میرا خیال ہے کہ ہم لوگ درخت کے اس حصہ میں جمع ہو جائیں جس طرف شاخیں ہیں۔ کم از کم ہاں ہم شاخوں کو پکڑ کر بیٹھ تو سکتے ہیں"۔ یہ کہہ کر وہ چانگ کے ساتھ اس حصہ کی طرف رکھسکنے لگا۔ چانگ آہستہ آہستہ اس کے پیچھے آ رہا۔ اس کے داہنے پیر میں بہت درد تھا۔

اب چاروں آدمی قریب آ بیٹھے تھے۔ اگر وہاں روشنی ہوتی تو یہ منظر بڑا لطیف وہ اور عجیب ہوتا۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کا منہ اور جسم پھیل گیا تھا۔ کپڑے پھٹے ہوئے۔ گدلا پانی ان کے بالوں سے ٹپک رہا تھا۔ لوٹیاؤ نے ایک کراہٹ کے ساتھ اپنا بازو دبا دیا

"کیا ہوا؟ میں دیکھوں" سو نے کہا۔ اور جھک کر دیکھا کہ اس کے شانے سے خون اُبل رہا ہے۔

"چنگ جی سے بندھوالو" اس نے لوٹیاؤ کو ہدایت دی۔

چنگ جی نے دیکھا کہ لوٹیاؤ کے شانے پر تین انچ گہرا زخم آیا ہے۔ اس نے لوٹیاؤ کی بنیان پھاڑ کر زخم پر پٹی باندھ دی۔

"بند میں بہت بڑا شگاف پڑ گیا ہے" چانگ آہ سن نے کہا۔ مجھے تھوڑی آواز میں سنائی دے رہی ہیں اور شگاف بھی نظر آ رہا ہے"

سب نے مڑ کر بند کی طرف دیکھا۔ بند دور ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے سینہ پر روشنیوں کی قطار جگمگا رہی تھی۔ اس تیز روشنی میں چھوٹے چھوٹے سیاہ دھبے ادھر اُدھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ یہ آدمی تھے۔ جو ان سرچ لائٹوں کی روشنی میں ادھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔

"زیادہ دکھائی نہیں دیتا" سو کینگ سینگ نے کہا

"ہم کیا کریں گے" چنگ نے بے بسی سے سوال کیا۔

یہ سوال ہر ایک کے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ لیکن اس کا جواب کسی کے پاس نہ تھا اور وہ بہتے رہے۔ !

پانی کا ایک ریلہ زور سے آ کر ٹکرایا۔ پورا درخت ڈگمگانے لگا۔ درخت اُلٹا ہو گیا۔ لیکن پھر رُک گیا۔ وہ ایک بار پھر زور سے ہلا اور آخر رفتہ رفتہ جھٹکے کھا کر پھر اسی طرح سیدھا ہو کر

بہنے لگا۔

"سُو" چانگ نے آواز دی "اس طرح معاملہ نہیں چلیگا۔ یہ لہریں تو ہم کو اُلٹ دیں گی۔ کوئی طریقہ ایسا ہونا چاہئے۔ جس سے یہ درخت ٹھیک تیر سکے۔ کوئی پتوار یا چپو ہو تو پھر شاید قابو پایا جاسکے۔" چانگ آہ سن ملاح تھا۔ اور وہ ایسے تیز دھارے میں کشتی لے جانے کی ترکیبوں سے واقف تھا۔

"وہ رسی جو تم نے باندھ رکھی ہے۔ مجھے دیدو" چانگ منے کرتے ہوئے کمر کو سیدھا کیا چنگ چی رینگتا ہوا آگے بڑھا اور اس رسی کو کھینچ لایا۔

"لیکن تختہ کا کیا کرو گے۔ اس کی جگہ کیا چیز استعمال ہوگی" سوکینگ مینگ نے پوچھا۔ سُو بالکل خالی الذہن تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار اتنا ہی دامن ہو کر بیٹھا تھا۔ اسے کوئی بھی طریقہ نہیں سوجھ رہا تھا۔

ایک اور لہر آئی۔ درخت زور سے ہلا۔ لہران کے سروں پر سے گزر گئی۔ درخت جھٹکے سے ٹیڑھا ہو گیا۔ ایک شاخ دریا کی زمین سے جا کر ٹکرائی اور چیخ کر ٹوٹ گئی۔

"اس شاخ کو پکڑ لو۔ اسے ہم پتوار کے طور پر استعمال کریں گے۔ ایک اور لہر ان کے سر سے گزر گئی۔ سب بوکھلا گئے۔ درخت زور سے ہلا اور بری طرح ڈگمگانے لگا جب لہر گزر گئی تو انھوں نے دیکھا کہ لُو پاؤ نے اس شاخ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ رکھا ہے۔ لُو پاؤ کے منہ میں پانی بھر گیا۔ اور وہ بری طرح کھانس رہا تھا۔

"اسے نکالنے میں ذرا میری مدد کرو" اس نے کھانستے ہوئے کہا۔ چنگ چی نے پھندا بنا کر اس شاخ کی طرف پھینکا اور اسے کس کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

"اب کیا ہوگا اس کا" اس نے چیخ کر سوال کیا۔ اسے کوئی جواب نہیں ملا چنگ چی

دوبارہ چیخا۔ لیکن پھر اسے کوئی جواب نہیں ملا وہ آگے کی طرف کھسکا اور چانگ کو دیکھنے لگا چانگ جس جگہ پر بیٹھا ہوا تھا اب وہ جگہ خالی تھی۔ وہاں اب کوئی نہ تھا۔۔۔!

"بیچارہ۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ہاتھ چھوٹ گیا" چنگ چی نے افسردہ لہجے میں کہا۔ سوکینگ سینگ کو خیال آیا کہ اس طرح تو سب کے بہہ جانے کا خطرہ ہے۔ اسنے اپنی جیب سے چاقو نکالا اور آگے کھسک کر اس رسّے کو کاٹنے لگا۔ رسّی کا ٹکڑا کاٹ کر اس نے خود کو ایک شاخ سے کس کر باندھ لیا۔ اس کے بعد اس نے ایک اور ٹکڑا کاٹ کر چنگ چی کی طرف بڑھایا اور دوسرا ٹوباؤ کو دے دیا۔ پھر اس نے اس شاخ کو اس رسّی سے باندھا۔ اور اس کو درخت کے نچلے حصے سے باندھ دیا۔ اس نے اس شاخ کو ادھر اُدھر موڑا درخت اس کے ساتھ باقاعدہ ہلنے لگا۔ اس نے اس شاخ کو اس طرح کارآمد دیکھ کر تینوں خوشی سے اچھل پڑے۔

"یہ تو بڑا کام دے رہا ہے"

"اگر ہم اس کو اسی طرح ساحل کی طرف موڑ کرلے چلیں تو سب ٹھیک ہو جائے گا" چنگ چی نے کہا۔ وہ چنگ کینگ بند کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی روشنیاں اب مدھم ہو چکی تھیں۔ صرف ہلکی سی دھندلی روشنیاں پھیلی ہوئی تھی۔ وہ مدھم سی روشنی بھی رفتہ رفتہ نگاہوں سے غائب ہوتی جارہی تھی۔

چنگ کنگ بند کس قدر خوفناک اور بھیانک ہے توبہ۔ توبہ" اس نے جھرجھری لی سب لوگ خاموش بیٹھے رہے۔ ہر شخص اس بند کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس بند کی طرف جہاں کچھ دیر پہلے وہ رہ رہے تھے۔ جہاں وہ کام کرتے تھے۔ جہاں وہ تقریباً مر چکے تھے۔ لیکن موجودہ حالت میں وہ زیادہ دیر سوچ نہیں سکتے تھے۔

یہ موقع ایسی چیزیں سوچنے کے لئے موزوں نہ تھا۔

"ہم اسی طرح چلتے رہیں گے۔" سوکینگ سینگ نے کہا "تم کم از کم اس وقت تک تو ہم اسی طرح چلتے رہیں گے۔ جب تک کہ روشنی نہ ہو جائے اور ہم کسی خشک خطے کو دیکھ نہ لیں۔ اس وقت تک ہم اسی طرح ہوشیار بیٹھے رہیں تو ہم ٹھیک رہیں گے ورنہ ..... " وہ چپ ہو گیا۔

"یہ اچھی طرح سے اطمینان کر لو کہ تم مضبوطی سے بندھے ہوئے ہو۔ اس طرح تم درخت کے ڈگمگانے پر گرنے سے بچے رہو گے۔ اس لئے اپنی رسی کو دیکھ لو۔ اور اطمینان سے بیٹھو۔" اس نے زور سے قہقہہ لگایا اور بولا "آج تو ہماری چھٹی ہے۔ ان حرامزادوں کے طفیل جو یہ سمجھتے تھے کہ چند گنے چنے آدمی اس لمبے چوڑے درخت کو طغیانی سے باہر کھینچ لیں گے۔ اس لئے اس چھٹی کا پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔"

"کیا اس بات کا کوئی امکان ہے کہ یہ درخت بہہ کر خود ساحل تک چلا جائے گا؟"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا اس سلسلہ میں۔ لیکن ہانکاؤ سے آگے دریا بہت چوڑا ہو گیا ہے ہانکاؤ؟ ہونہہ! ممکن ہے پانی کے نیچے غوطے کھانے پڑیں۔"

ٹوپاڈا اپنے کندھے کو پکڑ کر مسلسل کراہ رہا تھا۔

"خون تو اب نہیں بہہ رہا ہے؟" سو نے پوچھا

"میرا خیال ہے خون تو اب بند ہو گیا ہے۔ لیکن اس قدر خون بہہ جانے سے وہ بہت کمزور ہو گیا ہے۔" چنگ چی نے کہا "تمھارا تختہ کیسا ہے؟"

"سوج گیا ہے۔ اور کام بالکل نہیں دے رہا ہے" سوکینگ سینگ نے سر پہ ہاتھ پھیرا "شاید اتر گیا ہے۔ ویسے اس وقت کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس سلسلہ میں ..."

تینوں بیٹھے رہے۔ ایک دوسرے کے پاس۔ تاکہ وہ اس اندھیرے میں ایک دوسرے کو دیکھ سکیں۔ بارش، دریا کا پانی اور تیز ہوا ان تینوں چیزوں نے مل کر ان کے جسم میں برف پارے بکھر دیئے تھے۔ سردی ان کی ہڈیوں میں چبھنے لگی۔ وہ اس طرف بیٹھے تھے جہاں تنے سے موٹی موٹی شاخیں نکلی ہوئی تھیں۔ درخت مسلسل ڈگمگاتا ہوا بہتا رہا۔ وہ ہر لمحہ توازن درست کرنے کے لئے ادھر ادھر جھکتے رہے تاکہ تیز دھارا ان کو بہا کر نہ لے جائے۔

درخت کی شاخیں اندھیرے میں کالے کالے سے دھبے نظر آرہی تھیں۔ دور تک رات کی بیکراں سیاہی پھیلی ہوئی تھی۔ افق کے پاس کوئی سفید سی چیز نظر آئی۔ اس پر مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ شاید کوئی خشکی کا حصہ تھا۔ جو پانی سے الگ چمک رہا تھا۔ بادل ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ کبھی کبھی ان کے درمیان سے کوئی اکا دکا تارا جھانکنے لگتا تھا۔

وقت گزرتا گیا۔ سب لوگ خاموش بیٹھے رہے۔ لہروں کی آواز کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ یکایک اڑتے ہوئے پرندے نے چیخ ماری اور اس کی آواز فضا کا کلیجہ چیرتی چلی گئی۔

چینگ چی ایک موٹی سی شاخ کے سہارے تنے سے لگا بیٹھا تھا۔ نہ اب اسے سردی لگ رہی تھی۔ اور نہ ہی اسے جسم کی دکھن کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کے تمام اعضا شل ہو چکے تھے۔ اس لئے جسم میں کسی قسم کا احساس باقی نہ رہا تھا۔ وہ اس جسم سے بالکل بے تعلق سا ہو گیا تھا۔ جیسے وہ اس خوفناک سفر میں شریک نہیں ہے بلکہ صرف دور سے بیٹھا تماشہ دیکھ رہا ہے۔ اس نے ایک لمحہ کو بھی یہ نہیں سوچا کہ وہ

اس خوفناک سفر سے زندہ بھی بچ سکے گا یا نہیں ؟ اور نہ ہی اسے اب سوال کی پرواہ تھی وہ دو بار موت کو دھوکا دے چکا تھا۔ اور اس لئے اب وہ اس کا استقبال کرنے کے لئے بالکل تیار تھا۔ کیونکہ مر کر کم از کم اسے تمام غموں سے نجات مل جانے کی امید تھی اور اسے ھسیؤمن کی موت یاد آگئی۔ اسکے ذہن میں خنجر چبھنے لگے۔ انتہائی ادر بے بسی کی موت ؟ لیکن یہ اچھا ہی ہوا کہ وہ مرگئی۔ اسے خوشی ہوئی کہ کم از کم ھسیؤمن کو تمام مصیبتوں سے چھٹکارا مل گیا جب اسنے بذریعہ خبر پہلی بار سنی تھی تو اس کے آنسو نکل پڑے تھے۔ وہ بے اختیار رو پڑا تھا۔ لیکن اب۔۔۔۔ اب وہ خوش تھا۔

"لوٹیاؤ" اس نے اپنے زخمی ساتھی کو آواز دی "اب کیسے ہو؟"

لوٹیاؤ خاموشی سے غرّایا۔ وہ اپنی شادی کے اس بھیانک انجام کو دل ہی دل میں کوس رہا تھا۔

" اب میں اسے کبھی نہیں دیکھ سکوں گا چنگ چی" وہ بولا "اس لئے کہ ہم اب اس سے زندہ نہیں نکل سکتے۔ لعنت ہو ان پر۔۔۔"

اس کو اب بخار چڑھ گیا تھا۔ اس نے جھنجھلا کر اپنا سر ایک شاخ پر ٹیک دیا۔ سوکیننگ سینگ تھکا ماندہ۔ افسردہ اور خاموش پڑا تھا "صبر کرو۔ اور اپنی قوت بچا کر رکھو۔ روشنی ہونے پر ہم کسی خشک علاقہ کی طرف جانے کی کوشش کریں گے۔ ابھی یانگزی ہم کو نہیں نگل سکی ہے۔ اور ہم زندہ ہیں۔"

" تم نے ھسیؤمن کے بارے میں سنا تھا۔ لوٹیاؤ" چنگ چی نے پوچھا۔

" مجھے افسوس ہے" لوٹیاؤ نے سر ہلایا "کہ چنگ چی۔۔۔ ر"

" جب وہ مری تو تم تھے وہاں ؟"

لوٹیاؤ جواب میں ایک منٹ تک خاموش رہا پھر بولا" بیگم ھسیاؤ اس کے ساتھ

آخری وقت تھیں۔ وہ برابر تمھیں پوچھتی رہی وہ کہہ رہی تھی کہ مستقبل کا مقابلہ کرنے کے لئے تمھیں ہمت اور حوصلے کی ضرورت ہے، جب میں نے اس سے کہا۔ کہ چنگ چی تم سے شادی کرنا چاہتا ہے تو وہ بولی کہ میں کل تک انتظار نہیں کرسکوں گی کل بہت دور ہے۔ کل کبھی نہیں آئے گی۔ پھر ہم چلے آئے۔ مسز ھسیاؤ کا بیان ہے کہ وہ بہت دیر تک چپ چاپ لیٹی رہی۔ کوئی درد اسے محسوس نہیں ہوا۔ اور آدھی رات سے کچھ دیر پہلے وہ مرگئی۔۔۔"

وانگ چنگ چی خاموش رہا۔

"یہ اچھا ہی ہوا کہ وہ مرگئی۔ اس لئے اس آفت سے تو بچنے کی کوئی امید ہے نہیں۔ اب تم اس طرف دیکھو۔ دور دور تک کوئی خشک علاقہ نظر نہیں آرہا ہے۔ لوپاؤ نے کہا اور افسردہ ہوگیا۔ وہ دونوں خاموش ہوگئے۔ درخت اچھلتا، جھٹکے کھاتا، بالکل سیدھ میں چلتا رہا۔ یہ دریا میلوں تک پھیلا ہوا تھا اور بالکل گندہ نظر آرہا تھا۔

رات اُکتانے دینے کی حد تک طویل تھی اور کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتی تھی۔! لوپاؤ کمزور ہوگیا تھا۔ بخار اور کمزوری سے وہ بیہوش ہونے لگا۔ چنگ بھی نیم خوابیدہ حالت میں پڑا تھا۔ صرف سوکینگ سینگ ہوشیار بیٹھا تھا۔ وہ اپنے پاؤں درد سے کراہ رہا تھا۔ وہ دریا کو کوس رہا تھا۔ کبھی وہ بند کو گالیاں دینے لگتا اور کبھی وہ ان لوگوں کو برا بھلا کہنے لگتا۔ جنکی حماقت سے وہ اس آفت میں پھنس گیا تھا۔ یہ حالت اگر خوفناک نہ ہوتی تو واقعی بڑی مضحکہ خیز تھی۔

دھندلی روشنی افق سے پھوٹ نکلی۔ صبح کی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں۔ تیز

ہوا اور سردی ان کے جسم کاٹنے لگی۔ چینگ چی سردی سے کانپنے لگا۔ اس نے سنبھل کر بیٹھنے کی کوشش کی اور اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی کہ وہ اب بھی حرکت کر سکتا تھا۔ وہ سنبھل گیا۔ شفق کی سُرخی چاروں طرف پھیلنے لگی۔ اس کی ہمت بلند ہونے لگی۔ اسے اپنے اوپر بڑا غصہ آیا۔ آخر وہ رات کو تھک کر مرنے پر کیوں راضی ہو گیا تھا۔

"لعنت ہو" وہ اپنے سے بولا "میں زندہ ہوں، مجھے زندہ رہنا چاہئے۔ میں زندہ رہوں گا۔" اس نے عزم کیا اور اسے ھسیُومین کے الفاظ یاد آ گئے۔ اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ ایک بار پھر یانگزی کو دھوکا دے گا۔ وہ زندہ رہے گا۔ ھسیُومین کی خاطر۔ وہ ان لوگوں کے پول کھولتا رہے گا جنہوں نے اس کو دھوکہ دیا۔ ان لوگوں کے پول جنہوں نے کہا تھا کہ تم کو زمین ملے گی، کھانا ملے گا، بھائیوں کا سا سلوک ملیگا۔ اور جنھوں نے ان کو اقتدار حاصل کرنے کے بعد صرف سختیاں اور موت دی تھی!

"چنگ چی"، سوکینگ سینگ نے پھٹی ہوئی آواز سے کہا "میرا خیال ہے کہ بائیں طرف زمین ہے۔ ذرا روشنی ہونے دو۔ پھر ہم اس طرف چلنے کی کوشش کریں گے۔ کیا تم پتوار چلا سکتے ہو۔ اس لئے کہ مجھ میں اب اس کی ہمت نہیں ہے اور لوٹیاؤ اب کیسا ہے؟"

چینگ چی نے لوٹیاؤ کی طرف دیکھا۔ اس کا رنگ پیلا پڑا ہوا تھا۔ وہ درخت کے تنے پر بے ہوش لٹکا ہوا تھا۔ اس کا دھڑ پانی میں لٹک رہا تھا۔ اور آدھا درخت پر رسّی سے بندھا تھا۔

"اس کی حالت خراب ہے۔ وہ آدھا پانی میں گر گیا ہے۔ میں ابھی اسے اوپر

کھینچ لوں گا" چنگ جی بولا۔ وہ آگے بڑھ کر ایک شاخ کے سہارے جھک گیا۔ اس نے دانتوں سے پکڑ کر رسی کو کھینچا اور اس شاخ کو جسے سو کینگ سینگ نے باندھا تھا زور سے کھینچا۔ وہ شاخ مڑ گئی۔ درخت ہلنے لگا۔ اور تیز دھارے میں بڑے زور زور سے ڈگمگانے لگا۔ چنگ جی کا توازن بگڑ گیا۔ وہ لہروں کے نیچے گر پڑا لیکن چونکہ اس کی کمر سے رسی بندھی ہوئی تھی۔ اس لئے دوبارہ تیر کر چڑھ گیا۔ لیکن اس شاخ کو کھولنے سے پورا درخت زور زور سے ہل رہا تھا۔ اور ان کے گرنے کا اندیشہ تھا۔ چنگ جی نے اس شاخ کو دوبارہ اسی طرح باندھ دیا۔ درخت تھوڑی دیر جھٹکے کھاتا رہا۔ لیکن پھر ٹھیک ہو کر سیدھا بہنے لگا۔

"یہ کوشش بے کار ہے چاؤ سو" چنگ نے کہا "اتنے تیز دھارے میں ہم اس پتوار سے درخت کا رخ نہیں موڑ سکتے۔ بلکہ اس سے اور بھی خطرہ ہے۔

"لعنت ہو" سو نے دریا میں تھوک دیا۔ "اب تو صرف یہ امید ہی باقی ہے کہ شاید یہ درخت بہتا ہوا ساحل سے جا لگے" یہ کہہ کر وہ ابھرتے ہوئے سورج کی طرف دیکھنے لگا۔ بھورے بادلوں کے درمیان سورج کی سرخ تھالی آہستہ آہستہ ابھرتی آ رہی تھی۔ "بہر حال کسی طرح بھی ہو ہم پہنچ جائیں گے"۔ چنگ جی کہا اور پلٹ کر نو یاؤ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یا خدا" وہ چیخ پڑا

کیا ہوا؟" سو نے گھبرا کر سوال کیا۔

"نو یاؤ - وہ - وہ بہہ گیا" اور یکایک۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ پانی میں غوطے کھا رہا ہے۔ اس کی کمر سے رسی بندھی ہوئی ہے۔ اس کا سر کبھی پانی میں ڈوب جاتا

کبھی اُبھر آتا۔ اور اسی طرح وہ درخت سے بندھا ہوا بہہ رہا ہے۔ دونوں نے مل کر اسے باہر نکالا۔۔۔ لیکن وہ مر چکا تھا۔۔۔! دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ موت کا خوف دونوں پر طاری تھا۔

"بیچارا" سو تے نے آخر سکوت توڑا۔ "بے ہوش ہو گیا ہوگا۔ اور اس وجہ سے جب درخت زور سے اُچھلا تو وہ جھیل گیا۔" یہ کہہ کر اس نے ٹوپاؤ کی کمر سے رسی کھول دی۔

"اچھا بیٹے جاؤ۔ تم کو اژدہا نگل لیا" سو تے نے آہستہ سے کہا۔ اس کی آواز میں زہر کی تلخیاں گھلی ہوئی تھیں۔ اس نے ٹوپاؤ کو دریا میں آہستہ سے اُتار دیا۔ "الوداع، ٹوپاؤ، مجھے امید ہے کہ دوسرے جنم میں تم کو اس سے بہتر تقدیر ملے گی۔ الوداع۔"

چینگ چی نے محسوس کیا کہ وہ رو رہا ہے۔ ٹوپاؤ کو دیکھ کر وہ رو رہا ہے۔ ٹوپاؤ؟ جذباتی، شرمیلا، ہنس مکھ، ہمدرد، تندرست، خوب صورت وہ ٹوپاؤ چلا گیا۔۔۔ وہ چلا گیا!

پانی کی ایک لہر اوپر سے گزر گئی اور وہ دونوں بھیگ گئے۔

"ہم کو اس سے کسی طرح نکلنا ہی ہوگا" سو تے نے غصہ سے کہا۔

لیکن کس طرح؟ اتنی تیز دھاروں میں تو درخت کو موڑا ہی نہیں جا سکتا۔ چینگ چی نے کہا

دونوں خاموش ہو گئے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ٹوٹے مکانات، شکستہ پشتے اور کہیں کہیں کوئی خشکی کا ٹکڑا ان کو نظر آ رہا تھا۔ بہت دور زمین نظر آ رہی تھی۔۔۔ جیسے بھورے بھورے دھبے کسی نے افق پر بکھیر دیئے ہوں۔

دریا بہتا رہا! وہ خود بھی دریا کے تیز دھارے کے ساتھ بہتے رہے۔ ایک میل، دو میل، میلوں تک۔

وقت رینگتا رہا! وہ خود بھی وقت کے ساتھ بہتے رہے۔ منٹ گھنٹوں میں تبدیل ہونے

لگے ۔ ایک گھنٹہ ۔ دو گھنٹے ۔ کئی گھنٹے

بھوک اور تھکن سے وہ نڈھال ہو گئے تھے ۔ کڑی دھوپ ڈھلنے لگی ۔ شام کے سائے پھیلتے چلے گئے ۔ رات ہونے سے پہلے جنگ چی نے ایک بار پھر درخت کو ساحل کی سمت لے جانا چاہا ۔ لیکن بے کار ۔ !

سوکیانگ سینگ میں اب ہلنے کی قوت نہیں تھی ۔ وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں افسردہ اور نڈھال پڑا ہوا تھا ۔

رات آ گئی ۔ !

جنگ چی سو کو پکارتا رہا ۔ اسے ڈر تھا کہ وہ بھی کہیں ٹوپا کی طرح دغا نہ دے جائے آخر کار تھکن اور کمزوری سے وہ خود بھی نڈھال ہو گیا ۔ اور بے ہوش ہو کر گر پڑا

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا ۔ روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی ۔ درخت ساحل سے جا لگا تھا ۔ اس کی شاخیں پانی کے زور سے ٹوٹ چکی تھیں ۔ جنگ چی کا سر چکرا رہا تھا ۔ اس کی آنکھوں کے نیچے سیاہ دھبے ناچ رہے تھے ۔ اس نے بڑی مشکل سے نیچے جھانکا ۔ اس نے دیکھا کہ وہ خشکی پر ہے ۔ اسے یقین نہیں آیا اس نے اپنی آنکھیں ملیں ۔ مکانات ، کھیت ، درخت دور دور تک پھیلے ہوئے تھے ۔ اور چاروں طرف خشکی ہی خشکی نظر آ رہی تھی ۔ اس نے بڑی دقت سے رسی کو کھولا ۔ جو اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی ۔ اور ایک شاخ کو پکڑ کر زمین پر آ گیا ۔ اس کا سانس پھول گیا ۔ اس نے بڑی ہمت سے خود کو کھینچ کر کھڑا کیا ۔ اور لڑکھڑاتے ہوئے آگے بڑھنے لگا ۔ اس کا سر زور سے چکرایا ۔ اندھیرا اس کی آنکھوں کے سامنے پھیل گیا

زمین گھومنے لگی۔ وہ گھاس کے ایک ڈھیر پر گر پڑا۔

جب اسے ہوش آیا تو تیز دھوپ سے اس کی آنکھیں چکا چوند ہو رہی تھیں۔ اس نے اپنا سر ہلایا اور دیکھا کہ وہ ایک دالان کے اندر پلنگ پر لیٹا ہوا ہے اور اس کے اوپر لحاف پڑا ہوا ہے۔ گزشتہ چھتیس گھنٹے کے واقعات اس کے دماغ میں گردش کرنے لگے۔ یکایک وہ رُک گیا۔

"چچا ٹسو" وہ گھبرا کر چیخا۔

"تم اپنے ساتھی کو پوچھ رہے ہو۔؟" کسی نے سوال کیا۔ چنگ جی کو یہ لہجہ اور آواز بالکل غیر مانوس اور اجنبی سی محسوس ہوئی۔ "وہ درخت سے بندھا ہوا تھا۔ لیکن جب ہم نے اُسے کھولا تو وہ مر چکا تھا۔"

"اوہ" چنگ جی نے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا "میں کہاں ہوں"

"یہ کیو کیانگ ہے" جواب ملا۔

"کیو کیانگ؟" چنگ جی نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم کہاں سے بہہ کر آرہے ہو؟" اس آدمی نے سوال کیا۔

"ہانکاؤ سے"

"اوفو" وہ آدمی حیران رہ گیا "وہ تو یہاں سے ۱۰۰ میل ہوگا۔ بلکہ اس بھی زیادہ ہے۔ تم کتنی دیر سے پانی میں ہو"

"دو راتوں اور ایک دن سے"

"ہونہہ۔ یہ تو بڑا لمبا چوڑا سفر ہو گیا، خیر، تم یہاں آرام کر سکتے ہو، کھا سکتے ہو،

میں تمھارے لئے کچھ لاتا ہوں۔ ٹھہرو۔ تم تو بہت خوش قسمت ہو کہ زندہ بچ گئے"
چنگ چی نے آنکھیں بند کرلیں۔ چنگ کنگ بند اور مہاجر کیمپ کے مناظر ایک ایک
کرکے اس کی نگاہوں کے سامنے سے گزرنے لگے۔

"ہوں" وہ بولا۔ خوش قسمت ہوں کہ زندہ بچ گیا۔

۱۵

"دکھن جاؤ، دکھن جاؤ، دکھن جاؤ" ریل کے پہیئے گزرتے ہوئے چیخے۔ اس کے کانوں میں یہ الفاظ گونجنے لگے۔ چنگ چی ریلوے قلی کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اسے ہر گزرتی ہوئی ریل یہ پیغام سناتی نظر آتی۔ یہاں بھی کام بہت مشکل تھا لیکن اس کے سامنے ایک مقصد تھا۔ اور اسی لئے اُسے ان مشکلات کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ آہستہ آہستہ جنوب کی طرف کھسکنے لگا۔ خاموش، چُپ چاپ، محنت کرتا ہوا۔ رازداری کے ساتھ وہ جنوب کی طرف بڑھتا گیا۔

"وانگ چنگ چی"۔ اس کے کسی ساتھی نے پوچھا "تم صبح سے شام تک کام کرتے ہو۔ اور کوئی شکایت نہیں کرتے۔ بلکہ جب کبھی ہم تم سے بات کرتے ہیں تو تم جواب دینے کے بدلے اس طرح ہم کو گھورنے لگتے ہو۔ جیسے تم یہاں موجود

ہی انہوں۔ جیسے تمھاری نظر تمہارے درمیان سے گزر کر دور کسی شے کو دیکھ رہی ہے۔ آخر کیا بات ہے؟ تمھارے دماغ پر ایسا کونسا بوجھ سوار ہے چینگ یی نے اس بات کا بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

اس نے سوچنا ہی ترک کر دیا تھا۔ کم از کم وہ شعوری طور پر اب کچھ نہیں سوچتا تھا۔ اس کے دماغ میں ہر لمحہ چنگ کنگ کا بند گھوما کرتا۔ اور اس بند کے پس منظر میں گہرے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ یہ بادل اس کے غم تھے اس کی ذات سے وابستہ۔ اس کے اپنے غم۔!

اس کی اس خاموشی میں بھی ایک مقصد پوشیدہ تھا۔

وہ وقت کا منتظر تھا۔ وہ موقع ملتے ہی جنوب کو بھاگ جانا چاہتا تھا۔ اس خاموشی کے پردہ میں وہ نوکریاں کرتا، آگے بڑھتا گیا، ایک نوکری۔ دوسری نوکری! ایک مقام، دوسرا مقام! ایک منزل، دوسری منزل!

وہ جنوب کی طرف بڑھتا گیا۔ پہلے وہ ہونان گیا۔ وہاں سے کوانٹنگ پہنچا۔ اور وہاں سے آگے بڑھ کر سرحد پر پہنچا۔ وہاں جا کر اس نے جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ وہ صحیح وقت کا منتظر تھا۔

دن گزرتے گئے۔ ہفتے گزرنے لگے، اور آخر ایک دن اسے موقع مل گیا وہ سرحد کو عبور کر گیا۔

نئی زندگی اسے شروع شروع میں بڑی عجیب سی لگی۔ لیکن اسے جلد ہی اپنی طرح کے لوگ مل گئے وہ ان سے اپنے دل کی بات کہہ سکتا تھا۔ اب اس کے دکھ درد کو سمجھنے والے موجود تھے۔ وہ ان کے سامنے اپنا سینہ چیر کر رکھ سکتا تھا۔ اپنی تکلیفیں۔ دکھ۔ درد وہ ان کو بتا سکتا تھا۔ اسے تمام تکلیفیں یاد نہیں

تھیں لیکن بعض تکلیفیں ایسی تھیں کہ اس کے دماغ میں گڑ کر رہ گئی تھیں۔ وہ ان کو اگر بھولنے کی کوشش بھی کرتا تب بھی ان سے چھٹکارا ملنا ناممکن تھا۔

اس کے نئے دوستوں نے اس کی داستان سن کر سر ہلا دیا وہ بولے۔

"ہوں ٹھیک کہتے ہو۔ ہم سمجھتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں!"

"پھر آخر تم ساری دنیا کو کیوں نہیں بتلاتے" چنگ چی نے کہا

"تم کیوں نہیں بتاتے۔ انھوں نے جواب میں کہا اور مسکرانے لگا۔

کتبہ۔ ریاض الحسن خوش نویس۔ خوش نویس ادارہ۔ برنس روڈ۔ کراچی
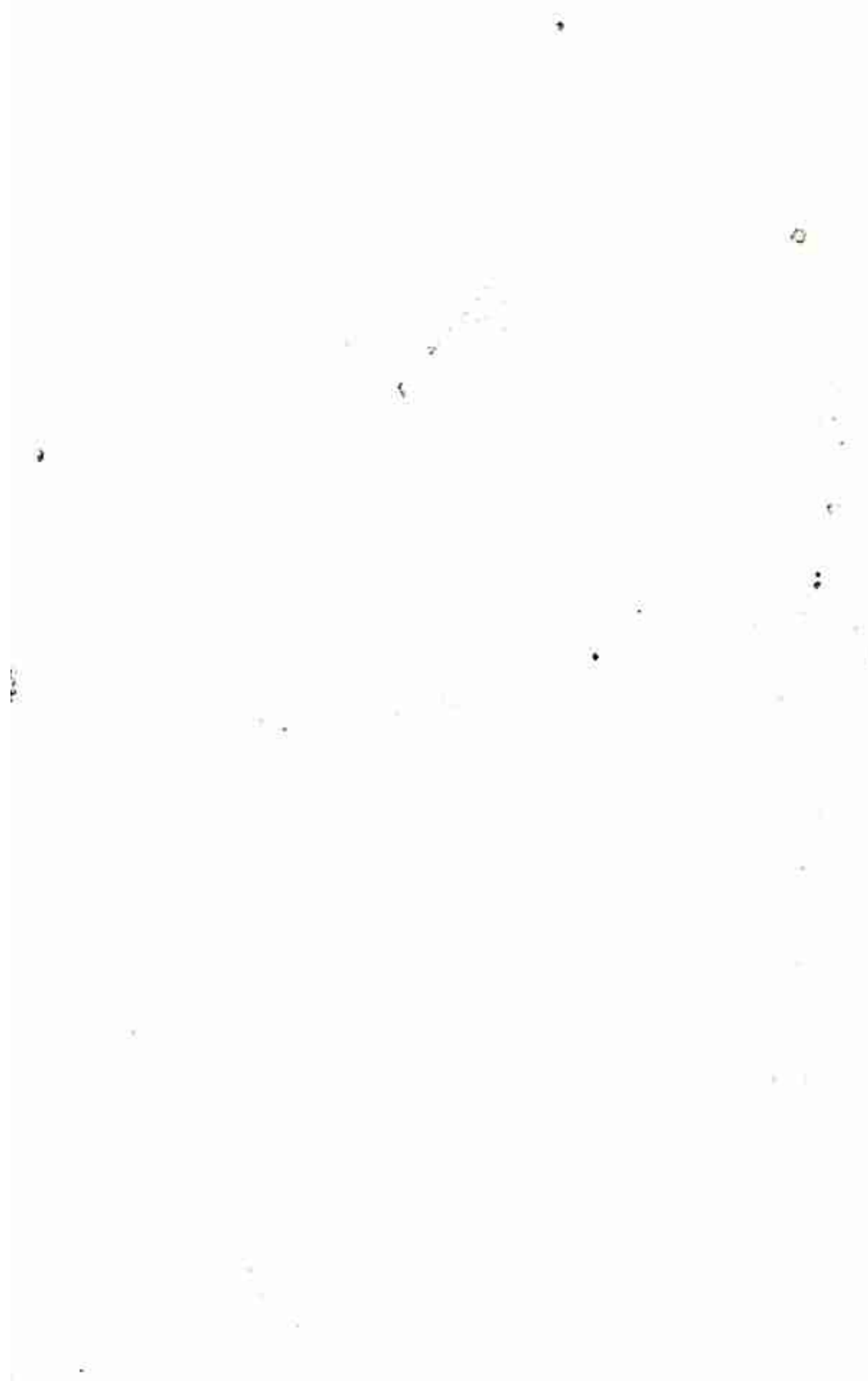
ڈوبتے ساحل

ریپلیکا پرنٹنگ پروسس
صدر کراچی